

U39865

19-12-09

Title - KECORAM MAS SECORAT YA ISLAM MEIN TALEEM
YAFITA MAS TERCORAT.

Creator - Sayyed Afkhar Alam Agha.

Publisher - Matba ul Uloom (Aligarh).

Date - N.A.

Pages - 188.

Subject - Taleem Niswan; Taghree Khawateen;
Khawateen - Taghree

فِيهِ قَصْرٌ لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَهْلًا مِّمَّنْ فِيهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

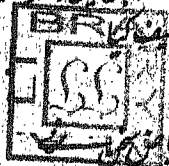
فوفو وو وو

قوله معصوم

اسلام میں تعلیم یافتہ مسنونات

جکب

باعث اقتضای امر است از حضرت امام غفرلہ پناہ علم و کرم است جناب پیرانسا بیک صاحب اختیار و
مختار و مدبر عالی جناب بیکرم مولوی خواجہ محمد حسین صاحب جعفریو ریاست ایرق و قلع انار
حضرت خطیب کرمی جناب عجمی پید اقتضای عالم اسباب از او نے صرف اپنی دینی متون کو لے
نہایت کوشش اور جانفشانی سے الف و کاف



وہیکو

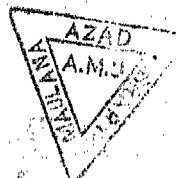
خاکسار سید علی حسن آن مادر بروی شیخ ریاضی

اپنے اہتمام سے

مطبخ العالم علی گڑھ میں

محمد مبارک علی کالی فیس و مصروفات

Handwritten Urdu text at the top left of the page.

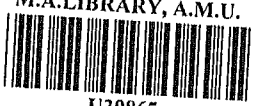


Handwritten number 49840 and the printed text 'URDU STACKS'.



Printed date '4 JUN 1966'.

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U39865

Handwritten text 'RECEIVED 3000' with a signature below it.

اللہ اکبر

تعلیم نسوان

نعت محمد رسول اللہ

حمد لا الہ الا اللہ

۱۔ ہر مسئلہ تعلیم نسوان ہر ایک فن دماغ اور متوجہ دل کے سامنے پیش ہے۔ اور اب زمانہ ہر ایک سمجھدار شخص کو یہ سمجھا رہا ہے کہ اگر اپنی حالت درست کرنا مقصود تو اس مسئلہ کی طرف توجہ کرو اور اپنی قوم یا ملک کے اوس حصہ کو جس کے ہاتھ میں قوم یا ملک کے بچوں کی تربیت اور پر داخت ہے اس قابل کرنیکی کوشش کرو کہ وہ اپنے اس بڑے فرض اور منصب کو ادا کر سکیں قابل ہو۔ عورتوں کی تعلیم کا مسئلہ اب وہ مسئلہ ہے کہ وہ ٹالے نہیں مل سکتا نئی تعلیم نے

جن مردوں کو دماغوں کو روشن اور دلوں کو فراخ کر دیا ہے وہ
اب مستعدی کے ساتھ اس مسئلے کے حل کرنے میں سعی
ہیں۔ اور ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن انکو ابھی بہت سی وقتوں کا
سامنا کرنا ہے۔ علم کا دشمن ہمیشہ سے جہل رہا ہے۔ اس امر
میں بھی یہی سنخوس سدرہ ہے۔ عورتوں کو تعلیم دینے کی خلاف
طرح طرکے خیالات پھیلے ہوئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ تعلیم سے
عورتوں کو اخلاق خراب ہو جائیں گی۔ کوئی ڈرتا ہے کہ تعلیم یافتہ
ہوئیں گے بعد عورتیں آزاد ہو کر مردوں سے باغی ہو جائیں گی۔
کوئی اس اندیشے میں ہے کہ تعلیم پانے کے بعد عورتیں اپنے
خانہ داری کے کاموں کو چھوڑ دیں گی۔ غرض کہ جس شخص کا
جس قدر اس مسئلے کے متعلق جہل بڑھا ہوا ہے اویس قدر
بڑی بڑی ہولناک صورتوں میں تعلیم النساء کے نتائج
اوسکے سامنے آتے ہیں۔ لیکن جو علم کی حقیقت کو سمجھتے
ہیں اور اوسکے فوائد سے آگاہ ہیں وہ بجائے ڈرنے کے
تعلیم النساء کو انسانی ترقی کا منبع اور حقیقی یہودی کا ذریعہ

سمجھتے ہیں۔ تعلیم کا سب سے بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ جسکو وہ نصیب ہوا اوس میں بھلے اور بُرے میں تمیز کرنیکی قوت بڑھ جاتی ہے۔ اور اپنے حقیقی نفع و ضرر کو وہ اچھی طرح سمجھنے لگتا ہے جو حالتیں ہلکواس زندگی میں پیش آتی ہیں پہلو گو نکو بے انتہا اچکی ہیں تعلیم کے ذریعہ سے ہم گزشتہ لوگوں کی تحریروں سے آگاہ اور انکے افعال کے نتائج سے واقف ہو جاتی ہیں۔ بد اخلاقی کے جو بُری نتائج ہوتے ہیں اونسے جسقدر ایک تعلیم یافتہ شخص واقف ہوگا ہرگز ایک جاہل نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ وہ شخص جسکو ایک خاص فعل کے بُرے نتائج معلوم ہیں اوس سے زیادہ پرہیز کرے گا بہ نسبت اوس شخص کے جو اونسے ناواقف ہے۔ یہ تجربے سے ثابت ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ بہ نسبت جہلا کے کم جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تاریخ اور تجربے سے یہ بھی ثابت ہے کہ جسقدر تعلیم بڑھتی ہے اودھیں قدر ارتکاب جرائم میں کمی ہوتی ہے۔ یعنی مردوں کی عام اخلاقی حالت میں بہتری کی طرف ترقی ہوتی ہے۔

علم انسانوں کو بتاتا ہے کہ انکا کس چیز میں اصلی نفع ہے۔
 اور اوسے کے ساتھ اوس چیز کے حاصل کرنے کی اور نہیں قوت
 پیدا کرتا ہے۔ اس سے شاید کسیکو اختلاف نہ ہو کہ اپنی ذاتی
 نفع و نقصان کو عورتیں بھی ایسا ہی سمجھتی ہیں جیسے کہ مرد
 عزت کے۔ صحت کے۔ اور دولت کے جس قدر مرد خواہاں
 ہیں اوس قدر اپنی حالت کے لحاظ سے عورتیں بھی ہیں۔
 پھر کیا وجہ کہ جو چیز مردوں کے لئے ایک حقیقی رہبر ہو وہ
 عورتوں کے لئے قائم مقام شیطان ہو۔ اگر علم کی بدولت
 مردوں کو اپنی خداداد قوتوں کو ترقی دیکر اور کام میں لا کر
 عزت حاصل کر نیکی ذرائع نصیب ہو سکتے ہوں تو کیسا
 عورتوں کے لئے علم ایسی ہی مفید چیز ثابت نہ ہوگا۔ اگر
 علم کی بدولت مرد اپنی اور اورونکی صحت کو قائم رکھ سکتے
 ہیں تو کیا عورتیں علم سے اسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا
 سکتی ہیں۔ کیا لیڈی ڈاکٹروں سے مخلوق کو فائدہ نہیں
 پہونچتا۔ کیا تعلیم یافتہ دایان جاہل دایونکو برابر سوتی ہیں۔

اگر علم کے زور سے مرد خدا کی پیدا کی ہوئی چیز و نکو ترکیب دیکر
 دولت پیدا کرتے ہیں تو کیا عورتیں اوسے قوت کے حامل ہو جائیں
 پروسیسا ہی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں۔ ان صاف اور سچی باتوں
 انکار کرنا محض اپنی لاعلمی تنگدلی اور کوتاہ اندیشی کا اظہار کرنا
 مان یہ بحث دوسری ہے کہ موجودہ حالت کے لحاظ سے
 ہندوستان میں عورتوں کو کس قدر تعلیم دی جاسکتی ہو یا دینا
 مناسب ہے۔ ابھی ہمارا مقصود انکو بی۔ اے۔ اور ام۔ اے۔
 پاس کرانا نہیں ہے۔ لیکن اتنی تعلیم تو ضرور ہو جائے کہ
 مائیں اپنے بچوں کی ضروری تربیت کر سکیں۔ اور بی بیان
 اپنے خاوندوں کے مزاج کو پہچان کر انکو خوش کرنے کے قابل
 ہوں۔ اتنی تعلیم تو ہو جائے کہ مائیں اپنے بچوں کے حقیقی نفع
 اور نقصان کو سمجھنے لگیں۔ اور خیالی خوشیوں اور غور سوم
 کے پیرایہ میں اپنی اولاد کی اور اپنی زندگی کی خرابی اور بربادی
 ٹکریں۔ مدرسہ کی فیس کو سنگنی اور ختنہ کے تقاریب کے صرف
 پر ترجیح دینے لگیں۔ کتابوں کے خرچ کو گوشت اور کناری کے

خرچ سے بہتر سمجھنے لگیں۔ اولاد کی آئندہ ترقی کیلئے احمقانہ محبت
 کو ضبط کر نیکی اور نین قوت پیدا ہو جائے۔ اور وہ اپنے بچوں کو
 اپنی سے علیحدہ کر کے تعلیم کیلئے کچھ فاصلے پر اور کچھ مدت کیلئے
 بھیج سکیں۔ کتنے ہونہار قوم کے بچے ایسے ہیں جو بحالت عمدہ
 تعلیم اور تربیت ہونے کے اعلیٰ عہد و نہر ممتاز اور اعلیٰ درجہ کو
 حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن محض مان کی احمقانہ محبت کی وجہ سے
 بازار کے بالا خانوئین شکار ہوتے ہیں۔ قوم کے نوجوانوئین
 کتنے خاوند ایسے ہیں جو بوجہ بی بیوں کے نالایق ہونیکے بازاری
 دوزخوئین اپنی زندگی کو خراب کرتے ہیں۔ خوب سمجھ لینا چاہئے
 کہ قوم کی بربادی کے یہ حقیقی اسباب ہیں۔ اگر مردوں کو تعلیم
 دینا ہے تو عورتوں کو بھی دینا لازمی ہے۔ مردوں کی تعلیم پوری
 ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ عورتوں کو تعلیم نہ ہو۔ کیونکہ مرد
 اول استاد عورت ہے یعنی مان۔ اور جب استاد ہی
 جاہل ہوگا تو شاگرد کیسے اوس جہل کے اثر سے محفوظ رہ
 سکتا ہے۔ اول ساچا حسین ہماری تعلیمی اور اخلاقی زندگی

ڈھلتی ہے وہ پیمانہ ہے مان کے علم و اخلاق کا حقیقت یہ ہے
 کہ اس قسم کے مسائل میں راس قائم کرتے وقت اکثر لوگ
 اپنے آپکو رسم کی بڑی سے آزاد کر کے دل و دماغ کو کام میں
 نہیں لاتے جس طرح ہوتا چلا آیا ہے خواہ اس سے کتنا ہی
 نقصان ہوتا ہو لیکن وہ میں تبدیلی ہونا نہیں چاہئے جب
 اس مسئلے کے متعلق کوئی تحریک کیجاتی ہے تو یہ خیال کیا
 جاتا ہے کہ نئی بات کیلئے کوشش کیجاتی ہے گویا اسلام
 کی بیٹیو میں تعلیم کبھی تھی ہی نہیں۔ حالانکہ یہ محض ناواقفیت
 کا نتیجہ ہے۔ اسلام جبکہ اسلام تھا ہمیشہ اسکی خواتین تعلیم
 یافتہ رہیں اور انھوں نے علوم میں بڑے بڑے درجہ حاصل
 کئے۔ وہ حضرات جو ہر ایک کام کے لئے خواہ کیسا ہی عمدہ
 بیون نہو باپ دادا کے نظیر کے طلبگار ہوتے ہیں اونکو
 چاہئے کہ وہ اس کتاب کا جسکو ہم نے عصمت مآبہ لکھا
 بیگم صاحبہ اہلیہ حکیم خواجہ جعفر حسن صاحب پانی پتی کی
 خاطر لکھا ہے۔ ملاحظہ کریں۔ اور دیکھیں کہ اسلام میں

ہمیشہ سے کیسی تعلیم یافتہ عورتیں ہوتی آئی ہیں۔ اگر اب
 یہ خواہش کیجاتی ہے کہ اب بھی عورتوں کو تعلیم ہو تو ہم
 کوئی نئی رسم قائم کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ پرانی
 رسم کو پھر زندہ کرنا ہے۔ اسی غرض سے اس کتاب میں
 اون خواتین کے حالات درج کئے گئے ہیں کہ جنھوں نے
 کسی نہ کسی علم میں اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔ اور مردوں کے
 اس خیال کو کہ عورتوں کے لئے تعلیم مفید نہیں ہو سکتی
 بالکل بے بنیاد ثابت کیا ہے۔ اسید کیجاتی ہے کہ جس
 نیت سے یہ کام کیا گیا ہے خداوند تعالیٰ اوسمیں کامیابی
 عطا فرمائے گا۔ آمین۔

قوم کا خادم
 سید افتخار عالم۔ آزاد
 ساکن مارہرہ ضلع ایٹک
 ممالک مغربی و شمالی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آئینہ نبوت و مہرب - مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں - خاندان قریشی سے تھیں - وہ حبیب
 بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کی
 لڑکی تھیں - بانی کا نام قصہ بن کلاب تھا جو نبی ہاشم کے جد تھے - آپ کے فرزند حضرت
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے - مان کا نام برہہ و خضر عبدالغری بن عثمان بن عبداللہ بن قصہ تھا - شوہر کا نام
 حضرت عبداللہ تھا جو پیغمبر اسلام کے والد ماجد تھے -

سولہ سال کی ولادت کے چھ برس بعد انتقال ہوا یعنی ۳۷ سال قبل از ہجرت اس دار فانی
 کو قطع کر کے راہی دار بقا ہوئیں - طبیعت میں خدا نے وہ پاک غایت فرمائی تھی جسکو آپس کرتے
 کے لوگ خوب جانتے تھے - نہایت نیک طینت اور صاحب فرست تھیں - آپ نے اعلیٰ اور
 فی تعلیم ہی حاصل کی - صاحب کتاب مواہب لدنیہ لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے اپنے فرزند یعنی
 حضرت محمد مجتبیٰ صلعم کے جمال مبارک میں یہ اشعار لکھے ہیں - جن کے دیکھنے سے تعلیم کا
 اندازہ معلوم ہو سکتا ہے -

اشعار

بارک فیات اللہ من غلام	یا بن الذی من حوتہ انکھام
بنا العون الملائک المنعام	قودی غلاتہ الضرب بالسما
بما تکر من اہل سوام	ان صحح ما البصرت فی المنعام
فانت مبعوث الی الامنام	تبعث فی الحلّ وفی الکھلام
تبعث فی التحقیق والاسلام	دین امیات البر ابراہام
فالت انھا عن الاضنام	ان لا تو الیہا مع الاضنام

جسوقت آپ رحلت فرمائے گلین اوسوقت آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا اور اس کے بعد دارفانی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔ وہ آخری فقرہ یہ تھا کہ کل حی میت وکل جدید بال و کل کید یفنے وانا میتہ وکلری باقی وقد ترکت خیر او ولدت کلہا یعنی کل زندہ مرے گی۔ کل نبی چیز پرانی ہوگی۔ بزرگ فنا ہوگا۔ میرا ذکر باقی رہ جائیگا اور میں فنا ہو جاؤں گی۔ میں غیر وکیل کو چھوڑتی ہوں کیونکہ میں نے ایک طاہر لڑکے کو جناسہ۔

اپنے شوہر یا حضرت رسول خدا صلعم کے پیریزہ گوار کی شان میں جو مرثیہ حضرت آمنہ نے لکھا ہے اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

عقا جانیب الطحان علی ہا	وجا وکد الخارج فی القمام
وہمہ المنایا دعوتہ فاجابھا	وما ترکت فی الناس مثل ابن ہام
عشیتہ لحویحماون سریرتہ	لقا ورتہ اصحابہ فی التراحیم
فان تلک غالیۃ المنون رہا	فقد کان معطاء کثیر التراحیم

انہا۔ مرزا عبد الکریم بن مرزا عبدالوہاب محمدا ولد کی لڑکی تھی۔ اس کا نسب فتح علی شاہ شاہ ایران سے تھا۔ اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ تھی۔ فارسی کے علاوہ (جو اس کی مادری زبان تھی) عربی میں کامل دستگاہ حاصل تھی اس کی لڑکی کا نام آغا کوپک تھا۔ اس کی طبیعت بھی

خدا داد موزون پیدا ہوئی تھی۔ آغا بہت میرزا عبدالکریم کا شخص نشاط تھا۔ اوس کی یہ
رباعی مشہور ہے

گویند بہشت و حور و کوثر باقی است	ور روز جزا و فرخ و محشر باقی است
دو نرخ جہل و بغض علی و آلش	جنت بہ محبت پیسہ باقی است

آغا حاجی۔ شاہ فتح علی شاہ والی ایران کی بی بی اور ابراہیم خان جوانشہ شوشی کی
ہنس تھی۔ عرم خاقانی کے تھامی خدام نہایت ادب کے ساتھ اسکی عزت و حرمت کیا کرتے
تھے۔ اسکی تعلیم اعلیٰ درجے کی ہوئی تھی۔ اسکی پاک طبیعت میں موزونیت نے ایک
اچھا خاصہ فصیح مگر بنایا تھا۔ شکر کاوش بھی میں ذرا سلوٹ نہ تھی اوسکے دل میں اور
دماغ میں نہایت سجادہ سے فطرتی طور پر بچا ہوا تھا۔ ذیل کے اشعار اسکی تصنیف سے ہیں

خرم آن کو بسیر کوئی تو جانے وارو	کہ میر کوئی تو خوش آب ہو گئے وارو
بسفر رفت و دم شد جس ناقہ وارو	رسم این ہست کہ نہ ناقہ درائے وارو

ولہا

سو ختم از آتش غم نہ صما تاکے نہ منغ	بہیزی بر آتش و امن برا و خاموشی پاش
-------------------------------------	-------------------------------------

ولہا

تا شتر نویسند اگر می نشود طے	لے و فر حسن تو نہ طو مار ذرا قسم
------------------------------	----------------------------------

آقامی۔ یہ عورت فارس کی رہنے والی تھی۔ عاشق چلی پیسے مگر وہ میں کہتے ہیں کہ
آناقی نہایت طبیعت دار عورت تھی۔ اسکا شمار فصحا و بلغامین ہوتا تھا۔ لیکن اوس
اوس کا کلام نہیں ملا۔

مکتہ۔ ایک عربی مشہور و معروف شاعر عبدالمدین علی الدنکی پیارمی بی بی تھی۔ ابن سینا
دو وزن میں ایک خدا داد محبت تھی۔ آسنہ کی طبیعت میں غضب کا چلبلا پن تھا۔
طبیعت کی شوخی اکثر اسکو ایسا بے چین کر دیتی تھی کہ جب کا حد و پابان نہیں ملا

و نہایت مہذب تھی۔ کیرنجہ اور سکوسی ایسے لائق استاد نے تعلیم دی تھی جسکی وجہ سے وہ
 باسلیقہ اور ہوشیار ثابت ہوئی۔ علم نے اسکے دل میں اپنا گھر کر لیا تھا۔ فصاحت و
 بلاغت کا سکھ تمام عرب میں پھیلایا تھا۔ اکثر اوقات اپنے پیارے شوہر سے اٹناؤ گفتگو
 میں شاعرانہ محاورات استعمال کیا کرتی تھی اور چہرہ کر تی تھی۔ اوسکی پاک طبیعت کی تصنیف
 ہم نذر ناظرین کرتے ہیں۔

اشعار

وانت الذی خلقنہ ما وعدتی	وانتم لی من کافیل علی یوم
وابنہ لئلا تناس ثم ترکنی	لہم غرضاً اذنی وانت سلیم
فلو کان قول بیکم انجسم قد بدلا	بجسمی من قول الوشا دکاوم

صاحب کتاب آغا آری اور صاحب ترمین الاسواق نے اس عورت کے بہت سے اشعار
 لکھے ہیں۔ منجملہ اوسکے چند اشعار یہ ہیں۔

اشعار

تجاہلت صلی جین لاحت عماما	فضلا حرمنا الخلیل اذنا البصر
ولو من قوی الخلیل الذی ققطم	لضیب ولی رای وعقل موفر
ولکنما اذنت بالقوم بقتنہ	ولست علی شئ الذی جئت قد

اقتباس۔ یہ عورت ہرات کی رہنے والی تھی۔ اسکا خاندان بڑا معزز اور نامی تھا۔ اگرچہ
 اسنے اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کی تھی مگر اوسکے تھوڑے علم نے اوسکی طبیعت کو نہایت موزون
 بنا دیا تھا۔ اوسکا کلام فصیح ہوتا تھا۔ کم گو بہت تھی مگر جو کچھ کہتی تھی وہ سانسچے میں ڈھلا ہوتا
 تھا۔ وہ کہتی ہے۔

آہ ازان داسے کہ دروشتہ جان تاب زو داسے ازان لعلے کہ ہر دم خور و خوتا ب زو

آئمہ یہ لائق و فائق محدث شرف الدین ابوسبی بن احمد بن احمد بن محمد بن محمد الانصاری
الدوسوی اہلی کی دختر نیک اختر تھیں۔ اسکے والد بزرگوار اپنے زمانے کے مشہور و معروف
عالیوں میں سے تھے۔ اور یہی اپنے عہد میں نامی گرامی محدثین میں تھیں۔ امام سیوطی
نے علم حدیث میں ان سے بہت سے سبق حاصل کئے تھے۔ آئمہ نے وہ اسطے درجہ کی تعلیم
حاصل کی تھی کہ علم حدیث میں امام سیوطی جیسے بڑے عالم کی معلمہ تھیں۔ امام سیوطی آئمہ کی
بہت قدر کیا کرتے تھے۔ اور اپنی معلمہ پر انکو بہت ناز تھا۔ اور اکثر فقر کے ساتھ اون کا
مذکور کیا کرتے تھے۔ بلاشبہ کرا ایک محلہ جہاں جلال الدین بھٹی پیدا ہوئے تھے انہیں لائق
خاتون کے نام سے مشہور ہے۔

آئمہ یہ محدث عورت جبار الدین صالح بن ابی المنصور کی لڑکی تھیں جو ۹۷۷ھ میں
مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں تھیں امام سیوطی نے علم حدیث کی فضیلت کی پگڑی انہیں کے پاک
ہاتھوں سے اپنے سر پر باندھی تھی۔ آئمہ خاتون دختر شرف الدین مذکورہ سے امام سیوطی
نے حسبہ علم حدیث کے سبق حاصل کئے تھے۔ مگر ان سے کامل محدث جہے تھے۔
کسی نے سچ کہا ہے کہ اچھی بان کے پیٹ سے اچھا ہی لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ دیکھو قاضی کہ
حال محمد ابن الصبیہ انہیں لائق محدثہ کے فزنا رہند تھے۔

آئمہ بنت علی۔ اس محدث عورت کے باپ علی بن عبد الغفری دمشق تھے۔ وہ اسما
بنت صفوان۔ عبد الدین السائب اور دوسرے محدثین کی جلسوں میں حاضر رہتی تھیں
اور علم حدیث پڑھا کرتی تھیں۔ اور خود ہی علم حدیث کی تعلیم دیتی تھیں۔ ابن حجر نے اپنی تصنیف
کتاب ابن ابی العز و النعمان میں اس محدثہ کا ذکر کیا ہے ۹۸۷ھ ہجری میں اس عورت کا
انتقال ہو گیا۔ اور اپنے بعد اپنا ایسا ہم عصر کوئی نہ پھوٹا۔

اعمالک۔ یہ لائق محدثہ ابراہیم ابن حلیل ابن مجہود کی لڑکی اور شیخ جمال الدین ابن الشیخی
کی مشہور و معروف بہن تھیں یہ فاضل عورت ابن حجر عسقلانی کی ہم عصر تھیں۔ جنکے پاس

وہ اکثر ملاقات کے لئے آتی جاتی اور علم حدیث میں بڑے شہرہ شد و مد کے ساتھ مباحثہ کرتی تھیں۔ ان کا سال حیات سنہ ۱۲۵۰ھ ہے۔

اخت المرنی۔ یہ محدثہ عورت ابوالہجیم المرنی کی بہن ہیں۔ جو اصحاب شافعی میں تھے کتاب محقر طبقات سبکی میں لکھا ہے کہ اسی نام کی بہت سی عورتیں علم فقہ میں کامل گذری ہیں۔ اور اون میں سے اخت المرنی بھی ہیں۔ یہ وہ عورت الایق و فایق ہیں جنہوں نے زکات معدن کے مسئلہ میں امام شافعی کے فتویٰ کی اصلاح کی تھی۔ اور اوہمین ایک شرط اور بڑھائی تھی۔ یہ محدثہ عورت اکثر امام شافعی کی مجلس میں حاضر ہوتی تھیں۔

آنی فاطمہ خانم۔ دارالسعادة اسلامبول کی رہنے والی تھی۔ نہایت مشہور و معروف خاندان کی جزوتھی۔ خواجہ سعد الدین حسن جانی صاحب تاج التواریخ کی اولاد میں ہے۔ اسکی شادی امیر آغا کے ساتھ ہوئی تھی۔ جو اسلامبول کا ایک شہزادہ تھا۔ اسکا انتقال ۱۲۲۱ھ ہجری میں ہوا۔ اسکا ایک لڑکا آغا امیر زادہ تھا۔ آنی فاطمہ خانم ایک تعلیم یافتہ عورت تھی۔ ترکی زبان میں اسکا ایک کامل دیوان مسیحی عثمانی موجود ہے۔

ابنہ معقل۔ حضرت علی کے بڑے باپ جبرائیل عقیل تھا او کی بیٹی تھیں۔ خاتونان نبی ہاشم میں انکی فصاحت کا ذکر کیا جاتا تھا۔ حضرت سید الشہداء نے جو سوقت شام کے سفر سے مدینہ منورہ میں معاودت فرمائی تھی او سوقت خاتون مذکورہ معہ ایک جماعت کے آپ کے استقبال کیواسطے آئیں اور کچھ نوحہ وزاری کر کے ذیل کے اشعار پڑھے جس سے فصاحت اور بلاغت کا پورا پورا حال معلوم ہوتا ہے۔ یہ اشعار انہیں کے خاص تصنیف سے ہیں۔

اشعار

ماذا تقولون اذ قال البی کلم	ماذا فعلتم وانتم اخرا لامر
یقرئ و باہلی بعد مقتدی	منهم اساری و صری صیو ابی
ماکان هذا خیر الی اذ فحیت کلم	ان تخلصونی لیسوف فی ذوی حی

ابن کثیر و کتاب مختصر و تتمہ المختصر اور وہ سری مشہور اور معتبر کتابوں میں ذیل کا ایک شعر بھی
 انہیں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن صاحب تاریخ طبری سے اس شعر کو حضرت ام کلثوم زوجہ
 حضرت فاروق اعظم کی طرف منسوب کیا ہے۔ صاحب طبقات شعرائی نے حضرت زینب
 کی طرف نسبت کی ہے۔ اور بعض حضرت سکینہ کا مشہور کرتے ہیں۔

وہو هذا

اشھاد علی اللہ علیہ وسلم

اشھاد علی اللہ علیہ وسلم

اسما بنت محمد۔ ریحیل اللہ محمد شہید بن مصری کی دختر تیک اختر تھیں۔ جو اہل
 دمشق سے تھے۔ آخر ۱۳۳ھ میں وہ پیدا ہوئی تھیں۔ انہوں نے برکی ابن ملان
 محدث سے حدیث کی کئی ایک کتابیں پڑھیں۔ اور بعد ازاں کئی ایک بار اوسکا درس
 ہی دیا تھا۔ انہوں نے مدت تک اپنی شادی نہیں کی۔ اس خدا کی پاک بندی کے
 وجود باوجود سے دنیا کو جو فیض اور برکتیں حاصل ہوئی تھیں وہ لقا دین بہت ہیں۔ وہ
 خیرات بہت کرتی تھیں۔ بارہا زیارت خانہ خدا سے شرف ہوئی تھیں۔ انہیں کے بطن
 شریف سے محمد ابن اسماء جو اپنے زمانہ کے ایک مشہور و معروف بزرگ ہیں پیدا ہوئے تھے
 اسکے بہائی قاضی القضاۃ مولانا نجم الدین شافعی تھے جنہوں نے انکی امات سے دس
 سال قبل قضا کی۔ ان عالمہ عورت کے زمانے میں مشاہیر روایات حدیث سے کوئی بھی
 سے زیادہ معزز نہ تھا۔ ابن دروی مشہور و معروف عربی شاعر نے اسماء بنت محمد کی جو مدح
 کتاب تتمہ المختصر میں لکھی ہے اس کے دو شعر نذر ناظرین کئے جاتے ہیں۔ انکا انتقال
 ۳۳ھ ہجری میں ہوا۔

اشھاد

اشھاد علی اللہ علیہ وسلم
 وما التایت لاسمہ علیہ السلام

اشھاد علی اللہ علیہ وسلم
 وما التایت لاسمہ علیہ السلام

امتہ الخالق۔ اس لایق عورت کے والد بزرگوار عبداللطیف ابن صدقہ ابن عوض
 المناوی الحنفی ہیں۔ انکے سنہ ولادت ۸۱۳ھ ہجری بیان کئے جاتے ہیں۔ مشہور و معروف
 محدثین میں انکا شمار کیا جاتا تھا۔ یہ مجلس درس مولانا جمال الدین جنبلی میں حاضر رہتی تھیں
 اور سند احمدی اور حجم صغیر طبرانی کو پڑھتی تھیں۔ سیرۃ ابن ہشام سے یہی علم حاصل کیا تھا۔
 اکثر محدثین نے انکو فتویٰ کی اجازت دی تھی۔ کتاب الغیہ بن مالک اور منہاج العابدین انکو
 ازباید تھی۔ انہیں کتابوں کو ادھونوں نے خود لکھا ہی تھا۔ اکثر اساتذہ محدثین نے
 انہیں سے روایتیں نقل کی ہیں۔ انکی عمر ایک سو سات برس کی تھی ۹۲۰ھ ماہ ذیقعد میں
 ابن لایق محدث نے اس جہان فانی سے رحلت کی۔ امتہ الخالق کی سب سے زیادہ بزرگی
 یہ تھی کہ وہ امام سیوطی کی اوستاد تھیں اور ان سے ادھونوں نے علم حدیث حاصل کیا تھا
 امام صاحب نے انکا ذکر کتاب منجم میں کیا ہے۔

ام الخیر البغدادیہ۔ یہ یکتا، علم محدثہ جمال النساء کے نام سے زیادہ مشہور ہیں بغداد
 کی رہنے والی تھیں۔ انہوں نے اپنے زمانے کے متبحر اور مشہور و معروف عالموں سے
 جو علم و فضل میں کمال رکھتے تھے اور جو تدریس و تعلیم سے طالب علموں کو فائدہ پہونچا کرتے
 ابن البطلی۔ داؤد المظفر الکافغزی۔ اور شجاع الحرابی کو دیکھا تھا۔ اور ان سے علم حدیث
 حاصل کیا تھا۔ اسکے بعد انہوں نے خود ہی تعلیم و اشاعت حدیث میں سعی و ملینگی کی تھی۔
 اکابر محدثین مثلاً اسمعیل بن عساکر۔ قاضی القلی الدین سلیمان ابن سعدہ۔ ابن شیمہ۔ فاطمہ بنت
 سلیمان اور دیگر علماء و تبحرین نے اس عورت سے اجازہ حاصل کیا تھا۔ علم و فضل کے علاوہ
 ان میں اعلیٰ درجے کا زہد و ورع بھی تھا۔ وہ کئی بار حج کو مکہ معظمہ گئی تھیں۔ ۸۴۰ھ میں
 وہ راہی سفر آخرت ہوئیں۔

ام الفتح۔ یہ مشہور و معروف محدثہ احمد بن کامل خلف بن شجرۃ بن منظور الشجرى البغدادی
 کی اولاد کی تھیں۔ علم حدیث میں انکو اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ انکا لقب انبئۃ السلام پڑ گیا

حدیث کی تعلیم سے انہوں نے ایک سالانہ دراذ تک خلق اللہ کو فائدہ پہنچایا۔ بہت سی
سیدہ ہونیک بعد وہ ششہ میں رہی ملک بقا ہوئیں۔

ام کچھ۔ یہ محدث عورت اوس بن ثابت الفزاری کی بی بی تھیں۔ چکوا حضرت کی صحبت
کا فخر حاصل تھا۔ اور وہ خود بھی صحابیہ میں تھیں۔ جب اوس کے شوہر اوس غزوہ احد میں
فوت ہوئے تھے یہ اور انکی دو لڑکیاں باقی رہیں تو اسکے عزادوں نے حسب رسم و عادت
ایام جاہلیت پر چاہا کہ انکا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا جائے اور ام کچھ اور اسکی دونوں بہنیں
تریکے سے محروم رہیں۔ ایام جاہلیت کی یہ رسم تھی کہ شوہر کے مال میں زوجه و ریاض کے
ترکہ میں بیٹیوں کا کوئی حق نہ تھا۔ اور انہیں کوئی میراث نہیں دی جاتی تھی۔ اسی مطلب
پر یہ آیت شریفہ مبنی ہے کہ تَاْكُلُوْنَ الثَّرَاثَ اَكْلًا مَلًّا اور اسی وقت قرآن مجید کی یہ آیت
بھی نازل ہوئی کہ لِلنِّسَاءِ لِمَا وَلِيْنَھُنَّ مِنَ الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّلَاةِ اَوَّلُ مَا لَمْ يَكُنْ لَكُمْ
کَوَامِلُ کَمَّا لَكُمْ مِنْ دَوْلَتِ اَنْدَاوِیْ کر نے سے مخالفت کی بعد از ان یہ آیت کہ یہ کیو جیسک
اللہ دار ثون کو حصہ دینے کے لئے نازل ہوئی۔ اسی آیت کی بنیاد پر ام کچھ کو آٹھواں حصہ
اور انکی لڑکیوں کو تیسرا حصہ دیا گیا اور باقی ماندہ مال اوس کے عزادوں کو حوالے کر دیا۔

ام ہانی بنت قیس۔ اس لایق محدثہ کے باپ حافظ ثقی الدین بن محمد بن محمد الدماکی
تھے۔ انکو علم حدیث میں اس قدر کمال حاصل تھا کہ علامہ سیوطی انکی شاگردی کو اپنا فخر سمجھتے
رہے۔ ذیقعدہ ششہ میں پیدائش ہوئی تھیں۔ انتقال کا حال معلوم نہیں ہے۔

ام ہانی میر۔ پیشوور و معروف محدثہ شیخ نور الدین بن ابو الحسن علی بن قاضی القضاة
ثقی الدین عبد الرحمن بن عبد المؤمن المورینی الشافعی کی لڑکی تھیں۔ انکا ایک لڑکا تھا
جو اپنے وقت کا علامہ تھا۔ اوسکا نام علامہ سیف الدین جعفری تھا۔ شعبان کے مہینے ششہ
میں پیدا ہوئی تھیں اور (۹۳) برس زندہ رہ کر ششہ میں سلخ ماہ صفر ششہ کو انتقال
کیا۔ اس ذہین عورت نے قرآن مجید۔ کتاب طہ منظومہ جو نحو میں ہے اور فقہ شافعی

کی کتاب مختصر فی شجاع کو حفظ یاد کیا تھا۔ انکے نا تاجر الدین القایانی نے انکو ساتھ برس کے سن سے علم تحصیل کرایا تھا۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے مشاہیر محدثین سے احادیث اور مسائل فقہ سماعت کی تھی۔ پیر انہوں نے امام سیوطی کو علم حدیث کی تعلیم دی تھی۔ امام سیوطی نے ام ہانی مرحوم۔ ام ہانی قند۔ اور ام ہانی بنت ابوالفوارس کا ذکر اپنی کتاب النجوم فی الجمع بین کیا ہے۔

الجبلیۃ السلطانیۃ۔ یہ محدثہ سلطان عادل ابی بکر بن ایوب فرمانروا سے مصر و شام کی دختر نیک اختر تھیں۔ گویا اصل نام تو مونسہ تھا مگر علم و فضل کی جلالت اور قدر سے الجبلیۃ السلطانیۃ مشہور ہوئیں۔

اروی بنت الحارث۔ حارث بن عبدالمطلب کی لڑکی تھیں۔ انکے لڑکے کا نام مطلب بن ابی وراعتہ اسمی تھا۔ حضرت رسول صلعم کی چچا زاد اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حقیقی بہن تھیں۔ صحابیہ مین انکا شمار ہے۔ مان کا نام غزیرہ دختر قیس بن حارث ازبشرہ حارث بن فہر بن مسالک تھا۔ جواہر لفظ کے مصنف البیہ افندی نے ایک مقام پر اروی کی ایک نقل لکھی ہے کہ امیر معاویہ کا شاہانہ دربار گرم تھا۔ اتفاق سے اروی کو چھ نہار دینار کی ضرورت پیش آئی۔ اروی امیر کے دربار میں گئی اور چھ نہار دینار کی درخواست کی۔ امیر معاویہ نے فوراً چھ نہار دینار منگو کر دئے۔ دینے کے بعد امیر نے اروی کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تیرے چچا کے لڑکے حضرت علی میری جگہ ہوتے تو یہ عطیہ تمہارے کبھی نہ دیتے۔ اروی ان کلمات کو سن کر نہایت آبدیدہ ہوئی اور ابوالاسود الدہلی کے مرثیہ کے وہ اشعار جو علی بن ابی طالب کی شان میں لکھے تھے پڑھے۔

اشعار

الایامین و بیات اسعدینا	الایامین و بیات اسعدینا
-------------------------	-------------------------

بعید تر تھا و قدرت الیقینا
 فلا فرت عیون الشامتینا
 بحیدر الناس طراجمینا
 فذلک لها من رب السفینا
 ومن تفرع المشانی والمینا
 وحب رسول رب العالمینا
 بانک خیرها حسا و دنیا
 رایت البدر راق الناظرینا
 نری مولی رسول اللہ فینا
 ولیدن المرء الا قرینا
 ولم یخلق (مخلوق) من المخلوقینا
 لفام حارفہ بلد سینا
 فان لقیہ الخلق فلیسا

تنکی ام کلثوم علیہ
 الاقل للفوارچہ چٹ کانا
 انی الشہر الحرم مجتونا
 قتلتم خیر من رب المطایا
 ومن لبس النعال من خلدہ
 وکل مناقب لیزات فیہ
 لقد علمت قلبش حیث کانا
 اذا استقبلتہ الی ابنہ
 وکنا قبل قتلہ بخیر
 یقیم الحق لا یتاب فیہ
 ولیس بکافر علما لہ
 کان الناس اذ فقد اعلی
 فذا تشمت معاویہ بن خب

امیر معاویہ نے یہ اشعار سنکر پی گردن جو کالی۔ اور کہا اے اروی میں قسم کرتا ہوں
 کہ تو نے جو اسوقت پڑھا اس سے حضرت علی افضل تر ہیں۔ اس کے بعد اس نے اور
 بہت کچھ دیا اور اروی رخصت ہوئی۔ بعض مورخین مذکورہ صدر اشعار کو اروی بہت
 الحارث ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اروی بہت عبدالمطلب۔ حضرت عبدالمطلب حضرت رسول خدا کے جد کی لڑکی
 تھیں۔ یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ شاعر کی جاتی ہیں۔ انہوں نے اپنے پدر بزرگوار کے چند
 مرثیہ لکھے ہیں۔ جنکے بعض اشعار لکھے جاتے ہیں اشعار
 بکت غلبی وحق طعا الکاء علی سحر سجینہ العجیب

علی سہل الخلیفۃ الطی	کریم الخسیر ننتیہ العدا
علی الفیاض ننتیہ ذی المال	ایوہ الخیر الیس کہفاء
طویل الباع الملس شیلظہ	اعز کان غرہتہ ضسیاء
اقب الکشف اروع ذی فضل	لہ الہیاء المقدم والثناء
انی الضیعیہ الیہ صلی زری	قدیم الحمد الیس الہو خفاء
ومعقل مالک ورمیع قھر	وقاضیہا اذا الفسلف القضاء
وکان ہوا لقی کرما وجودا	وباسا حین تشکیب اللہ ثناء
اذا ہاب الکماۃ الموتی	کان قلوب اکثر ہر ہوا
لضی قدما بذی راہی حبیب	علیہ حین تبصر الیہ باع

سید ابن ہشام اور صامرات محی الدین میں لکھا ہے کہ سطورا البدر مرثیہ اروی نے قبل اپنے باپ کے انتقال کے لکھا تھا جناب عبدالطلب نے اپنی بیٹیوں اروی و ام کلیم البیضا و امیمہ و برہ و صفیہ اور عاتکہ کو اپنے مرض موت کی حالت میں بلایا اور کہا کہ جو مرثیہ تم میرے مرنے کے بعد کہتیں وہ قبل میرے مرنے کے کہو۔ خدا نے ان سب کو وہ طبیعت اور ذہن عطا کیا تھا جس کے باعث یہ عورتیں بہت مشہور و معروف ہو گئیں۔ حضرت عبدالطلب کی لڑکیوں نے اپنے باپ کی وصیت اویسی وقت پوری کی اور تمام لڑکیوں نے ایک ایک مرثیہ لکھا۔

اسما و بنت عبداللہ۔ یہ عورت قبیلہ بنی نذرہ میں تھی۔ یہ نہایت فصیحہ تھی۔ اسکی ایک کہی ہوئی مثل تمامی عرب میں مشہور ہے اسکی دو شاویان ہوئی تھیں۔ اوس کے اول شوہر کا نام عروس تھا وہ ہی قبیلہ بنی نذرہ سے تھا۔ یہ شخص نہایت خوبصورت تھا۔ لیکن عمر نے وفا کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اوس نے اپنی پیاری بی بی کو ہمیشہ کیواسطے چھوڑ دیا۔ اور راہی ملک بھا ہوا۔ اسما و بنت عبداللہ۔ یہ وہ تھوڑا عرصہ

گزار کے جسکو چارے پاک اسلام نے عدت کے ساتھ تعبیر کیا ہے دوسرے کلچر پر آمادہ ہوئی قسم سے اسکا دوسرا شوہر ایسا کریہ نظر اور بد شکل تھا کہ وہ اس سے نہایت ناخوش رہا کرتی تھی۔ یہ صیب شوہر حب اسما، مذکورہ کو اپنے گھر لے چلا تو اسکی بی بی نے کہا کہ جبکو اپنے مرحوم شوہر کی قبر پر گریہ و زاری کرنے کی اجازت دے۔ جب اس کے شوہر نے اجازت دی تو اس نے اپنے پیٹے شوہر عروس کی قبر پر اس طرح گریہ و زاری شروع کی کہ سنتے والوں کے دل بلباتے تھے۔ اور وقت اس نے یہ فقرے اپنی زبان سے نکالے

فقیر سے

یا ثلثا فی اھلہ واسل علیہا

ایسا یا عروس الاعرس

سم اشقیلا لاعلم ہا الناس

یعنی میں تجہ پر گریہ و زاری کرتی ہوں اسے عروس عروسوں کے۔ اے وہ شخص کہ تو حرم کرنے کی وقت میں نہایت نرم دل۔ علیم اور بردبار تھا۔ اور لڑائی کی وقت میں تری شہامت نسل شیر کے تھی۔ اور تجہ میں ایک ایسی صفت تھی کہ دوسرے لوگ اس سے محروم تھے۔

اور اسکا شوہر جو ایک طرف کھڑا ہوا تو اس آخری کلمہ پر چونک اٹھا۔ اور اپنی بی بی سے کہنے لگا کہ عروس میں وہ کون کونسی ایسی صفتیں موجود ہیں جنکو دوسروں میں نہیں دیکھتی۔ اس رونے والی نے کہا شعر

ولعل السیف صیحات بابا

کان عن الھتد فی غیبتھ

یعنی وقت پڑنے پر ذرا ہی تسامح اور تفاؤل نہیں کرتا تھا۔ بلکہ تشویش اور کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور وہ اپنے دشمن کے مقابلہ سے نہیں ہٹتا تھا۔ اب تھوڑی دیر کے بعد اسٹار نے اپنے پیارے معذور عروس کی روح میں یہ فقرے پڑے

الطیب الحیم الذکر الیم المخصر

یا عروس الاعز الازھر

معراشیاء الہ لا تذکر

یعنی اسے میرے پیارے عروس تیری پیشانی نہایت درخشان تھی۔ تیرا خلق نہایت پاکیزہ تھا۔ اور تجہ میں وہ محاسن حمیدہ تھے کہ جسکو میں اپنی زبان سے ادا نہیں کر سکتا اس کے موجودہ شوہر نے اس سے پہر دریافت کیا کہ عروس کے اون صفات کو بیان کر جو خاص اوصاف میں موجود تھے۔ لیکن زبان پر نہیں آسکتے۔ اسماء نے اس کے جواب میں یہ کلمے زبان سے نکلے۔

کان عیوفا للثنا والتمسک

طیب الکھتہ غید الخیر

البس غید را عسری

یعنی عروس مرحوم میرے افعال سے بہت پرہیز کرتا تھا۔ اس کے جسم سے نہایت عمدہ خوشبو آتی تھی۔ اس کے دھن سے وہ بدبو نہیں آتی تھی جو دوسروں کے موہنہ سے آتی ہے۔ اس کا موجودہ شوہر سمجھ گیا کہ آخری فقرہ میرے اوپر حملہ کر رہا ہے کیونکہ خود یہ گندہ دھن تھا۔ اب دو نوں میان بی بی بیان سے روانہ ہوئے۔ مگر اسماء نے اپنا عطر دان بیدین چھوڑ دیا۔ شوہر نے اسماء سے اس کا سبب دریافت کیا کہ تو نے اپنا عطر دان بیان کیون چھوڑ دیا۔ اسماء نے اس کا جواب دیا کہ لا عطر لعلہ دوس یعنی عروس کے بعد کوئی دوسرا عطر نہیں استعمال کرنا چاہئے۔ یہ عربی کا فقرہ تھامی عرب میرا ایک شہو گیا اور اب اس طرح سے استعمال ہوتا ہے لا عطر لعلہ دوس نہیں ہے قدر عطر کی بعد عروسی کے۔

اسماء نہایت نرید الا انصار یہ۔ اس عورت کے باپ کا نام زید بن السکن الاشجلی تھا یہ حضرت صحابہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ یہ عورت بھی صحابیہ میں سے تھی۔ اس کی فصاحت کی تھامی عربستان میں شہرت تھی ایک مرتبہ خود آنحضرت صلعم نے اس کی فصاحت پر تعجب کیا تھا۔ ایک مرتبہ یہ عورت پیغمبر اسلام کے پاس حاضر ہوئی۔ اور خدمت

بارکت میں یہ عرض کیا کہ میں اپنے تمامی بھنسون کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ اس عورت نے اپنی عرض کو اس طرح سے شروع کیا۔ ”یا نبی انت وائی یا رسول اللہ انا واذنک النساء الیک انک عنک رجل یفتک الی الرجال و النساء کافئۃ فامنا بک و بہ المہاک وانا معشر النساء محصورات مقصورات قواعد بیتکم و مقفی شہواتکم و ماسلات اولادکم و انکم معشر الرجال افضل علینا بالجمع و الجماعات و عبادۃ المرفی و جنود الجنائز و الحج بعد الحج و افضل لک انکم ہاد فی سبیل اللہ عنک رجل وان الرجل اذا خرج حاجا او معتمرا و جماعا یحفظنا لکم اموالکم و غزلنا الثوابکم و ربینا لکم و لادکم فنشارکم فی هذا لاجر و الخیر“

یعنی اے پیغمبر آپ کے اوپر سے ہمارے مان اور باپ خدا ہوں میں اپنے بھنس عورتوں کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ آپ کو خدا سے عزوجل نے تمام عورتوں اور مردوں پر رجوت کیا ہے۔ اور ہم سب آپ کی رسالت اور خدا کی وصایت پر اسلام لائے ہیں۔ اے پیغمبر ہم سب عورتیں اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ اپنی اپنے گھروں میں رہتے ہیں۔ ہم سے لڑکے بالے پیدا ہوتے ہیں۔ اور آپ لوگ مسجدوں میں جا کر نمازیں پڑھتے ہیں۔ بیاروں کی عیادت کرتے ہیں۔ بار بار حج کرتے ہیں۔ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اگر آپ لوگ یہ کام کرتے ہیں تو ہم آپ کے اموال کی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ کے لباس کیواسطے سوت کا تاکرتے ہیں اور کون بالوں کی نگہداشت اور تربیت کرتے ہیں۔ اس صورت میں ہم لوگ بھی آپ لوگوں کے ساتھ عمل خیر کی جزا میں شریک ہیں یا نہیں۔ حضرت رسول خدا صلعم نے یہ سن کر صحابہ سے فرمایا تم لوگوں نے کبھی ایسی عمدہ فصیح گفتگو کسی شخص کی سنی ہے۔ صحابہ نے جواب دیا کہ ہم نے کبھی ایسی گفتگو کسی عورت کی نہیں سنی۔ اسکے بعد رسول خدا نے اسما کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ”اے عورت تو اپنے بھنسون سے کہہ دے کہ اگر تم لوگ اپنے شوہروں کو خوش

رکھو گی تو غلو تمام اعمال خیر کی جزا ملیگی جبکہ تو نے اپنی زبان سے ابھی بیان کیا ہے۔
 اسماء بنت شمس الدین - اسکا باپ بہت بڑا محدث گزرا ہے۔ اسکے اٹکے کا نام
 شیخ نقی الدین تھا۔ ابن حجر عسقلانی کے پانچ سال قبل پیدا ہوئی تھی۔ یعنی ۷۳۵ھ میں۔
 اسکے پہلے شوہر کا نام ربی تھا۔ اوسکے مرنے کے بعد علاؤ الدین ہنقریزی کے ساتھ نکاح
 کیا۔ یہ عورت فاضل اجل اور صاحب تقویٰ تھی۔ اسکی ایک بہن تھی جسکا نام اسماء الرحیم تھا۔
 اسماء العامریہ - اندلس کے ایک شہر شیلیہ کی رہنے والی تھی۔ اسکے قبیلہ کا نام
 آل نبی عام تھا۔ یہ عورت کامل تعلیم یافتہ تھی۔ خوشنویس اسلے درجہ کی تھی نظم و شعر دونوں
 کا پایہ بڑھا ہوا تھا۔ اس نے ایک بہت لمبا چوڑا قصیدہ اپنے گھر کی خانہ داری میں لکھا
 ہے کہ وہ کیونکر اپنے مال و اسباب اور گھر کی نگہبانی کیا کرتی تھی اوسکے قصیدہ سے دوشہر
 ہم ہی نقل کئے دیتے ہیں۔ سیر الموحد بن عبد المؤمن علی نے بھی اوسکے دوشہر ہی لکھے ہیں
 اشعار

عرفنا النصر والفتح المبینا	لسیدنا امیر المومنین
اذا کان الحدیث عن المعالی	رايت حدیثک فہیما شعبونا
<p>قصیدہ کے آخری شعرون میں اسنے اپنا حسب نسب بہت اچھی طرح سے ظاہر کیا ہے۔ اسماء بنت شمس - یہ عورت اسلامبول کی رہنے والی تھی۔ اسکے باپ کا نام احمد آقا تھا اسکے شوہر کا نام محمود جلال الدین تھا جو خوشنویسی میں مشہور و معروف ہے۔ اسماء بنت شمس نے خطاطی میں اپنے شوہر سے زیادہ مہارت حاصل کی تھی۔ اس نے خود اپنے شوہر سے اس فن کو سیکھا تھا۔ جلال الدین نے بھی خطاطی کے تمام نکات اسکو سکھائے تھے۔ جلال الدین اپنے نام کے ساتھ اپنی بی بی کا نام لکھا کرتا تھا خطوط ممتاز میں اسکے ہاتھ کے بہت سے خط لکھے ہوئے ہیں۔ ابن کثیر نے اسی طرح کی گیارہ عورتیں گنائی ہیں۔ اعتماد - یہ عورت محمد بن عبد سلطان استبیلیہ کی بی بی تھی۔ اسکی لڑکی کا نام بشیہ تھا۔</p>	

علم ادب میں اسکو کامل و مستگاہ حاصل تھی۔

اعرابیہ شیخ محی الدین اپنے مسامرات میں لکھتے ہیں کہ یہ عورت بادشاہ سے تھی اور اپنے وقت کی ناما شاہ تھی۔ اسکے مرن میں حدود سے کی صفائی اور شایستگی تھی۔

نذیر بخت عبدالوہاب نے ایک حکایت لکھی ہے کہ خلفائے بنی عباس میں سے ایک شخص اعرابیہ پر عاشق ہوا۔ چند مہینوں کے بعد خلیفہ کا اعرابیہ کے ساتھ نکاح ہو گیا۔ خلیفہ اپنی بی بی کو دار الخلافہ میں لے آیا۔ وہاں کی آب و ہوا اعرابیہ کو نا موافق ہوئی۔ اور بجائے ہشامی اور بشا شہی کے اسکی حالت روز بروز غیر ہوتی گئی۔ اگرچہ اس کا شوہر ایک خلیفہ وقت تھا۔ تمام آرام و آسائش کی چیزیں تیار تھیں۔ مگر اس کے خادموں میں اسکی لیاقت نہیں تھی کہ وہ مکان کو اس کے فریضے آراستہ کرتے۔ اعرابیہ کا دل اس مقام سے نہایت پریشان ہوا۔ کہنا پینا بالکل ترک کر دیا۔ اس کے چہرے پر اداسی چھائی رہتی تھی۔ دل تنگ ہو گیا تھا۔ دشت ہر وقت دامنگیر ہا کرتی تھی۔ اس کے شوہر خلیفہ نے ایک دن اس سے پوچھا کہ جیسے تو بیان آئی ہے میں نے تجھ کو ہتے بولتے نہیں دیکھا۔ تیرے چہرے پر نہ بشا دشت معلوم ہوتی ہے۔ نہ کہنا نا اچھی طرح کہلاتی ہے۔ آخر اسکا سبب تو کچھ بتا کہ جسکا علاج کیا جائے۔

اعرابیہ نے خلیفہ کو بتایا کہ مجھ کو جنگل کی ہوا خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ جنگل کے لہجہ شدہ خیمے مجھ کو بہشت کا مزا دیتے ہیں۔ جن میں جنگل کی ہوائیں چاروں طرف سے آتی ہوں۔ نہرین بہر رہی ہوں۔ آبشار چل رہی ہوں۔

ان بہتے ہوئی نہروں اور آبشاروں کی آواز میں جس وقت میرے کان میں پڑتی ہیں اس وقت میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ خلیفہ نے دجلہ کے کنارے پر ایک نہایت پُر فضا کوٹھی تیار کر کے اعرابیہ کو اس میں بھیج دیا۔ دجلہ کے کنارے پر خلیفہ نے کوٹھی یہ سمجھ کر بنوائی کہ اعرابیہ کو اپنا وطن بخیر یاد آتا ہے اس کوٹھی کا نام معشوقہ رکھا تھا۔ سچا ایک

بہت بڑا جنگل ہے۔ یہاں قبیلہ بنی عامر کا فروگاہ اور سکنا تھا۔ مجنون عامری نے اپنے
 رہنے کے لئے یہی جگہ پسند کی تھی۔ یہاں رنگ ستانی ٹیکے بہت تھے۔ بہت سی نرین
 بنتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اسی سبب سے جب اعرابیہ نے اس کو ٹہنی میں قدم رکھا تو اسکو
 دادی بچہ کا گمان ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اسکا دل اور بے چین ہو گیا اور پہلے سے زیادہ
 محزون رہنے لگی۔ ایک روز اسکا شوہر خلیفہ خفیہ طور سے اس کو ٹہنی میں آیا اور
 اعرابیہ کو گریہ و زاری کرتے سنا۔ جو اپنے خاص تصنیف یا شعرا میں سرور کر رہی تھی۔

اشعار

وما ذلت اعرابیۃ قد فتیحا	صروف النوی من حیث لؤلؤ
تمنت احوال الیل لرعاة و خیمتہ	بمجد فلا یقفہ لہا ما تمننت
اذا ذکرک ماء الغدیۃ طینتہ	و بد حصاة آخر اللیل انت
لہا عند العشاء والاکل	سجیڑا ولولا انتاہ لجننت

بعض لوگ لکھتے ہیں کہ قیس عامری کے دیوان میں اول تین شعر کچھ خبری تغیر کے
 ساتھ دیوان مذکور میں لکھے ہیں اور تیسرا شعر اعرابیہ نے کہا ہے۔ خلیفہ نے خوب پوشیدہ
 طور سے اعرابیہ کی گریہ و زاری سنی تو بہت پریشان ہوا اور خیال کیا کہ اسکو تجد میں
 بیچ رہا ہے۔ آخر کار اعرابیہ سے کہا کہ میں تمھیں تو یہ کہ وطن میں بھیج دیتا ہوں
 میں معشوق محل سے تیرے پاس شکار کے بہانے آیا کروں گا۔ اور وہاں تجھے ملاقات
 کیا کروں گا۔

امامہ بنت خرفج۔ یہ ایک عربی عورت تھی۔ اسکی طبیعت نہایت موزون واقع
 ہوئی تھی۔ اسکی فصاحت عرب میں مشہور ہے اسود بن قنان جو عرب کے بہت بڑے
 جوہر و ذوق میں شمار کیا جاتا تھا۔ اسکی مدح میں امامہ نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے
 تین شعر بیان لکھے جاتے ہیں۔

اشعار

اذ شئت ان تلقی فتی لو وزنتہ وفی بہا فضلا وجودا وسودا فتی لایوی فی ساحتہ الا فی مثلہ	بکل معذی وکل یمان وزیا فذاک الاسود بن فناد لیوم ضرب اولیوح طعان
---	---

امامتہ المہدیہ - اسکے نام میں کچھ اختلاف ہے بعض اسکو اسمہ کے نام سے پکارتے ہیں اور بعض امامتہ کے نام سے - یہ عورت صحابیہ میں شمار کی جاتی ہے - اسکا قبیلہ مرہ کے نام سے مشہور تھا - یہ عورت نہایت قابل اور لائق تھی - ایک شخص ابو عفاک یہودی آنحضرت سے جانی دشمنی رکھتا تھا - اپنی خبیث طبیعت اور بد باطنی کیوجہ سے ہمیشہ ایذا رسانی کی فکر میں رہا کرتا تھا - جبوقت اسکو اوس کے کسی دشمن نے قتل کر ڈالا اور اسکے قتل کی خبر امامتہ کو ملی تو اسنے ابو عفاک یہودی کے حال میں چند شعر لکھے - دو شعر بیان بھی لکھے جاتے ہیں -

اشعار

تکذب دین اللہ والمرد احدا حیاک خیف اخر الدہر طغفہ	لعن الذی امتاک اذ بیس ما یخف اباعفاک خذھا علی کید الس
--	--

امتہ الدہ - ایک اسلامبولی عورت تھی - ادب میں اسکو کامل دستگاہ حاصل تھی - کہنات میں اسکو پورا دخل تھا - سلسلہ بھری کے قریب اسکی پیدائش کا سال بیان کیا جاتا ہے - کیونکہ سلطان محمد خان رابع کی معصرتی اسکے باپ کا نام قاسمی زادہ تھا - اسکی عمر (۶۳) سال کی تھی یعنی ۱۱۵۱ھ ہجری میں اسکا انتقال ہوا تھا - ترکی زبان میں اسکا ایک پورا دیوان تھا - جو صدقی امتہ الدہ کے نام سے مشہور ہے - صدقی تخلص کرتے تھے - امتہ الخالق - عبداللطیف بن صدقہ بن عوض المنادی العقی کی لڑکی تھی - یہ عورت اپنے زمانہ میں محدثہ شمار کی جاتی تھی - سلسلہ بھری میں پیدا ہوئی تھی - جمال الدین چلبلی کی

تجلس میں حاضر ہو کر سند احمدی و محمد صغیر طبرانی کے سبق لیا کرتی تھی۔ سیر قارین شاہ
 ہر وقت اسکے پیش نظر رہا کرتی تھی۔ اس کتاب کے اس سے بہت سے فوائد حاصل
 کئے تھے۔ محدثین وقت نے اسکی قابلیت اور لیاقت دیکھ کر اسکو اجازت دی تھی۔
 الفقیہ بن مالک اور منہاج العابدین کو اسے خود لکھاتا اور یہ دونوں کتابیں اس کو
 از پریاوتہین بعض محدثین نے اس سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں۔ ۹۲۰
 میں اسکا انتقال ہو گیا۔ یہ عورت بہت سُن تھی۔ امام سیوطی سنہ ۹۲۰ میں اسکی
 ذکر کر کے اس کے یہ شعر لکھے ہیں۔

اشعار

ہم المقادیر قد غنی اوقدر	ان كنت اخطات فاما خطا القدر
اذا اراد الله امر ابا مصر	وكان ذا عقل وسع ولبصر
اصلما ذنبه واعما قلبه	وسلوا من عقله سل الشجر
حتى اذا انفقد فيض حكمة	رد اليه عقله المعتبر

امام الغزالی شریفیہ۔ اندلس کی رہنے والی تھی۔ شعر گوئی اور ادب میں اس کو
 بہت دخل تھا۔ صاحب لغت الطیب نے یہ دو شعر اسکی طرف منسوب کئے ہیں۔ اس
 میں ایک خاص لطف اور سہم جو ناظرین پر بکھر خود سمجھ لینگے۔

اشعار

لما ظلمت جرحنا في الحشا	ولخطبنا يجركم في المذود
جرح جرح فاجعلوا اذا بدا	فما الذي اوجب جرح الصدود

امام عیسیٰ البیضا، حضرت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کا بدن نہایت چمکیلا
 اور سڈول تھا۔ عرب کے لوگ آپ کے جسم کو بیضا اور قبیہ الدیبا کہہ کرتے تھے۔ آپ کی
 طبیعت نہایت ناظم واقعہ ہوئی تھی۔ اور نہایت قلا در الکلام تھیں۔ اپنے باپ کے مشیے

میں جو اونوں نے اشارہ کر کے ہیں اونہیں سے چند بیان لکھ جاتے ہیں۔

اشعار

ابا یاعین جودی واسطیہ	وکی ذالندی و المکرہات
ابا یاعین و یحییٰ اسعدینی	بدھ من دموم ہا طلات
و یحییٰ خیر من رجب المطایا	ابا الہ الخیر تیار الفرات
طوبی الباع شیدہ ذی المعالی	کریم الخیر محمود المسیات
وصولا للقرابۃ صبر نریا	وغیشانی المتین المصلاات
ولیشاہین تشجیر العوالی	تروق الوعیر الناظرات
عقیل بنی کنانہ والمرجے	اذا ما الدہل قبل بالہفات
ومفرعہا اذا ما ہاجہ ہیمج	بدلہیتہ خصم المعضلات
فکیہ ولا شتمہ کحزن	وابکی ما بقیت الباکیات

ام الدرداء بنی کرم صلعم سے اس عورت نے بہت سی حدیثیں سنی تھیں اور نیز اپنے شوہر سے جگانم غیر تھا۔ (شیخص بہت بڑھکیم تھا)۔ حضرت رسول خدا فرمایا کرتے تھے کہ غیر ہماری امت کا حکم ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ام الدرداء بڑی فاضلہ و قابلہ تھیں۔ ام رطلۃ القشیر یہ۔ یہ عورت نہایت فصیحہ اور موزون طبیعت کی تھی۔ خوش بیانی اور سلی مشہور ہے۔ امام مستغفری نے اسکو صحابیہ میں لکھا ہے۔ حضرت نبوی کی رحلت کے بعد یہ عورت حسین علیہما السلام کو گود میں لئے مدینہ کی گلیوں میں پہرا کرتی تھی اور بہت رویا کرتی تھی۔ ایک دفعہ ان دونوں بچوں کو گود میں لئے ہوئے حضرت فاطمہ کے گہر میں داخل ہوئی اور یہ شعر جو اسکی فاض تصنیف تھی پڑھا۔

ہیجت لی خرواحیت من دلم

یاد ارفاطمہ المہور سباحظ

ام عقیل۔ حضرت عقیل بن ابیطالب کی ماں تھیں۔ خوی کتابوں میں جو کان کے

باب یہ شعر درج ہے انہیں کا ہے

انت تگن مساجد نبیل	اذا تھب شمال بلبل
--------------------	-------------------

جس وقت عقیل رویا کرتے تھے اُس وقت انکی مان یہ شعر پڑا کرتی تھیں۔

۴۱ العلما۔ خاض اندلس کا ایک بڑا تاجر تھا جسکی بیٹی تھی۔ تاجر کا نام یوسف تھا۔ یہ عورت صاحبہ بیچ تھی۔ ادبیات میں عالم مانی گئی ہے۔ سنہ ہجری میں یہ عورت زندہ تھی۔ وادی الحجازہ میں پیدا ہوئی تھی اسکی فطانت اور فصاحت بہت مشہور ہے۔ صاحبہ فیض الطیب میں اسکی یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

اشعار	
کل ما یصد عنکم حسن	و یبلیا کم تمسلی النہم
تظلف العین علی منظرکم	و تذکرکم تلذذ الاذن
من یعدیش دوکم فی عمرکم	تھو فی نیل الامانی یغیر

۴۲ النساء۔ عبداللہ بن جو ایک بہت بڑا تاجر تھا اسکی لڑکی تھی۔ فارس میں اسکی تجارت کا مال بہت جاتا تھا۔ ام النساء کی طبیعت نہایت موزون واقع ہوئی تھی۔ اسکی کلام میں نہایت آبداری اور فصاحت تھی۔ مسامرات محی الدین میں اسکا پورا قصیدہ لکھا ہے۔ غالباً کسی کی فتح یا غلبہ میں یہ قصیدہ لکھا گیا ہے۔ کیونکہ ہرج کی مدح اور شجاعت کا حال بہت کچھ لکھا ہے۔ تین شعر بیان ہی نقل کئے جاتے ہیں

اشعار	
جاء البشیر لوعدک کان متینظر	فاصبح الحق ما فی صفوہ کدر
من خیدھاد عدل بالمہد باہرنا	وفی دامرہ التمدید فی النظر
لبث اذا اقتسم الابطال حرمنا	یعنی الکتاب لا یفنی ولا یندر

امام سیوطی لکھتے ہیں کہ میں نے جمال الدین یوسف حنفیہ حافظ بن حجر عسقلانی کے خط

میں دیکھا ہے کہ اس شعر کو ام ہانی میر نے چند شعر میں شرح کے ساتھ لکھا ہے شعر
 اذ كنت لا تدري وغیرہ لایک
 اذ احب بیل غلش لوالفح
 یہ اشعار ام ہانی کے ہیں۔

اشعار

فکی حامداً لله شاکراً فضلاً وکن ساجداً لله مدامت قاراً فما اجهل الانسان لآلائک جاهلاً حلیم کریم خالق الخلق کلهم وصل علی المختار شرف خلقه	علی سائر الاحوال فی السوء والهم لعدا قی غطلی بالسیادة والحق واعلم بان الله هو الکاشف لآخر وراضهم من غیبر من لا یفهم علیه سلام الله فی البلی والفر
--	---

ام النساء۔ تاجی ابو محمد عبد الحق بن عطیہ اندلسی کی لڑکی تھی۔ طبیعت میں بلا کا
 نور تھا۔ فی البدیہ بہت کما کرتی تھی۔ ادبیات سے ماہر تھی۔ ایک نقل فی البدیہ شعر
 کہنے کی مشہور ہے۔ اسکے باپ قاضی ابو محمد حبوت کسی عہدہ پر مامور ہوئے اور
 جس شہر میں مامور ہو کر جانے کو تھے وہ وطن سے بہت دور تھا۔ اپنے اہل عیال
 کو وطن ہی میں چھوڑنے کا ارادہ تھا سو حجب سے گریہ کنان گہر میں داخل ہوئے۔
 ام النساء نے یہ حالت اپنے پریر گوار کی دیکھی اور فوراً یہ شعر موزون کیا شعر

یا عین صارا لہ مع عندک عالم	تنبکین فی فح و فی اخوان
-----------------------------	-------------------------

صاحب لفظ الطیب نے اس حکایت کو لکھا ہے۔

ام الرشید۔ ابن حجر عسقلانی۔ اصابعہ بن کلثوم بن کعب بن عتیر صاحبہ میں سے تھی
 اپنی شرح اور چلبلی طبیعت کی وجہ سے نہایت فصیح شعر کما کرتی تھی اس نے امامہ بنت
 ابی العاص کے دوسرے شوہر بغیرہ بن اوقل کے مرثیہ میں یہ دو شعر لکھے ہیں اشعار

اشاب ذواتی داخل دکنی	امامہ جین فارقت القرنین
----------------------	-------------------------

تظیف بہ کما جتھا الیہ	ولما استیسا فتوتہ ربینا
<p>اسیمہ بنت عبدالمطلب - یہ اونہیں عورتوں میں سے ایک عورت ہے جنہوں نے اپنے باپ کی فرائش سے قبل اسکی موت کے مرثیہ کہے تھے۔ فی البیہ اشعار لکھنے نے اسکو بہت مشہور کر دیا تھا۔ اسے بھی فورا اپنے باپ کا مرثیہ اس کے جیتے جی اسکی فرائش سے تیار کیا تھا وہ لکھتی ہے۔</p>	
اشعار	
<p>الاهلک المرای العیشۃ ذوالفقار ومن یالقل الضیف الغریب یوتہ کسبت ولید خیر ما یکسب الفقی ابوالخارث الفیاض خلی مکانہ فانی لہا ک ما یقیت وموجع سقا لک ولی الناس فی القبر مطر فقد کان زینا للعشرۃ کلہ</p>	<p>ومساقی الجرجم والمجامی عز المجد ذما سماء الناس قجل یارعد قلہ تنفک تردد ادا بشیتہ الکحل ولا یعدن نکل حی الی بعد وکان لہ اھلا لما کان منی حد وسوف الیکھ وان کان فی اللحد وکان خیرا لہ حیثما کان من جلد</p>
<p>انعامیلم - یہ عورت بہت بڑی شاعرہ تھی۔ اسکا حسب نسب مشہور ہے۔ اسیمہ جلالت اور اقتدار بہت پایا جاتا تھا۔ شاعروں پر نہایت مہربانی کیا کرتی تھی۔ بہت سے شاعر اسکے بیان نو کرتے تھے۔ انکو انعام و اکرام سے سرفراز کیا کرتی تھی۔ اس عورت کا یہ شعر مشہور ہے۔</p>	
آہ ازان دمی کہ دار درشتہ جان تال زہ	وای ازان علی کہ ہر دم میخورم خوش تال زہ
<p>انعامیلم - محمد خان ترکمانی کی دختر نکیل خمر تھی۔ اسکی طبیعت بھی نہایت موزون واقع ہوئی تھی۔ اسکا یہ شعر مشہور ہے۔</p>	
زہشیران عالم ہر کردیر غمی دار	ولاد یوانہ شود یوانگی ہم عالمی دار

آقا دوست - یہ عورت ادب میں کامل تھی۔ اسکی طبیعت میں ہی ایک قسم کی ہوز و نیت تھی۔ اسکا یہ شعر مشہور ہے ۵

ہر کجا آن مدہ باین لطف پریشان بگذرد
ہر کہ بید کفر زلف او بیند ز ایمان بگذرد
آرزوی - یہ عورت سمرقند کی رہنے والی تھی۔ اسکا کلام نہایت دلپسند ہوا
یادگار اسکے یہ دو مطلع ہیں ۵

شدیم ناک بہت گریہ رہد ناری
چنان رویم کہ دیگر گریہ دمانری

ولہ

ماند غوغا عشق اور جاغم از ہر آرزو
آرزو سوز است عشق میں سر آرزو
آقا دوست ثانی - درویش قیام کی لڑکی تھی۔ علم عروض میں اسکو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ اسکے یہ چند اشعار مشہور ہیں -

اشعار

ہر کجا آن مدہ باین لطف پریشان بگذرد
لے محبان بوجہ ریت در حاشی
ہر کہ دامنگیر و این در خوشی در مان بگذرد
ز آنکہ عاشق ترک سر گوئیہ سامان بگذرد
ہر کہ کفر زلف او بیند ز ایمان بگذرد
گر گریہ زارش چو بیند ابرو گریان بگذرد
ہر کہ عاشق شد از دیگر سر سامان بجو
در زافش دوستی گریہ چو ابرو بہار

ام زینب فاطمہ عباس کی لڑکی۔ بغداد اسکا وطن تھا۔ علم فقہ میں کامل دستگاہ رکھتی تھی۔ یہ اپنے وعظ و پند سے لوگوں کو مستفید کیا کرتی تھی۔ نہایت عابدہ اور زاہدہ تھی۔ مصری اور دمشق عورتیں اس سے استفادہ حاصل کرنے کو حاضر ہا کرتی تھیں۔
۴۱ شہر چوری میں اسکا انتقال خاص بغداد میں ہوا۔

اقبال - یہ عورت حیدر آباد کی رہنے والی ہے۔ بڑی صاحب لیاقت معلوم ہوتی ہے۔ اسکی تعلیم کا حال اور اندازہ اسکے ایک مضمون سے جو ۷۶ نمبر ۹۶ کے پیشیا

میں شائع ہوا تھا معلوم ہو سکتا ہے اور وہ مضمون پردہ کی فضیلت پر لکھا تھا جو ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

پردہ کی فضیلت

اخلاقی مضامین۔ تہذیبی داستانیں تعلیم نشوون کے رسالے بہت لکھے گئے اور لکھے جائیں گے۔ میں چاہتی ہوں کہ ایسا مضمون لکھا جاوے جو میری بہنوں کی واسطے ایک دستور العمل سمجھا جاوے۔ میں اس مضمون میں صرف خیالات ہی نہیں ظاہر کر دیتی بلکہ حکماءے بالغ نظر کے اقوال و فصائح کو جو میری نظروں سے گزرے ہیں۔ بحال نقل کے طور پر بیان کر دیتی۔ میں آجکل اخباروں میں پردے کی نسبت مضامین وغیرہ دیکھتی ہوں۔ مناسب سمجھا گیا کہ پردے کی نسبت کچھ لکھا جاوے۔ میری رائے ناقص میں اسلامی بہنوں کی واسطے پردے کا ہونا عین رحمت الہی ہے۔ بعض آزادی پسند اور نئی روشنی والوں نے جو یہ رائے قائم کی ہے کہ موجودہ پردہ شرعی پردہ نہیں ہے۔ محض غلط ہے۔ ہمارے ہادی کامل اور ناموس اکبر نے اسلام کی مستورات کی واسطے پردے کی نسبت جمل حکم فرمایا ہے وہ عین مصلحت ہے۔

”فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ“

ہمارے شافع مشیر پیغمبرؐ کو جو کچھ اپنی اس سے محبت تھی وہ بیان کی محتاج نہیں۔ میں نہیں خیال کر سکتی کہ ادھنون نے اپنی پیاری امت کی دوسری قوموں کی طرح بی پردگی کو پردہ تجویز کیا ہو۔ دوسری قوموں کی عورات کی آزادی کے نتیجے جو دوزخ و ظاہر ہو رہے ہیں وہی غیرت مندوں کو آزار یا نہ کام دے سکتے ہیں۔ اور جیسے ایک تہذیبی حالت کی مثال ہی بیان کرتی ہوں جو ایک صاحب دل یا کسی نامہ سفر کا قول ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ بزرگان دین نے پردے کو مستورات اسلام کی واسطے رحمت الہی خیال کیا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ ہادیان بالغ نظر اس پیغمبر صادق و کاملؐ

کے احکام کے قدم بقدم نہ چلتے ہوں۔ اور وہ قول یہ ہے ۵

از گس و مورمان کے بود
گر بہ دسگ راز ملامت چہ بیم

لقمہ کہ سر لوش نہ برو سے بود
شب چونہ بندی سر دیگ نعیم

یعنی ایک خان میں طح طرح کی نعمتیں ہیں۔ اگر اس کے اوپر سر لوش نہ تو تو ممکن نہیں کہ مہیون اور چینیون سے وہ کسی طرح محفوظ رہ سکے۔ اور اگر رات کو ایک دیگ زردہ یا پلاؤ کی پکا کر کوئی نہی غفلت سے رکھ دیا وے۔ اس کا منہ نہ دھا نہ پاجا وے یعنی اس کی حفاظت نہ کیجا وے تو کٹا اور بلی وغیرہ قابل ملامت نہیں ٹھیر سکتے۔ ملامت کے قابل وہی شخص ہو سکتا ہے جس نے اس دیگ کو حفاظت سے نہیں رکھا۔ یہی تیشل پردے کی نسبت صادق آتی ہے۔ اسلام کے سوا اسے دوسری قوموں کی عورات کے خان عصمت پر ہوس کے سگ و گر نہ کی دست اندازیاں لظہر میں لیں ہیں۔ دراصل قانون فطرت ہی اسی کا مقتضی ہے کہ مرد باہر پردے کے کما کر بیوی کے پاس لاوے۔ اور بیوی گھر میں خانہ داری کے انتظام میں مصروف ہے۔ ہاں اگر بیوی ہی خانہ کی طرح باہر ہی پرتی رہے گی تو گھر کے انتظام کا حال ناگفتہ بہ ہے۔ ایک عالی دماغ فلاسفر نے کیسا اچھا لکھا ہے ۵

حال سامان جتنا نہ چون باشد
زن نباشد کہ مادہ سگ باشد

زن ز شو چو زن فروں باشد
زن کہ در کو حیر ہا نہ تگ باشد

اے میری بہنو۔ میں تمہارے سمجھنے کی واسطے ایک آسان تیشل لاتی ہوں جس سے تمہاری سمجھ میں بخوبی آجائے گا۔ کہ عورتوں کا گھر میں بیٹھنا ہی راحت و آسائش کا باعث ہے اور مردوں کا باہر پھرتا اور کاروبار میں مصروف رہنا ہی قانون قدرت کے مطابق ہے۔ دیکھو اگر چکی کے دونوں پہنڈیش کریں تو اٹا کیسے پیسا جائے گا۔ اسی طرح اگر عورت مرد دونوں باہر پھرتے ہیں تو گھر کا انتظام کیونکر ہو گا ۵

آرہ و خیز و چو بچنیدم و سنگ	مردستانان بہ وزن باد رنگ
اے میری بہنو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ سرمہ آنکھوں کیواسطے بناسا ہے اور سفیدہ ہمارے سرمہ کیواسطے اگر اس کے برعکس ان دونوں چیزوں کا استعمال کیا جاوے۔ یعنی سرمہ منہ پر ملا جاوے اور سفیدہ آنکھوں میں لگا یا جاوے تو ہم کو کیا کرنا چاہیگا خود ظاہر ہے کہ سرمہ منہ پر ملا تو منہ کالا ہوا۔ سفیدہ آنکھوں کے استعمال میں لایا گیا تو آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ پس ہکو بقصد صاف عصمت اور حکیم کی نصیحت کو جس نے نہ عصمت کے بارے میں تشیل کے طور پر اپنی پیاری و عزیز کو بتایا تھا۔ وہ نظم کے پیرایہ میں نصیحت یہ ہے	
سرمہ بر دستہ سفیدہ بچشم	در خوران زن کہ در شش گشت چشم
اے میری بہنو۔ میرا یہ مدعا نہیں ہے کہ محض گھر کے اندر ہی بیٹھ رہتے اور والدین یا خاوند کی پاسبانی سے ہی عصمت قائم رہ سکتی ہے۔ نہیں نہیں۔ ہرگز میرا یہ خیال نہیں ہے۔ بلکہ میں یہ کہتی ہوں کہ پردے کے ساتھ عورت کو خود اپنی عصمت قائم رکھنے کا اختیار ہے۔ اگر وہ چاہے تو گوشہ میں ہی گنجینہ عصمت کو رابکان کر سکتی ہے مثلاً ایک بکری بکریوں کے گلے سے نکل کر خود بیٹھنے کے پاس آ جاوے تو اس گتے کا کیا قصور ہے جو اس گلچھ کی پاسبانی کر رہا ہے اسی مضمون کو ایک پاک خیال حکیم نے نظم کیا ہے وہ یہ ہے	
سگ چہ کند گر چہ بود پاسبان	بز چو خود آید سوی گرگ از شبان
اے میری بہنو۔ بادام کی آنکھ جب بٹے پر وہ ہو گئی تو اس کا مغز ہر ایک منہ کا لقمہ ہو گیا اور جب تک غنچوں کی گرہ نہیں لگی اس کے گریبان میں ہوا نہیں جا سکتی۔	
۱۰ غالباً غارہ یعنی پوٹو سے مراد ہے۔	

عقلمندوں کے واسطے یہی ایک تیش پرے کی نسبت کافی ہے۔
الساقل تکفیتہ الاشعار

اقبال بیگم ترک
تخلص پردہ نشین
مقیم حیدر آباد دکن۔

حرف الباء

بنیہ - قبیلہ عذرتہ میں سے تھی۔ اسکی ماں کا نام حیا تھا اور اسکے باپ کا نام
یہی - شعر گوئی میں کامل دست گاہ حاصل تھی۔ زمین الاسواق میں داد و انطاکی
تے لکھا۔ چھکے اسکے ایک دوست کا جمیل تھا۔ جو نہایت خوشرو اور صاحب علم تھا۔
بنیہ کو جو وقت اسکے انتقال کی خبر ہو چکی تو اسوقت وہ بہت آبدیدہ ہوئی اور
دو شعر کہے جو سنا گئے جاتے ہیں۔

اشعار

من الدهر ما حانت لآحاثہ
از دست با ساعہ الحیاة ولینھا

وارن سے لوی خرچ جمیل ساعتہ
اسو اعلیٰ بنا با جمیل بن مہر

یہ دونوں شعر کمر زمین پر گر پڑی اور دیر تک اس پر غشی کیمیا لٹ طاری رہی۔
بنیہ - اسکے باپ کا نام معتز تھا اور ماں کا نام زمیکہ تھا اور کبھی کبھی اعتماد کے
نام سے بھی پکاری جاتی تھی۔ اس کے خاندان میں پشتینی فاضل اور ظریف گذرے
ہیں۔ اسکے دادا کا نام عباد المصنعا اور نانا کا نام ابوالقاسم قاضی محمد تھا۔ اسکے
اس کے تین بہائی بستے جنکا نام رشید - مامون - اور راضی تھا۔ بنیہ ایک مرتبہ

قید کر دی گئی۔ قید کی حالت میں اوس نے اپنے مان یا پکے نام ایک منظوم خط لکھا جو بیان نقل کیا جاتا ہے۔

اشعار

اسمہ کلامی واستمع لمقاتلی لا تنکروا الی سیت واننی مسدک غطیم قد تولی عصره لما اراد الله فرقة شملنا قام النفاق علی ابی فی ملکہ فخرجت هاربتہ فجازنی اسر ادبا عنی بیع العبد فضمنی وارادنی لنکار بخل طاهر ومضی الیک یسور اربک فی الرضا فساکب یا ابی تعرفنی بک وعسی رسیک یتہ الملوک بفضلہا	فھی السلوک بیت مر الحیاد بنیت للملک من بنی عباد وکذا الزمان یا ول للافساد واذا قضا طلع لاسی من زراد قد فی الفراق ولم یکن جماد لہربا فی اعجالہ لبسداد من صاتی الامن الا نکاد حسن الخلاق من بنی الانجاد ولانت فظرف طرقي رشاد ان کان ممن یرتجی لوداد تدعوننا بالیمین والاسعاد
--	--

اسکے والدین نے جب وقت یہ خط پایا تو خدا کا شکر ادا کیا۔ اور اس خط کے جواب میں معتبر نے جو خط لکھا تھا اوس میں ایک شمع نصیحت آمیز یہی تاجویہ ہے

نبی کوئی بکھر برقا	فقد لا فقه الدہر باسعادہ
--------------------	--------------------------

یہ دو ٹیہ۔ اسکے شوہر کا نام آمر با حکام الدتھا۔ جو خلفاء فاطمی میں سے تھا اور مصر میں سلطنت کرتا تھا۔ اسکے شوہر نے ایک عالیشان قصر جس کا نام ہودج تمار و تیل پر تیار کرایا تھا۔ کیونکہ اسکی طبیعت تنگ مکانات سے نفرت کرتی تھی۔ ہیشہ قرانی اور وسعت پسند طبیعت یہ چاہا کرتی تھی کہ کھلا ہوا میدان ہو اور اوس میں ایک عالیشان

عمارت بسکوارنار و آبشار چار و اطراف سے گریب سے ہونے ہوں۔ چونکہ قدرتی طور پر
صباحت اور ملاحت کا حصہ زمین میں موجود تھا۔ اس موسم سے اس سے رو و قبل کے قطر
میں جو جو صبح کے نام سے موسوم تھا رہنا اختیار کیا۔ چونکہ بدو یہ تعلیم یافتہ ہی تھی
اس لئے فصاحت اور بلاغت میں ہی اس کو حصہ ملا تھا۔ شعر خوب کہتی تھی۔

پیرا۔ بنت عبد المطلب۔ اسکی بہن کا نام اردی تھا۔ یہ وہی عورت ہے جس نے اپنے
باپ کے انتقال کے قبل بکر اس کے حکم سے مرثیہ کہا تھا۔ جس کے چند شعر بیان لکھ جاتے ہیں

اشعار

اعینى جود ابد مع درر	علی طیب الخیر والمغتصرا
علی ماحدا الجدداری الزناد	جیل المہیا عظیم الخطر
علی ثبیتہ الحمد فی المکرہات	وذی المجد الفرف المغتبر
وذی الحکم والفضل والنائبات	کثیر المکارم جبر الفخر
لہ فضل محمد علی قوسہ	مغیر یلوسر کسوع العنصر
اتتہ المنايا فلعل تشوہ	لصرفت اللیالی وریب القدر

بیان۔ ابن طاہر لکھتا ہے کہ بیان اور فضل الشاعرة خلیفہ متوکل کے زمانہ میں تین
ایک مرثیہ خلیفہ متوکل نے ان دونوں عورتوں کے باز ویکرٹ کے یہ شعر پڑھا

تعلمت اسباب الرضا فوق شغلہ	وعلمہ حی لہ کیف یغضب
اور کہا کہ تم دونوں ایک ایک شعر کو جو میرے شعر سے نہایت رکھتے ہوں۔	فضل نے فی البدیہہ یہ شعر کہا

یصبر وادلو بالودۃ جاہدا
و یبعث عنی بالوصل واقرب

بیان و فی فوراً یہ شعر تصنیف کر کے سنایا

وعندی لہ القبی علی کل حالۃ	فما من علی بد لا فہم منہ
----------------------------	--------------------------

ناظرین ان اشعار کی مناسبت کو غور ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

بی بی بیدلی - شیخ عبدالمدیو انہ کی حقیقی بہن تھی۔ ہرات اسکا وطن تھا۔
علی خیزین نے اسکا ذکر کیا ہے اسکا علم و فضل اگر یہ کامل نہ تھا مگر لقب بی بی کی یہ شہرت
ہوئی تھی۔ اسکا یہ شعر مشہور ہے۔

اروم ہیاغ و دروغس و دروغس و دروغس کہ انظارہ آن سر خوش نام گم

بکارۃ الاولیاء - یہ عورت فصاحت میں مشہور ہے۔ اسکے دو شعر مشہور ہیں
اشعار

یازید روٹا فاحقر من دارنا
سبیفا حساماتی لثواب دیننا
فدکنت آخری یوم کرمیٹھو
فالیوم یومہ الزمان صونا

حرف النساء

تقیہ الارمنہ از تہ حمہ شہر ہجری میں پیدا ہوئی تھی۔ و شوق اسکا خاص وطن تھا
اسکے باپ کا نام ابو الفتح تھا جسکا انتقال ۹۵۵ھ شہر ہجری میں ہوا تھا۔ اسکے دادا کا نام
اسلام تھا۔ اسکے لڑکے کا نام ابو الحسن علی تھا اسکا انتقال صنف کے بیٹے میں
۱۰۲۵ھ ہجری میں بمقام اسکندریہ ہوا۔ یہ عورت نہایت قابل تھی علم و فضل میں کمال
تھی۔ اسکی فصاحت کی بہت شہرت تھی۔ تقیہ نے ابو الطاہر السلفی کی جو اسکندریہ کا
ہونے والا تاناو کری کر لی تھی۔ ابو طاہر کے پانوں میں ایک م تمبوچوٹ لگ گئی۔ اور
اوپر کی چوٹی میں نے اپنے ڈو پیٹہ میں سے تھوڑا کپڑا لپکا اور ابو طاہر کے پانوں میں
باندھ دیا۔ تقیہ اسکے پانوں کو دیکھ کر فوراً یہ دو شعر کہے۔

ابو وحیدت بسبیل جدت بخدی
عوضا عن حیا ظلالک الولیدہ
کبف بہ ان قیل الیوم وجلا
سکت ہرہا الطریق الحمیدہ

قاضی شمس الدین بن خلکان نے بیان کیا ہے کہ تقیہ نے ان شعروں کے مضمون کو
ہزرون بن یحییٰ النعم سے اقتباس کیا ہے۔ ہزرون کے شعر یہ ہیں۔

اشعار

کیف نال العشار من لم یزل
او ترقی الا ذی الی قدم لم

تقیہ کے قصائد اور قطعات بہت کثرت کے ہیں۔ اب ابراہیم میں حافظ

وکی الدین ابو محمد عبد العظیم المنذری نے بیان کیا ہے کہ تقیہ نے ایک قصیدہ خمریہ

کے نام سے ملک مظفر تقی الدین عمر برادرزادہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی شان

میں لکھا تھا۔ جہین او سکی بزم کی آرائش کا حال نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا تھا

شراب کا دور۔ ہو وعب۔ شوکت و جلال بزم ان سب کا ذکر نہایت سبالت سے

کیا تھا۔ ملک تقی الدین نے سنکر کہا کہ یہ سب باتیں لڑکپن کی تھیں جو بالکل ترک

کر دی گئیں۔ تقیہ نے تقی کی ان باتوں کو سنا اور ایک دوسرا قصیدہ رزمیہ کہا۔

جہین و قاتل امور حرمیہ کو نہایت واضح طور سے بیان کیا تھا۔ نکات شرعی اور

سخن سراہی اعلیٰ درجے کی خرج کی تھی۔ جس سے اس کے ماہر فن ہونے کا پورا اندازہ

ہو سکتا ہے۔ ابوطاہر سلفی (جس کے پاس تقیہ نے نوکری کر لی تھی) سے ابو الحجاج

صاحب کتاب الف بابا جکاحوف ابو الحسن علی بن حمدون تھا اور جو اسی عورت کا لڑکا

تھا اس نے تحصیل علم کیا تھا۔ اس لڑکے نے اپنی ماں کی فرمائش سے اوسکا یعنی

اپنی ماں کا مصنفہ دیوان (دیوان جمع کیا تھا۔ اور ماں نے یہ حکم دیا تھا کہ تم اسکو

پڑھا کرو۔ ہم اس کے چند اشعار نذر ناظرین کرتے ہیں جنکو تقیہ نے ایک قصیدہ

میں لکھا ہے۔

اشعار

<p>و علی علی ظہر السماء خيامها لما یجی مزاجا علیہ غمامها ترنو فیفہم ما تقول خزائها انخل من فرط الخیاء ثنائها خالوات مسدا خالہا قامها</p>	<p>اعوانا قد اشرقت ایامها والو من متبسم بنور افاقہ والمن حبس لعض الذی احدا والورہ یجی وجنہ محسرة وشقائق النعمانی وحناتہ</p>
<p>وتنبہت لعل الذی نوامہا فخر لائمہ شیخہا وھامہا یا صاح قم لسعارتہ قد اقبلت مدح الامام علی الاقام فریضۃ ارض العراق بفضله وثنائہا</p>	<p>یا صاح قم لسعادتہ قد اقبلت لما تجرد للمقرب حسامہا ارض العراق بفضله وثنائہا واجسم فی اطراف النجلی فکرونا الحافظ الخیر الذی شہدت لہ</p>
<p>تصویر پر مشتمل ہے۔ صوبہ بنگال کے مشہور شہر مرشد آباد کی رہنے والی تھی اسکا اصلی نام بلقیس خاتم تھا۔ تعلیم علوم سے آراستہ و پیراستہ تھی طبیعت میں سوز و غمیت خدا وادی تھی۔ فارسی اور اردو دونوں قسم کا کلام پایا جاتا ہے بیان ایک شعر دیکھنا ظن کیا جاتا ہے۔ شعر</p>	<p>فتم زانی است ششناختہ ام بد بانی است ششناختہ ام</p>
<p>سیر جوشن عظیم آبادی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ تصویر اپنی شیرخوارہ لڑکی کو کندھے پر ڈالنے کوئے انگنائی میں لیے کھڑی تھی۔ کہ اتنے میں میر عشقی جو اس کے شوہر تھے باہر سے آئے۔ لڑکے کو کندھے پر ڈال کر ہوا دیکر فوراً پیر صرہ پڑھا۔ ع ویدم بدوشن آنرہ طفلی پری زاوے۔ تصویر او سکی بی خبی نے بھی فی البدیہہ پیر صرہ پڑھا۔ ع چون مصرعے کہ باشد پیونہ بستر او سے</p>	<p>سیر جوشن عظیم آبادی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ تصویر اپنی شیرخوارہ لڑکی کو کندھے پر ڈالنے کوئے انگنائی میں لیے کھڑی تھی۔ کہ اتنے میں میر عشقی جو اس کے شوہر تھے باہر سے آئے۔ لڑکے کو کندھے پر ڈال کر ہوا دیکر فوراً پیر صرہ پڑھا۔ ع ویدم بدوشن آنرہ طفلی پری زاوے۔ تصویر او سکی بی خبی نے بھی فی البدیہہ پیر صرہ پڑھا۔ ع چون مصرعے کہ باشد پیونہ بستر او سے</p>

مختصر سیرۃ :- یہ عورت عارف الہ تھیں اور ہمیشہ عشق حقیقی میں بخود رہا کرتی تھیں۔ نجات الہی میں اس عورت کا کچھ ذکر ہوا ہے۔ یہ عورت اپنے عشق حقیقی کی بخودی میں آہ و زاری کیا کرتی تھی۔ کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا۔ اسکے گھر کے لوگ اکثر اس سے بیزار اور پریشان رہا کرتے تھے۔ آخر کار اسکو جنون سمجھ کر پاگل خانہ میں بھیج دیا۔ سری سقطی جو ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ اونہوں نے پاگل خانے سے اس عورت کو نکلوایا۔ یہ عورت اعلیٰ درجے کی تعلیم یافتہ تھی۔ اسکی وہ نظم جسکو اسنے پاگل خانے میں تصنیف کیا تھا یہ نہ نادرین کی گئی ہے۔

اشعار

معشر الناس ما جنت ولیکن	انا سکرانة وقلبي صياح
اعلنتم بیدی ولم ات ذنبا	غیر جہل دی فی حب و اقصا ح
انا مفتونة بحب حبیب	لست ابغی عن بادی من بلخ
فصلاح الذی رعتہ فسادی	وفساد الذی رعتہ صلاح
ما علی من احب مولی الموالی	وارتضاء لنفسه من جناح

حرف الثناء

نوٹ کیا :- یہ عورت اعلیٰ درجے کی تعلیم یافتہ تھی۔ اسکے باپ کا نام عبداللہ بن الحرث بن اُمیۃ الاصغر ہے۔ اسکے شوہر کا نام عبدالغفر بن تھا۔ ایک مرتبہ عمر بن ابی ربیعۃ الخزومی نے جو مشہور متقدمین شعرا کے اسلام سے تہذیب کے چند شعر پڑیا کے پاس لکھ کر بھیجے۔

اشعار

کتبت الیاء من بلادی	کتاب مؤلفہ کمال
---------------------	-----------------

کٹیہ و کف العینین یوزق لہیب الشوق فیمسک قلبہ بید	بالحسرات منفرد بین التخر والکبد وہسم عینہ بید
شریائے جیب مذکورہ ابیات کو دیکھا اور پڑھا بہت روئی اور یہ شعر پڑھ کے چار شعروں میں اسکو جواب لکھ بھیجا۔	
بہ نفسی من لا یستقل بنفسہ	ومن هو ان لم یحفظ اللہ ضائع
شریائے جواب اشعار میں لکھ وہ یہ ہیں۔	
انانی کتاب لم یر الناس مثله وقرطاس قوہیہ و رہا طہ وفي صدرہ منی الیاس تحتہ وعنوانہ من مستہام فوادہ	۲ مد بکا فور و مسک وغنبد بعقد من الیاقوت ضا و جہا لقد طال تھیا ہی بکم و تن کری الی ہائمہ صبت من الخزن مسح
حرف الحکیم	
جانان بیگم و عجد الرحیم خان خان کی لڑکی تھی۔ علم و فضل میں اس عورت کو اعلیٰ درجہ حاصل تھا۔ بہت سے علوم سے واقف تھی۔ اس تکلیف اور سہاوت عورت نے قرآن شریف کی تفسیر بھی لکھی تھی۔ جہانگیر نے اسکے ظاہری اور باطنی حسن کی شہرت سنا اور اس سے نکاح کی درخواست کی۔ اس باعصمت عورت نے اپنے لیسو کاٹ کے اور دانتوں کو توڑ کے جہانگیر کے پاس بھیج دیا۔ جہانگیر اسکی اس حرکت کو عفت کی دلیل سمجھا اور بہت تعریف کی۔ اس مویش کا پیشہ شہو ہے جو بدیہ ناظرین ہے۔	

	شعر	
پیدا است از دو چشم ترش خون گریستن		عاشق ز خلق عشق تو نبھان چنان کند
<p>جمیلہ :- ناصر الدین جو بلوک بنی حمدان سے تھا اور سکی دختر نیک اختر تھی۔ اس عورت کے جو دو سخا کی بہت تعریف کیجاتی ہے۔ یہ تھیں وہ میں جبکہ زیارت کر اس غلطہ کو گئی تھی اور سوت او سے بہت سی نیکیاں اپنے لیے جمع کر لیں۔ سنہ نہ کوڑ میں جتنے حاجی تھے اور انکو شربت پلایا۔ خانہ کعبہ کے لیے دو ہزار دنیا نڈہ کیے۔ تین ہزار غلاموں کو آزاد کیا۔ اور پانچویں صدیوں کو حلقہ عطا کیے۔ بہر حال اس قدر عطیات وافر عنایت کیے کہ ام جعفر زبیدہ کا سفر حج لوگ بھول گئے۔ اور زبیدہ کی جگہ جو دو سخا میں جمیلہ کا نام مشہور ہو گیا۔ یہ عورت تعلیم یافتہ تو ضرور تھی۔ یہ سب علم ہی کے کہ شے میں جو دکھائے گئے۔ یہ کچھ ضروری امر نہیں ہے کہ ہر بڑھا لکھا کچھ تصنیف کیا کرے۔ خصوصاً اگلے زمانے کی عورات جمیلہ اصغر فہائی :- یہ عورت خوش سیرت خوبصورت خوش طبع اور نہایت شیرین زبان تھی۔ اس کے علاوہ اس نے ایک بہت بڑا کام کیا ہے کہ ہندوستان کی سیاحت نہایت اوق نظر کے کی تھی اور یہاں کے بہت سے حالات دریافت کیے تھے۔ علم سے آراستہ تھی اسکا یہ شعر مشہور ہے۔</p>		
	شعر	
ما آن ہم خلید در جگر نخت بخت		ما جو خار غم ز نخت ز گلزار بخت
<p>جہان خاتم :- یہ عورت ناصر الدین شاہ قاجار کی مادر مکرہ تھی اس کا خون نے اپنی مملکت میں جس حسن تدبیر سے بغیر کسی مشیر اور معین کے انتظام کیا وہ قابل تعریف ہے اور سکی صائب رالی اور متانت فکر اور عقل کی تیزی نے اسے ہمت میں وہ قوت پیدا کر دی تھی جیسی کہ چاہیے۔</p>		

اشعار

بنان و کلکش اندر قلم زده تحسیر
دویر بود نه مثنی نه پس چه سلطان بود
سطور خامه او بر بیاض کصفی عدل
بخاطر یحسان منشور حکم و فرمان بود

اس خاتون کی نسبت ایک ایرانی کے قلم سے جو الفاظ نکلے ہیں اونکو ہم بعینہ بیان نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ فی الحقیقہ صفحات خط آن مخفیہ منظرہ طاب ترابا کہ ہر یک محض بذل عطیہ و عطا ہائی وظیفہ و اعانت ملہوین و تاملین خالصین و حمایت بعضہا در حمایت رعایا نگاشته شدہ و بلعالی ست کہ دارندگان شطری و سطرئی از انرا از عقہد مر و اید گرد امی و ازند و وسیلہ افتخار و دودمان خود می شمارند و ہمین کلاک و بنان و تقریر و بیان و رای صائب و ہوشی ثاقب بود کہ پس از ارتحال شہریار سہرور ماضی محمد شاہ غازی انار السدربا نہ تفریق کلہ از میان بزرگان و ارکان دولت ایران برداشت و بحکام ولایات و ایالات ممالک محروسہ ارقام و احکام نگاشت و اعمال و اعمال اقطار او تحت نظم و انتظام گذاشت تا موبک منصور علی حضرت صاحبقران از دار السلطنہ تبریز بدار الخلافہ طہران شرف و دروازہ فرمود و تحت کیان را بجایوسنیت مانوس فرین نمود و تفصیل این اجمال کہ مجبوی بہ سہیل ہزار اشکال ست تاریخی مبسوط میباشد کہ مورخین آیندوست ابد آیت نگاشتہ و برای طالبین خیر و حافظین سیر گذار ہستہ و اگر ما بخواہیم بکار و شرح آن گراہیم باید کہ کتابے جداگانہ تالیف نمایم و آن از تناسب و وضع این دفتر خارج گرد و مثنوی ہفتاد سن کاغذ شود پس ہمیں قدر گوئیم این ملکہ منظرہ ایران کہ زوانش در غرقاب خیابان بہ تیغ و شادان باد و دختر زادہ خاقان خلد آشیان فتحعلی شاہ فرزند امیر کبیر محمد قائم خان بن سلیمان خان اعظم و والدہ قاچار و والدہ ماجدہ او خواہر بطنی حسین علی میرزای فرمان فرما حسن علی میرزای شیخ السلطنہ است در سال یکہزار و دویست

چهارم بجزی با-

شهر

محمد ششم شاه درویش دوست که شای سبایی بگردار دوست
 عزت مزاجت حاصل نمود و در بهار ملکی بامر اعلی بر بقع او امر دولت افزود و در
 هر مورد و موقع کمال کفایت و وفور درایت خود را ظاهر فرمود و در سال هزار و دویست
 و چهل و هفت و ششم ماه صفر المنظر وجود مسعود و همایون اعلی حضرت خسرو صاحبقران
 ناصر الدین شاه دام ملکه از لطن طاهر و باطن و ظاهر جهان را ارادت داد و در تمام عصر
 شهر یار میرور و در یک قسمت از عهد سعادت عهد خسرو منصور آن مظهر ملکی را به مهر بانی
 مادر بلکه خلق را بکفالت پذیر بود از صنایع عالی و در خط و نقاشی مهارتی بکمال داشت
 و قرض را گاهی گل و دوزی میکرد که از باب خبرت و سلیقه را بحیرت می آورد و افسوس
 که در سال هزار و دویست و نود و بجزی روز دوشنبه ششم ماه بیج الثانی در آنوقت که بگو
 مسعود خسروانی در اقلیدم و با خاطر بیضا مظاهر همایونی را بکشف دقائق مشغول
 می ساخت ملکه سخطه سر و وجه الله سر و حیا کواهی غنیمت بهشت افرخت طاهر روحش
 در غلبر برین سدره نشین شد و اگر تفقه اعلی حضرت شاهنشاه جمجاه که دوام عمر همایونش
 اسباب رفاه است مایه تسلیت نبود و گوی انبوه بنجاک سیاه می نشیند اما وزیر
 مرحوم مستر کبری و مهد علیا نور الله مضجیها مرحوم شاهزاده سخطه علی قلی میرزا ابن طاهر
 المحفور محلی شاه الملک با اعتضاد السلطنة بود که علم و فضل و فهم و عقل و تجر و بصیرت و
 بزرگ نشی و خبرت او آفاق را گرفته و صیت آن با صلح و اقطاع رفته است و از خصایص
 سخطه مرحومه را خواند الله علیها انکه عقلی عامل و ذوقی سلیم و طبعی موزون و استعداد
 جاسم بعدتی مفرط داشت و بر و نشیند ان و کارا گایان مملکت و قبی کامل میگذاشت
 طبقات مردم را حسب المراتب شناسا بود و در عواقب کلیه امور بنیاد تأثیر جزئی را

زیادہ از انکہ بشمار آید و ہوشمند اعدا و آن را تعدا نماید نشر بانوشتہ کہ بلائی منشور نہ
و نظمہا کہ حور بجای قلادہ بر رخوشت اندازان جملہ است۔ بیت

از مرد وزن آنکہ ہوشمند دست	اندر ہمہ حال سہ بلند ست
بیدانش اگر زن ست اگر مرد	باشد بہ نیش چو خار بے ورد

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان خاتم علاوہ ادب۔ نحو۔ شاعری۔ ہنر خانہ داری
اور سینے پر دے کے علم سیاست مدین لائق اور رموز سلطنت سے بخوبی
ماہر تھی۔ یہ فارسی عبارت سنہ ۱۰۳۷ھ میں لکھی گئی تھی۔ جبکہ ناصر الدین شاہ حیات تھے۔
جہان آرا بیگم ۵۔ شاہ جہان بادشاہ کی تیسری بیٹی تھی۔ یکم ماہ صفر سنہ ۱۰۲۳ھ
روز چہارم سنہ کو بیہ خانوں ارجمند بانو بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی۔ ۲۷ محرم سنہ ۱۰۵۲ھ
کو یکایک چراغ کی ٹوٹ سے اسکے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ جسکی وجہ سے اسکے بدن کا
بہت سا حصہ جل گیا۔ اس زمانے میں اسکا باپ دکن میں تھا۔ ڈاکٹر بوٹن صاحب
جو نہایت قابل اور تجربہ کار حکیم تھا۔ اسکو سورت سے بادشاہ نے طلب کیا اور
جہان آرا کا ساجہ شروع کرایا۔ چند ہی روز میں اس خاتون کو آرام ہو گیا۔ اسکی
عوض میں سیکھ سا دھے بادشاہ نے ڈاکٹر موصوف کی خواہش کے مطابق
یہ حکم دیا کہ بنگالے میں تجارت کی کوٹھیاں بنائے اور نہایت آزادی سے اپنی
تجارت کو رونق دے۔ حاجی محمد خان قدسی نے جہان آرا کے جلنے میں ایک قصیدہ
لکھا تھا۔ جو وقت وہ قصیدہ بادشاہ کی خدمت میں گزرا تو بادشاہ بہت خوش
ہوا اور پانچ ہزار روپیہ اس قصیدے کے صلے میں عطا کیا۔ اس قصیدے کا
ایک شعر یہ ہے۔

تاسر زوہ از شمع حسین بے ادبی	۱	پروانہ ز عشق شمع را سوختہ است
------------------------------	---	-------------------------------

مرزا محمد علی جسکا تخلص ماہر تھا اسنے ایک مختصر سی مثنوی جہان آرا کی شان
میں لکھی تھی۔ یہ مثنوی عنایت خان کے توسط سے جو جہان آرا کا علوم و فنون
میں کامل اوستاد تھا جہان آرا کی خدمت میں پیش کی۔ جہان آرا نے اسکو
تمام و کمال دیکھا۔ تمام مثنوی میں جو شعر اسکو سب سے اعلیٰ درجے کا معلوم
ہوا اور جس سے خوش ہو کر مبلغ پانسو روپے اسکو عنایت کیے یہ تھا۔

شعر

نبات او صفات کردگار است کہ خود پہنان و فیض آشکار است

۳۱ رمضان ۱۲۹۲ھ میں اس خاتون کا انتقال ہوا اور نظام الدین صاحب
کے رونے کے صحن میں اس خاتون نے اپنی زندگی میں مقبرہ تیار کرایا۔ لیو
مزار پر ایک یہ شعر لکھا ہے۔

شعر

بغیر سبزہ نبوت کے مزار مرا کہ قبر پوش غریبان میں گیاہ است

اور یہ شعر عبارت لکھی ہوئی ہے وہی الحی القیوم،
جہان خاتون :- یہ خاتون شیراز کی رہنے والی تھی اپنے ہم عصر
میں بڑی مالدار تھی۔ اپنے زمانے کے علوم و فنون سے بھی آراستہ و سیر
معلوم ہوتی ہے۔ عبید زاکانی اکثر اس خاتون کے مکان پر آیا کرتے تھے
جنگا یہ بہت احترام کیا کرتی تھی اسکے تمام کلام میں سے جو کچھ بہنو ملا ہے وہ
یہ ایک شعر ہے۔

شعر

بصورتیست کہ صورت زاب میسازد زفرہ زدرہ خاک آفتاب میسازد

حرف احوال

جہاں ۴۔ یہ خاتون اپنے علم و فضل کی وجہ سے ایک بہت بڑے رتبے پر پہنچ گئی تھی یعنی محدثانہ میں اسکا شمار کیا گیا ہے ابو سلمہ الثبوتی کی جیسا لائق شخص اسی خاتون کا شاگرد و شید تھا۔

جہاں ۵۔ عبد الغزالی البغدادی لڑکی تھی علم و فضل کے علاوہ طبیعت میں خدا داد سوز و نیت بھی خیاں تھی اس کے چند اشعار دیوان حماسہ سے نقل کر کے ہر یہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

اشعار

۲ لی الفی برتکاء ناقتی	۲ لی ورب الزاقتا ۲ لی منی
۲ لی علی ہلک الطعام ۲ لیہ	وصی بھاجدی وعلنی ۲ لی
حافظ حیدتک لا بالک وحتیر	فکساناسھا الفجیر ۲ لی
بجنوب مکہ ہدیض مقلد	ابد ۲ لیکنی ابین وانشد
نفض لوعاء وکل زار ینفد	لا تخرقہ فاراۃ ۲ لی وجد جد

جہاں ۶۔ زین الدین عبد الرحمن ابن الامام جمال الدین ابی بکر محمد بن ابراہیم بن احمد بن عبد الرحمن بن اسمعیل بن المنصور المقدسی کی دختر نیک اختر تھیں انکا شمار محدثانہ میں کیا گیا ہے کسی زمانے میں یہ محدثہ خاتون ام عبد الرحمن جہاں کے نام سے مشہور تھیں اسناد و حدیث اور تعداد و روایات میں یدِ طولیٰ تھا ذہانت کی ساتھ حافظہ بھی عجیب و غریب تھا۔ شیخ تقی الدین عبد الرحمن بن ابی فہم البیہقی اور خطیب مروان علم حدیث میں اس محدثہ کے استاد تھے اور مختلف علوم کو ابراہیم بن جمیل سے حاصل کیا تھا۔ سبط حافظ سلفی جو اسکندریہ کے مشہور اور معروف محدث تھے اور دیگر علما مثل ابراہیم ابی بکر الزہبی وفضل الدین عبد الرزاق وغیرہ نے جو بغداد کے رہنے والے تھے علم حدیث کی اجازت دی تھی

عام طور سے یہ خاتون تقدس عصمت اور عظمت میں مشہور تھی۔ ۱۳۳۵ھ کے
ماہ شعبان میں یہ محدثہ موت کے پنجے سے نچ سکی۔ صلاح الدین صفدی نے
جو ۱۳۳۵ھ میں ایک مورخ گذرا ہی مشارالہا کا حال اس کی اجازت سے اپنی
کتاب عنوان النصر میں لکھا ہے۔

حبیبہ خاتمہ :- اسکے باپ کا نام علی پاشا تھا۔ محمد دہلی افندی کہتے ہیں کہ
میں اور یہ خاتون ۱۳۳۵ھ میں پیدا ہوئے تھے اس عورت کی شادی محمد افندی جو
اسلام بول کے سفر خاندان میں سے ایک شخص تھا ہوئی تھی تعلیم یافتہ
ہونے کی وجہ سے اس کا علم ادب بہت بڑا ہوا تھا اور اسی وجہ سے اکثر اوقات
نظم سے مشغول رہتی تھی اس کے چند شعر جو ترکی زبان میں ہیں یہ ناظرین کیے
جاتے ہیں۔

اشعار

چکروہنج غمگین زخمی وارکن تیرے پیکانک نگاہ مسکے جاناکہ شایان کوردک اغیاری او فافل بنجر نادان عدویہ ہمدم او لمشین امید بر حمت خلق عبث و سندان ایگاز حبیبہ پیدا و دروون خلاص اولقہ شکر تیرای قاشی بای ارتق تیر دیر تیر کاک یہ نو یارہ لراچدی دروند تیغ بجر ایک وصالکدن نری دور ایلدک آرا اولسون سنی بدین ویشلوی زلزلن قدر ایمک امید اتیز اسیر درد او لانا لغیری و دمانک

حجائی :- یہ خاتون ہلالی کی لڑکی تھی اس کا وطن استر آباد تھا بعضوں نے
اس کو خواجہ حاجی کی لڑکی کہا ہے یہ عورت نہایت خوش طبع تھی اس کا یہ شعر
مشہور ہے۔

شعر

موان بخواریم اسی باغبان زگلشن خوش کہ پنج روز دگر گل بخاک پچسان ست
--

مجنباؤں۔ یہ خاتون نصیب شاعر کی لڑکی تھی شاعری میں اپنے باپ کی بہترین
مشہور ہے یہ دونوں باپ بیٹی عباسیوں کے زمانے میں موجود تھے
خلیفہ مہدی نے فرمایا اس خاتون کے محلہ میں جب کا نام علی آباد تھا سیر کرناں چلا
گیا۔ مجنباؤں اور اسکے باپ نے خلیفہ کی آمد سنی اور دونوں اسکی خدمت میں
حاضر ہوئے اور دونوں نے ذیل کے اشعار پڑھے۔

۲ شعرا

<p>وہا بمشرق المیدان من بہار و زہرا مہی دستان خضر یزہی شقائق النعمان قصر دین طوالہ العیتان مجنباؤں فی العین کاظمیان الذریا یحیفھا اللسان ۲ لکھی فی صراۃ الکشیان ۲ سعداتی یا خلعتی خلوان ۲ ابھی خلیفۃ الرحمن ۲ ابھی عندہ من سوار العزلا شہادت لذیتہ کل حصان</p>	<p>رب عیش ولذات و نعیم بسط اللہ فیہ ابھی بساط ثم من ناضر من العشب ۲ مدۃ اللہ بالحقائین حتی حففت حافتاہ حیث تنہی نریق اوسطھا بطارمہ مثل ثم حشوۃ الحیاہ بیض کامثال یتجارین فی غناء سمجج فبقصر السلم من مسلم اللہ ولذاتہ الغزلان بل ہن یا لہ منظر او یوم سرور</p>
--	--

خلیفہ ان اشعار کو شکر بہت فرما دیا اور تحسین کی اور دونوں کو ہزار درہم
غنائت کیے۔ اسی زمانے میں مجنباؤں خلیفہ مہدی کی لڑکی عباسیہ کی خدمت میں
حاضر ہوئی اور ذیل کے اشعار قحط کی شکایت میں سنائے۔

۲ شعرا

<p>۲۱ تینا ک یا عباسہ الخیر لی حمی وما ترکنا من السنون بقیة فقال لنا من نعیم الزای نفسه علیک ابنة المهدک عودی بها</p>	<p>وقد عجفت ۲۲ ام المجراری وکلت سوی رامة ما من المجد رمت وقد ولت الاموال عنا فقلت فان محل الخیر فی حیث حلت</p>
<p>عباسہ نے ان اشعار کو سنکر غلٹ اور چند قسم کے عطریات سے تین ہزار درہم کے اوسکو عنایت کیے جنہا نے اس عطیہ کی شکر گزاری میں ذیل کے اشعار اوسکو سنائے۔</p>	
<p>۲۲ اشعار</p>	
<p>من ضرب قسم وتسعين محلكه ۲۳ ما محسود فقد اوسى تغيطه وذو الصلابة مسرولنا فرح حسانہ التیمیہ۔ مشہور اور معروف شاعر ابو الحسنین کی لڑکی تھی جسکا طرز اندس تھا اس خاتون کو اویات میں یہ طو لے حاصل تھا اسکا باپ ابو الحسن اسکی ناکہ خدائی کے زمانے میں انتقال کر گیا اب اور یہ عورت سحاش کی طرف سے بہت پریشان ہوئی کیونکہ ابو الحسن کے بعد اوسکے خاندان کے کسی شخص نے اوسکی کفالت نہیں کی لیکن اوسکے پاس ایک بہت بڑا کفیل یعنی علم موجود تھا جو اسکو خلیفہ اندس کے پاس ذیل کی نظم کے ذریعہ سے لے گیا۔</p>	<p>مثل المصابیر فی الظلمات تلق غما وکاد برجع الریق یختلق یادی البشارة ضاح وجہه شرق</p>
<p>نظم</p>	
<p>۲۴ انی ۲۵ ابالعا صی مویجة قد کنیت ۲۶ اربع فی نغصاء عاکفة انت الامام الذی انقاد الزمام له</p>	<p>ابو الحسن سقته وکف الدیم فالیوم اوی ۲۷ لی نغصاء یا حکم وملکته مقابلہ لنهی الامم</p>

<p>لا شئ اخشہ اذا ما كنت لي كنفا لا زالت بالعز الفحشاء من تدان</p>	<p>اوی الیہ ولا یعود لی العدم حتی تذلل الیك العرب والعجم</p>
<p>حلیفہ اندلس نے اسکو بہت سارہ پیہ عنایت کیا وہ خوش خوش اپنے گھر واپس آئی۔</p>	
<p>حقصہ بنت الحجاج المرکونیہ: یہ عورت اہالی عنقات سے تھی اپنے جمال اور کمال میں بے مانند اور بے مثل تھی ادبیات میں اسکو پوری واقفیت تھی جسکی وجہ سے اسکی طبیعت کی سوز و نیت میں پوری جلا ہو گئی تھی اسی وجہ سے لوگ اسکو شاعرہ الاندلس کہا کرتے تھے اسکی تین شعر جنکو اسنے امیر الموحدین عبد المومن بن علی کی شان میں فی البدیہہ نظم کیے تھے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔</p>	
<p>۲ شعرا</p>	
<p>یا سید الناس یا من امن علی بطرس تخطی ویمینک فیہ</p>	<p>یؤمل الناس رافدا یکون الدھر عدلا الحمد لله وحده لا</p>
<p>حقصہ بنت حمدون: یہ عورت بھی اندلس کی رہنے والی تھی اور علم ادب میں کامل و مستجاد رکھتی تھی اسنے اپنے ملازمین کی شکایت میں جو شعر نظم کیے ہیں وہ ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔</p>	
<p>۱ شعرا</p>	
<p>یا رب انی من عبیک علی ما جھول ابلہ متعب</p>	<p>جہم الغضا ما فیہم من محبیب او فطن من کیدہ لا یحبیب</p>
<p>حکیمہ مشفقہ: اس بزرگ عورت کا شمار عارفہ میں کیا گیا ہے۔</p>	

شام اسکا وطن پتھارا بعد شامیہ اس عورت کی مرید تھیں۔

حمدہ بنت واثق :- اسکا دوسرا نام حمدۃ البیتینہ تھا قرن چہارم کے آخر زمانے میں موجود تھی بغداد اسکا خاص وطن تھا یہ خاتون بہت بڑی واعظہ تھی صاحب کتاب الوافی بالوافیات کہتے ہیں کہ حمدہ نے علم حدیث ابو بکر احمد بن علی بن بدران الخولانی سے حاصل کیا تھا اور ابن سماعی نے اس بزرگ عورت سے علم فقہ اور علم حدیث دونوں حاصل کیے تھے۔

حمدہ وند :- اس عورت کا وطن بھی اندلس تھا ادب میں صاحب رتبہ اور شاعر غزلی اور سبکے چند شعر درج ذیل ہیں۔

اشعار

ولما ابی الواشون الا فراقنا	وما لہم عندی عندک من تبار
وشنوا علی اسماعنا کل غارۃ	وقل حماقی عند ذاک وانصار
عزوتہم من مقلتیک اذبحی	ومن نفسی بالسبیل والناس

حقیقہ بنت القسری :- اس بزرگ عورت کے باپ کا نام عبدالرحمن بن احمد ابن عمر بن عفاۃ القسری تھا جو امام سیوطی کے خاندان میں سے تھی محدثہ میں اسکا شمار کیا گیا ہے۔ کمال بن خیر اور دوسرے علمائے مشاہیر الیہا کو علم حدیث میں اجازت دی تھی۔

حیاۃ خاتم :- شاہ اسمعیل صفوی کی بی بی تھی اس عورت کی طبیعت میں خداداد ہونیت تھی شاہ اسمعیل صفوی کی ایک دوسری بی بی بھی تھی جسکا نام جہان خاتم تھا وہ بھی تسلیم یافتہ تھی دونوں کی طبیعتیں فی البدیہہ واقع ہوئی تھیں جہان خاتم نے شاہ کے سامنے ایک مرتبہ یہ شعر پڑھا۔

شعر	
تو بادشاہِ جہانی جہانِ زردست دہ	کہ بادشاہِ جہانِ را جہانِ بجا را آید
حیاۃِ خاتمِ نئے یہ شعر سن کر فی البدیہہ شعر پڑھا۔	
شعر	
ترکِ غمِ جہانِ بکین تازِ حیاۃِ بر غری	ہر کہ غمِ جہانِ غمِ خود کے ز حیاۃِ بر غری
حیاۃِ بی بی؟۔ یہ خاتونِ تور علی شاہ کی بی بی تھی اور اس کا عوف بی بی جانی	
تھا اس عورت کے دس ہزار شعر موجود ہیں اور ان میں سے کچھ یہاں	
نقل کیے جاتے ہیں۔	
شعر	
سنج و لم از نالہ کن در پٹہ محل	کز نالہ کے سنج مکر دستِ جرس ا
ولہا	
چارہ در دامنِ بچہ را	داند و عداۃتِ فل سیکند
ولہا	
ایا طار متدس عرشِ تشیان	مجددانہ از دامِ این خاکدان
ولہا	
تفسرِ شبکن و بال و پر باز کن	بہ گلشتِ گلزار پر واز کن
حاجیہ؟۔ فتح علی شاہ شاہِ ایران کی بی بی تھی۔ صاحبِ فضل و کمال تھی	
اس کا یہ شعر مشہور ہے۔	
شعر	
طوافِ کعبہ مرا حاجیہ میسر شد	خدا از یارتِ اہل دل نصیب کنہ
حرفِ انجا	

خدیجہ بنت ہدیران :- اس عورت کا عرف ام سلمہ تھا۔ اس محدثہ کی والدہ بزرگوار مولانا شہاب الدین احمد بن خلف ہدیران تھے۔ خدیجہ ششہ ہجری میں پیدا ہوئی تھی۔ ششہ ہجری میں اسکا نکاح والدہ گوار نے مجلس تدریس محدثین کرام میں لیجا کر حاضر کیا۔ کیونکہ اوس زمانے میں علم حدیث کا بہت چرچا تھا اور لوگ اپنے بچوں کو ابتدائے عمر سے حدیث پڑھاتے تھے۔ یہ محدثہ امام شیوخ کی اوتنا سنی اور امام موصوف کو علم حدیث میں اجازہ ہی دیا تھا۔

خدیجہ معروف بہ ام الفضل :- اس لائق محدثہ کے باپ ابو القاسم عبد الرحمن تھے۔ جو ابن الحارثہ اپنی لائق مان کے نسب سے مشہور تھے۔ اور اس طرح ان کے دادا بھی اپنی مان کے نام سے شہرت رکھتے تھے۔ یعنی ان کو عبد اللہ ابن القریبہ کہتے تھے۔ اس خاندان کی تمام عورتیں اور مرد جبنا حال سید مرتضیٰ نے تاریخ العروس میں لکھا ہے لائق گذری ہیں۔ خدیجہ علم و فضل میں یکتا ہے روزگار اور صاحب فراست تھی۔ یہ عورت قرن ششم کی مشہور و معروف محدث عورتوں میں سے تھی۔ اور خاص مصر میں اس عورت کی بود و باش تھی۔

خدیجہ بنت القیوم :- اس عورت کا لقب امہ العزیز تھا۔ بغداد اسکا خاص وطن تھا اسکے باپ کا نام حمام تھا۔ اس کے باپ نے جب یہ دیکھا کہ میری لڑکی کو تحصیل علم سے شوق ہے۔ تو اوس کے اسباب حمام نے نہایت خوبی سے فراہم کر دیے۔ صرف تحریر اور تجوید کا کام خود اپنے ذمہ لیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں خدیجہ نے تحصیل علم کر لیا۔ یہ عورت اکثر عورتوں کو جمع کر کے خط لکھا کرتی تھی۔ ایک مؤلفہ دراز کے بعد ترک موعظہ کر کے غلت نشینی اختیار کر لی تھی۔ خدیجہ نے بغداد میں ابن شیرازی سے تحصیل علوم کیا تھا۔ مصر میں علی بن الحارث العاصری اور ابن الخیر

سے کسب علم کیا تھا۔ دمشق اور تبرک میں علم حدیث حاصل کیا۔ ادبیات میں مشہور تھا۔
 کیچاتی تھی۔ مقامات حریری کا اکثر درس دیا کرتی تھی۔ اس زمانے کے لوگوں نے اگرچہ
 علم تجوید یعنی قرأت بھی اس سے حاصل کی تھی مگر اس میں ایسی کامل نہ تھی جیسی ادبیات
 میں تھی۔ شہید ہجری میں اسکی ولادت اور شہید ہجری میں وفات ہوئی۔

خان ز اوہد۔ سیر یادگار تبریزی کی لڑکی تھی۔ اسکی طبیعت بھی نہایت سوزوں
 تھی۔ اسکا بہ شعر مشہور ہے۔

شعر

نبے در منزل مایہاں خواہی شدن یا
 انیس خاطر این ناتوان خواہی شدن یا

خدیجہؑ۔ احمد بن الطنبکی لڑکی تھی۔ اسکے زمانے کے لوگ اسکو فاضل متبحر خیال
 کرتے تھے اسکا معن ابن الجندی تھا۔ اسکی لڑکی بھی محدثہ تھی۔ اس کے لڑکے کا نام
 زین الدین عربی تھا جو ابن حجر کا دوست تھا۔ اس عورت کا انتقال شہید
 ہجری میں ہوا۔

خرنق بہت فحافہ۔ شاعر عرب تھی۔ اسکے یہ دو شعر مشہور ہیں۔

اشعار

اعاذ لقی علی سر سراجہ فی
 فلاح و اہلیک اسی بعد لیش
 فقد اشرقتنی بالعدل ربی
 علی حی جوت ولا صدیق

شہزادہؑ۔ متوجہ اقدی میں لکھا ہے کہ خزانہ خالد بن جعفر بن قرطہ کی لڑکی تھی۔
 فتوحات عراق میں سعد بن ابی وقاص کے ساتھ تھی۔ اس لڑکی میں اول جو شخص
 شہید ہوا اسکے مرتبہ میں یہ شعر اس نے کہے تھے۔

اشعار

نیاعین جودی باللہم السواجم
 فقد شرعت فینا سیوف الاعاجم

<p>وخرنا على سعد وعمر وما لك هم فتيمة الغر الوجوه ۲ هذرة</p>	<p>وسعد مبيد الحبشي مثل الضمام ليوت لدى الهجاء شعنا بجهاجم</p>
<p>حولت الاثورة - مزار بن الاثوري بن يحيى - اسكا شمار صوابه من هواج بہ عورت اس کے درجے کی تعلیم پائی تھی۔ شاعرہ غزلی تھی۔ مشعومات مصروف نام میں بہ عورت برابر حاضر تھی۔ اسکا بھائی مزار جب جنگ الطائیکہ میں اسیر ہوا تو اس وقت خود نے ایات ذیل اوسکے حال میں لکھی تھیں۔</p>	<p>شعار</p>
<p>۱ لا مخبر بعد الفراق يجنبنا فلو كنت ادري انه اخذ اللقا ۲ لا يا غراب البين هل نلتنا خبري لقد كانت الايام تنزهو لقربهم الا قاتل الله المنوي ما امره ذكوت ليالي لجمع كنا سوية لئن رجعو ايوما الى دار غيرهم ولم اش اذ قالوا ضرم قيس فما هذه الايام الا معارسة ۳ ارى القلب لا يختار في الناس غيرهم سلام على احباب في كل ساحة</p>	<p>فمن ذا الذي يا قوم اشغلكم عنا لكننا وقفنا للودع وودعنا فهل بقدر وما الغائبين تبشرنا وكننا بهم تنزهو وكانوا كما كنا واقبه ما ذا يريد المنوي منا ففرقنا ريب الزما وشتنا لثنا خفا فاللطايا وقبلنا تركناه في دار العدو ومينا وما نحن الا مثل لفظ بلا معنا اذ ما ذكرهم ذكر قلبي ۲ لم يفر وان بعد واعنا وان منعنا منا</p>
<p>ذیل کے اشعار بھی مزار کی گرفتاری میں کہے ہیں۔</p>	<p>شعار</p>
<p>البعث اخی بلد النض سینه</p>	<p>قلیف بنام مقروح الخجفون</p>

ساہکی ماحیت علی شقیقی فلو انی محقت به قتیلاً و کنت الی السلواری طریقاً و انا محشر من مات من و انی ان یقال مضی ضراً و قالو کم بکاؤک قلت مهلاً	۱ عزیز علی من عین الیمین لہان علی اذغیر ۲ لہمین و اعلق منہ بالجبل المتین فلیس ہوت موت ۲ المستکین و کم فی الحب یقصم الغبون ۲ اما ابکی و قد قطعوا و تلیف
---	---

مزروع بنت خلوق جو فصحا ہے عرب سے تھی اوس نے جب غولہ کے اشعار
دیکھ کر الصدر سے نو اپنے لڑکے صابر بن اوس کے حال میں جو غولہ کے ساتھ جنگ
نظاکہ میں گرفتار ہو گیا تھا ذیل کے اشعار کہے۔

اشعار	
ایا ولدی قدر اذ قلبی تلہباً وقد اضرمت نار المصیبة شعلہ و اسأل عنک الکرکب کی یخبرونی فلم یرک فیہم مخبر عنک صاوقاً فیا ولدی من فبت کدرت عیشی و فکری مقسوم و عقلی مولہ فان تلک حیاً صمت للہ حجبہ	۱ و قد احرق قلبی الحذر و الدما وقد حیت منا الحشا الاضالع بجالتک کیما استتکت ۲ لست اجمع ولا منهم من قال انک سر اجمع فقلبی مصداع و طری فی داعم و دمعی مسفوح و داری بلا فیم وان لکن الاخری فما العبد صاع

غفرہ بنت غفار۔ سلمہ بنت ذراع۔ لبنی بنت سوار۔ سلیمی بنت النعمان
ام ابان۔ ہند بنت عمرو۔ اور زینب الانصاریہ۔ یہ سب عورتیں
صاحب شجاعت لڑائی میں۔ واقعات یرموک اور اجنادین میں یہ سب
سب عورتیں خیموں کے ستونوں سے بڑی جرات کے ساتھ اپنے دشمنوں

سے لڑائی تھیں۔

حرف الدال

دفرہ :- یہ محدث عورت طبقہ اول کے ثقہ تابعین میں سے تھی۔ بصرہ میں اکثر رہا کرتی تھی۔ محمد بن سیرین نے انھیں سے حدیث کی روایت کی ہے۔ اصحابہ میں ابن جریر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اصحاب کتب ستہ میں سے ایک شخص نے اپنی کتاب میں۔ دفرہ سے ایک حدیث ثبت اور استخراج کی جسکو اس لائق محدث نے حضرت عائشہ ام المومنین سے روایت کیا تھا۔

ولشاؤ :- فتح علی شاہ شاہ فارس کی بی بی تھی۔ یہ عورت بہت بڑی بلینہ تھی۔ طبیعت میں کچھ موزونیت بھی تھی۔ یہ شعر اسکا مشہور ہے۔

شعر

طاعات منکران محبت قبول غیبت
صد بار اگر چہ شہ زمرم وضو کنند

دہنہا :- اسکے باپ کا نام سہل تھا جو کہ مالک بن سعد زید ستاہ کی اولاد میں تھا۔ اسکے شوہر کا نام عجاج تھا۔ لیکن عجاج کو اپنی بی بی سے کچھ زیادہ الفت نہیں تھی۔ دہنہا کی طبیعت جو نچھ موزون واقع ہوئی تھی اس سبب دہنہا سے اپنے باپ کے والی ملکیت یا مد کے پاس اس امر کی شکایت لی گئی۔

جو نچھ عجاج بھی اوسی ملکیت کا رہنے والا تھا۔ عجاج نے نہایت شرسندہ ہو کر دہنہا کو طلاق دیدی والی یا مد نے کچھ آراضی عجاج سے دہنہا کو دلا دی۔ اور عجاج نے فوراً فی البدیہہ یہہ دو شعر پڑھے۔

اشعار

ظننت الدہنا وظن مسجیل
ان لا میدیا لقضاء یحیصل
عن کسلہ فی والحصان یکسل
عن السفاء وهو طرف ھیکل

وہاں آئے جب یہ اشعار سنے اور سننے بھی فی البدیہہ یہ دو شعر کہے۔

اشعار

والله لو لا خشية لا مبر
لحلت من بشير بنى الفقير
ونخشية الشرطي والمشير
كجولان صعبة عسير

علاج نے جب اپنا جواب سنا تو اس کے جواب میں پھر یہ دو شعر کہے۔

اشعار

تالله لا تخد صني بالضم
الا بهزها زيسلي همته
اليك والتقبل بعد الشم
ينزعني عنى فنتني من كني

حرف الال

ذات النطاقین :- اس خاتون کا اصلی نام تو اسماء تھا جو جناب حلیف
اول ابو بکر صدیق کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ اکثر لوگ انہی ذات النطاقین بھی
کہا کرتے تھے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نطاق عربی میں بچے کو کہتے ہیں۔ زنانہ عرب
اسے بہت پر مضبوط کپڑے کی ایک پٹی باندھ لیا کرتی تھیں۔ رسول عربی جس
وقت مکہ سے ہجرت کرنے کے ارادے میں ابو بکر صدیق کے مکان پر آئے اور
سامان ہجرت درست فرمانے لگے تو کٹھری وغیرہ باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ تھی
اسماء نے اپنا نطاق جسکو وہ کمر سے باندھتے تھیں دیدیا۔ رسول
خدا نے اسکی طو لاؤ و پٹیاں کر لیں۔ ایک سے تو شکیزے کا دمانہ باندھا۔
اور دوسرے سے وہ پوٹلی باندھی گئی جس میں کھانا تھا۔ آنحضرت نے اسماء کی
سجد روی سے خوش ہو کر فرمایا کہ اللہ جل شانہ اس ایک بچے کی عوض تمھیں
دو بچے عنایت فرمائے گا۔ پس اوس وقت سے اسماء کا نام ذات
النطاقین پڑ گیا۔ اسماء کی والدہ کا نام قیلہ تھا جو عبدالمطلب کی اڑکی تھیں۔

اسماء کو سن تمیز پر چھوٹنے کے بعد یہ فخر حاصل ہوا کہ زبیر بن عوام ایسے جلیل
 القدر صحابی کی زوجہ ہوئیں۔ حضرت زبیر جب کا شمار عشرہ مبشرہ میں کیا جاتا ہے یہ
 وہی زبیر ہیں۔ اسنے صاحبزادے کا نام عبداللہ تھا جو انھیں مصور کے بطن سے
 پیدا ہوئے تھے اور جو اسلام کے مشہور نامور ہیں اور ایک عرصے تک مکہ میں خلافت
 کرتے رہے۔ یزید کے بعد عبدالملک بن مروان نے تاج سلطنت اپنے سر پر
 رکھا۔ جب اسکے مظالم حد سے گزرنے لگے تو اہل مکہ نے مجبور ہو کر مخالفت کی اور عبداللہ
 بن زبیر جو پیشتر سے والی کہ تھے اونکو خلیفہ برحق قرار دیا۔ انھوں نے ہر سن تک
 اطراف عرب میں حکومت کی اور آخر دمشق سے اونکے مقابلے کے لیے وہ ظالم
 شخص بھیجا گیا جسکا نام ظالموں کی فہرست میں سب سے زیادہ اُبھرا ہوا اور
 خون کے عرفوں میں لکھا ہوا ہمیشہ نظر آئیگا۔ یعنی حجاج بن یوسف۔ حجاج نے
 مکہ مسئلہ کا محاصرہ کر لیا۔ کوم ابو قیس اور بلند پوٹر بمخفی لگا دیے گئے۔ اور خاص
 خانہ خدا پر جی کھول کے نشانہ بادی کی گئی۔ عبداللہ بن زبیر کے گرد اونکے اہل
 اقارب اور نیز اہل فوج میں سے کل بارہ ہزار سپاہی تھے۔ ان لوگوں نے
 پہلے بڑے مہر و تحمل سے کام لیا۔ جب محاصرے کو سات مہینے گزر گئے اور لوگ
 بھوکوں مرنے لگے تو سب نے مجبور ہو کر حجاج سے پناہ مانگی اور ابن زبیر کو چھوڑ کے
 چلے گئے۔ آہ! انکی یکسی اسد رہے کو بھونچ گئی کہ خود اونکو دونوں نوز نظر اور
 جگر گوشہ حمزہ اور حبیب اونکا ساتھ چھوڑ کے چلے گئے۔ عبداللہ بن زبیر ایسے ایسے
 ہمدرد و قوتوں میں کہ جب موت اور بد قسمتی انھیں انھوں سے نظر آتی تھی نہایت
 حیران ہوتے۔ اور کون تھا جس سے کچھ مشورہ کرتے۔ جناب اسماء ذات النخلا
 ابھی زندہ تھیں۔ ابن زبیر اونکی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور عرض کیا۔ امان بچا
 یاروں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور بیوفائی کی۔ اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ

بیٹوں میں سے بھی وہ اس سخت امتحان کے موقع پر ثابت قدم رہ سکے۔ یہ
 جو چند لوگ باقی ہیں یہ بھی کب تک۔ چند ساعت میں ساتھ چھوڑ کے یہ بھی چلے
 جائیں گے۔ اگر میں اطاعت قبول کر لوں تو یقین ہے کہ حجاج اور اس کے
 صلاح کار میری درخواست کو رد کریں گے۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتی ہیں۔
 یہ سنکر اسماء نے کہا۔ بیٹا۔ اپنے واجبات اور اپنے فرائض کو تحقیق خود
 سمجھ سکتے ہو اگر تمہارے دل میں کوئی تردد نہیں ہے اور تم کو یقین ہے کہ تم حق
 پر ہو اور لوگوں کو حق ہی کی جانب لگاتے ہو تو حجاج سے مقابلہ کرو اور خدا کی مقرر
 کی ہوئی تقدیر پر شکر کر رہو۔ اور یقین جانو کہ خدا تمہیں در تمہارے دوستوں
 کو شہادت کے بعد بہت کچھ جزا سے خیر عطا کرے گا۔ واقعی اس صورت میں تم ہی یہ
 سے ندو۔ اور نہ اوہ کی اطاعت کرو۔ اگر تمہاری غرض اس حکومت سے
 دنیا طلبی ہے تو تم خدا کے بہت بڑے بندے ہو۔ اس لیے کہ صرف خدا اپنے
 نفس کی خواہش پوری کرنے کے لیے تین ہزاروں بندگان خدا کا خون کرایا
 ہاں اگر تم یہ کہتے ہو کہ تم میں حق پر مگر بوجہ اس ضعف کے سوا سر اطاعت
 جہکائے گئے کسی طرح سفر نہیں۔ تو سنو یہ جو افرادوں کا کام نہیں ہے۔ کب
 کت زندہ رہو گے۔ ایک دن مرنا ہی ہے۔ لہذا ایسی مناسب ہے کہ آج ہی
 ناموری اور عزت کے ساتھ سفر آخرت کرو۔ اور دنیا کے فریبوں میں اگر نہ جاؤ۔
 ابن زبیر نے کہا۔ اماں جان۔ میں ڈرتا ہوں کہ اہل شام مجھ کو طرح طرح کے غذا ہوا
 میں مبتلا کریں گے۔ اور میری لاش کو سولی پر چڑھائیں گے۔ اس کے جواب
 میں جناب ذات انطاہیین نے نہایت صبر و تحمل سے کام لیکر کہا۔ بیٹا۔ جب
 بکری کو ذبح کر چکے اوسکے بعد اگر اوسکی کھال بھی کھینچ لیں تو اوسے صدمہ نہیں
 پہنچتا ہے۔ خدا سے مدد اور اعانت کی دعا کرو۔ اور اپنے ارادے میں ثابت

قدیم رہو۔ یہ بہنکر عبداللہ بن زبیر نے کہا۔ اسے والدہ سیری بھی یہی نیت ہے۔ اور اچھو لہو کہ میں ہمیشہ اسی ارادے پر قائم رہا۔ ابتدا سے عمر سے آج تک میں نے کبھی اس زندگی ناپائدار کے فریبوں میں آکر دنیا پسندی نہیں کی۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے بنی النخعیہ کی اگر مخالفت کی تو صرف اسی غرض سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ اپنے جور و تشدد سے خدا کی حرام کی ہوئی باتوں کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام کر دیں۔ پھر اس خوف سے کہ کہیں اب نہ ہو کہ وہ لوگ خدا کی محبت کو خود بھی چھوڑ دیں۔ اور دنیا سے بھی چھوڑا دیں۔ آپ نے میرے ارادے کو اور مضبوط کر دیا۔ اور میری تائید کی آج میں ظالموں کے ہاتھ سے مارا جاؤں گا۔ آم کہیں اب نہ ہو کہ آپ نے دل کو میرے مرنے سے صدمہ بھونچے۔ امان جان۔ آپ اپنا معاملہ خدا کی سپرد کر دیجئے اور یقین جانئے کہ آپ کا بیٹا کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا۔ بدکاری اور برائی کی راہ نہیں چلا۔ احکام الہی کے جاری کرنے میں اور انصاف پسندی کے حقوق ثابت کرنے میں اوس نے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ آج تک جس کسی سے عہد کیا اوس سے بیوفائی نہیں کی۔ دیدہ و دانستہ کبھی کسی مسلمان یا سعادتی پر کسی قسم کا ظلم نہیں جائز رکھا۔ اپنے اعمال کو کبھی ظلم و ستم کی اجازت نہیں دی۔ اور ہمیشہ میرے نزدیک کوئی چیز خدا کی مرضی سے زیادہ پسند نہ تھی۔ خداوند اس وقت جو کچھ میری زبان سے نکلا اپنے نفس کو بڑھانے اور غرور کے لیے یا اپنی تعریف کے طور پر نہ تھا۔ بلکہ اس سے صرف اس قدر مقصود تھا کہ میں ان الفاظ سے اپنی ماورئ شفقہ کے دل کو تسلی دے سکوں۔ اسماء بولیں۔ بیٹا۔ انشاء اللہ تیرے معاملے میں میں صبر سے کام لوں گی۔ اگر میرے سامنے تم مغلوب ہو کر دشمنوں کے ہاتھ سے

مارے گئے تو میں صبر کروں گی۔ اور خدا مجھے اس صبر کا اجر دے گا۔ اور اگر خدا نے
 تم کو کامیاب کیا تو تمہیں دیکھ کر میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر دوں گی۔ بس اب قدم بڑھاؤ
 اور خدا کی راہ میں دل کو مضبوط کر کے نکلو۔ ابن زبیر نے کہا۔ امان جان اب میں
 جاتا ہوں۔ اس وقت آپ مجھے بے دعا کے نہ بھیجئے۔ میرے حق میں دعا فرمائیے۔
 اسماء بولیں۔ میں ہر وقت تمہارے لیے خداوند کریم کی درگاہ میں دعا کرتی رہوں گی۔
 اگر کسی اور بے دنیا طلبی اور حکومت کے شوق میں لڑائی کی تو تم نے ٹھیک ٹھیک
 صرف خدا تعالیٰ کی خوشی پوری کرنے کے لیے اسلحہ جنگ ہاتھ میں لیے ہیں۔
 یہ کہہ کر اسماء نے دعا کے ہاتھ اٹھائے۔ اور یہہ کلمات اپنی زبان سے
 نکالے۔ خداوند ا۔ عبد اللہ کے دن کے دن روزوں اور اوسکی رات کی عبادتوں
 کی غرض میں اور نیرا دن تمام عبادتوں کی غرض میں جو مجھ سے اور اوسکے باپ سے
 ظہور میں آیں۔ اپنی رحمت تو اوسکے شامل حال کر دے۔ اپنے اس فرزند کو
 میں تیرے سپرد کرتی ہوں۔ اور تو نے جو کچھ اسکی قسمت میں لکھا ہے اوس پر میں
 راضی ہوں۔ بارالہا۔ اس حال میں مجھ کو شکر کریوالوں کا ثواب حاصل کر۔ اب
 نے یہ کلمات سن کر ہی اپنی ماں کے ہاتھوں پر بوسہ دیا۔ اسماء فرماتے
 لگیں۔ تو کیا بیٹا اب تم مجھ سے رخصت ہوتے ہو۔ عبد اللہ نے کہا جی ہاں۔
 میں رخصت ہونے ہی کی غرض سے حاضر ہوا ہوں اس لیے کہ مجھے آج سفر
 آخرت کرنے کا کامل یقین ہے۔ اسماء نے یہ فرمایا۔ دیکھو ہوش بازی سے
 سیدان میں نکلنا۔ مگر آؤ بیٹا میں تمہیں رخصت کر دوں۔ یہ کہہ کر فرزند کو گلے
 سے لگایا۔ اتفاقاً ذات النطاقین کا ہاتھ زرہ پڑا جب کو عبد اللہ
 بن زبیر پہنچے ہوئے تھے۔ زرہ مانے لگیں۔ عبد اللہ جن لوگوں
 کو شہادت کی آرزو ہو اور ان کو جو شہن و خفتان سے کیا کام۔

ابن زبیر کہنے لگے۔ ابان جان۔ میں نے صرف آپ کے دل کو تسلی دینے کے لیے یہ زہر گلے میں ڈال لی تھی۔ ورنہ حقیقت میں میں نے زندگی کی طمع میں اسے نہیں پہنا۔ اسماء بولیں۔ عبداللہ۔ مجھے خدا پر بھروسہ ہے۔ اس زہر سے کیا ہو سکتا ہے۔ عبداللہ نے یہ سنکر زہر اوتار ڈالی۔ اس کے بعد استینیس چڑھائیں۔ داسن چڑھا کر کمر میں باندھ لئے اور میدان جنگ میں قدم رکھا۔ سبحان اللہ حضرت اسماء کا جوش اور استقلال۔ اور نصیحتانہ کلمات کس جوش کو بھری ہوئی تھے۔ حقیقت میں حضرت اسماء کی یہ سب باتیں اس امر کا کافی ثبوت دیتی ہیں کہ آپ ایک لائق اور عمدہ معلمہ یافتہ خاتون تھیں۔

حرف הראء

رالعبہ :- یہ وہ رابعہ عدویہ۔ شامیہ۔ اور حبشانیہ نہیں مین حبلی ولایت اور خدا پرستی کا ڈنکا تمام دنیا میں بجاتا تھا۔ یہ ایک محدث ہے جس کا ذکر ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب ابناؤ مین کیا ہے۔ ششم ہجری مین انکا انتقال ہو چکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رابعہ ابن حجر عسقلانی کی لڑکی تھی۔ جو ششم ہجری مین بقاؤ مکہ معظمہ شیخ زین الدین الباسی مشہور محدث کی مجلس میں حاضر ہوتی تھی۔ بہت سے محدثین مصر و شام سے اونہوں نے اجازہ لیا تھا۔ اور شیخ الشیوخ محب الدین ابن الاثیر نے اسکے ساتھ اپنا نخل کیا تھا۔ رابعہ کے یہ دو شعر مشہور ہیں۔

اشعار

هذه العرک فی الصنم بدیع
ان المحب من محب مطیع

تعصبی لا تہ وانت تزعم حبہ
لو کان حیاک صاذا قلا طعتہ

رجب بنت القلیج :- یہ لائق محدثہ شہاب الدین احمد القلیج کی لڑکی اور ارا

سیوطی کی دوستداشتیں۔ اپنی دادی سارہ بنت شیخ یحییٰ الدین لکھی سے
 انہوں نے علم حدیث حاصل کیا تھا۔ انکی پیدائش شہرہ اور وفات ۳۹۷ھ
 ہجری میں واقع ہوئی تھی۔

رقیہؓ :- اس محدثہ کے پدر بزرگوار محمد بن علی بن وہب القشیریہ تھے۔ یہ عورت
 مصر کی رہنے والی تھی اور یہیں اسنے علم حدیث کی تعلیم پائی تھی۔ یہہ خد اکی
 بندی خیر۔ صلاح۔ تقویٰ۔ علم اور فضل میں مشہور تھی۔ اس عورت کی تاریخ
 وفات چودھویں ماہ شبستان ۳۹۱ھ ہجری ہے۔ اسی نام کی تین اور
 محدث عورتیں یعنی رقیہ بنت محمد النخعی۔ رقیہ بنت الحنفی۔ رقیہ بنت
 انقازی تھیں۔

راسمہ بنت الحصدین :- یہ عورت نجد کی رہنے والی تھی۔ اسکا شمار
 شاعروں میں تھا۔ اسکے یہہ دو شعر مشہور ہیں۔

اشعار

یا لیت شعری ولیت صیحت عصطا	هل هبطن قریة لیست بهما روا
لقد تبدلت من نجد وساکنه	ادضا بها الدیاء یزقوا السنانیر

ریا العقلینہ :- بہت بڑی شاعرہ تھی۔ بقصرہ اسکا وطن تھا۔ یہہ شعر اس کے
 مشہور ہیں۔

اشعار

فما وجد مغلول بتماء موقت	بساقیه من ضرب القیتو کبول
قلیل الموالی مسلم عجیرة	له بعد نومات العیون عویل
یقول له البواب انت معدب	غداة غد او مسلمہ فقطیل
باکثر منی لوعة یوہ بیان لی	فراق حبیب ما الیه سبیل

عشية امشي الفصل ثم يرد في | عن القصد ثم انما الهجو قاصيد

رابعه الحمد و یہ ہے۔ اسمعیل بعد ویر کی دختر نیک اختر تھی۔ نہایت
عابدہ زاہدہ اور پاک طینت عورت تھی۔ امام ابو القاسم القسری
اسے ایک رسالے میں تحریر فرماتے ہیں کہ رابعہ اکثر اوقات مناجات
میں یہ کلمہ کہا کرتی تھی۔ وہ الہی دے کہ ترا دوست دارو آیا اور آتش
سے سوزانی یا ایک مرتبہ اوسکے کان میں اوسکے اس حسرت پہرے
جلہ کا یہ جواب سنائی دیا کہ وہ نطن بد میر کہ پروردگار رحیم اینکار نی کہتہ
خلاصہ یہ کہ رابعہ دل کی صفائی اور کمالات نفس میں بہت سے لوگوں پر
تفوق رکھتی تھی۔ لوگوں نے اوسکی صداقت۔ دیانت داری۔ حقانیت
عرفان اور شہود کی وجہ سے تاج الرجال کا لقب دیا تھا۔ زہد۔ تقویٰ اور
تقدس میں اتنی شہرت حاصل کی کہ ضرب المثل تھی۔ اس عورت کے
زمانے میں ایک مشہور شخص حسن بصری تھا جو وقت کہ رابعہ کا پیار شوہر
انتقال کر گیا تو حسن موصوف نے رابعہ سے درخواست کی کہ میرے ساتھ
شادی کرے۔ رابعہ نے حسن سے حقانیت و معارف کے چند سوال کیے
آخر کار حسن کے دعا کو قبول نہیں کیا اور یہ شعر پڑھے۔

اشعار

و جلیبی د ائمائی فی حضر فی	راحتی یا اخوتی فی خلقی
و هو اذ فی البرایا حسنتے	لم اجد لی عن هواہ عوضا
فہو محرابی الیہ قبلی	حیثما کنت اشاہد حسنہ
واعنائی فی الوری و اشقونی	ان امت وجد اوما تم رفا
جد یوصل منک بشفی ھمتی	یا طیب القلب یا کل المخی

<p>باسروری و حیاتی د اٹھا قد هجرت الخلق جمعاً رتقی</p>	<p>نشاکی منك و ایضاً نشوتی منك وصله فهو اقصى الهی</p>
<p>سفیان نوری نے ایک مرتبہ رابعہ سے کہا۔ کہ حضرت حق جل و علا کے ساتھ پیر ایمان اور اعتقاد کیا ہے۔ رابعہ نے کہا کہ میں خدا کو جہنم اور بہشت کے شوق میں نہیں پوجتی بلکہ کمال عشق سے اس کی عبادت کرتی ہوں۔ اس کے بعد اس مناجات کو جو اس کی خاص تصنیف شدہ ہے سنایا۔</p>	
<p>مناجات</p>	
<p>۲ حبك جبین حب الهوائے فاما الذي انت ۲ اهل له فاما الذي هو حب الهوائے فلا ۲ المحل في نراذ لا ذالك لي</p>	<p>و جبالك ۲ اهل لذالك فكشفك لي ۲ المحجبتی ۲ اراك فشغلي بذكرك عتق سواك ولكن لك المحل في ذاد ذاك</p>
<p>مختصر یہ کہ ارباب سلوک رابعہ کو ارباب کرامت جانتے ہیں۔ اس کے سنہ وفات میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعض ۳۷۰ ہجری اور بعض ۳۷۵ ہجری بیان کرتے ہیں۔</p>	
<p>رابعہ اصفہانی :- سلاطین سامانی کے زمانے میں یہ موزون طبیعت عورت سوچوتھی۔ اسکے دو شعر مشہور ہیں۔</p>	
<p>اشعار</p>	
<p>و عوتم ایت بر تو کایزوت عاشق کنان تا بدانی در در عشق و دل مہر و غم غوری</p>	<p>ربت سنگین لب نامہربان خوشیتن چون بہ بچر اندر بہ نیچی پس بدانی قدر من</p>
<p>رشدہ کاشانی :- اسکا دوسرا نام بیک تھا۔ باپ کا نام باغداد کاشانی تھا۔ میرزا علی اکبر متخلص بہ بیکیری کی بی بی تھی۔ میرزا احمد متخلص بہ کشتہ کی ماں تھی۔</p>	

نہایت سخن سنج۔ خوش سوزون اور شاعر تھی۔ اسکا ایک دیوان موجود ہے
جس میں تین ہزار اشعار ہیں۔ چند شعر بیان بھی لکھے جاتے ہیں۔

اشعار

آن بت گلچہ یارب بستہ از سنبیل زلفا
یا با فسون کرونیان در دل شب افتاب

دیگر

دل رفت و ز خون دیدہ مارا
پیدا است برخ ازان علامت

دیگر

می طبلد از شوق دل و سینہ ام گولی کباب
تیر و لاری بدل زابر و کمانے میر

دیگر

بر قصہ صید تو چون شمع و پیش گفتہ
کسے ندیدہ شکار گیس کند شہباز

دیگر

اشکم ز بزم ہجر تو ہر ذرتا مسکب
اتہم ز دست خمی تو ہر شام تاسک

رضیہ بیگم الملقب بہ بلقیس جہان :- سلطانہ رضیہ بیگم ۱۲۳۴ عیسوی میں تخت
شاہی پر بیٹھی۔ دہلی میں پیدا ہوئی تھی اور قاعدہ ملکی کے بموجب اسکی پرورش عہدہ
طریقے سے کی گئی۔ شاہی خاندان کا یہ طریقہ تھا کہ اگر لڑکا پیدا ہوتا تو وہ محل کے باہر
پرورش پاتا تھا۔ اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تھی تو محل کے اندر مان سے علیحدہ خاص
عورتوں میں اسکی پرورش کیجاتی تھی۔ اس کام کے لیے شریف زادیاں جن جن
کر رکھی جاتی تھیں۔ اور ملازمت کے وقت دینی علوم میں اونکا امتحان لے لیا جاتا
تھا۔ کیونکہ نو برس تک لڑکی اوسنے پاس رکھی جاتی تھی۔ اس عرصے میں قرآن مجید
اور ضروری دینی مسائل اوسے از پر کر دیتے تھے۔ اسکے بعد سپہ گری اور
ملکی تعلیمات کی تعلیم کے لیے وہ محل کے چھوٹے سے اسکول میں تعلیم حاصل کرتی تھی

جو صرف ہنر ادیون کے لیے مخصوص تھا۔ چنانچہ جب ہماری سلطنت رضیہ بیکم پیدا ہوئی تو ان کے لیے بھی اس سلطانی قاعدے کا برتاؤ کیا گیا۔ رضیہ یا آئندہ سلطنت کی صورت و شکل نہایت حسین اور جمیل تھی۔ شمس الدین التمش کو اپنی بیٹی رکن الدین التمش کو بہت چاہت تھا مگر وہ اب اس سے بہت راز کی گئی تھی اس کے اس کی محبت کو بھی بھول گیا اور مستدرتی طور پر چون چون رضیہ بڑی ہوتی گئی اس سے یقین ہوتا جاتا تھا۔ کہ آئندہ زمانے میں یہی میری معاون اور قوت بازو ہوگی۔ جب رضیہ کی عمر چار برس اور کچھ مہینے کی ہوئی تو اس سے قرآن مجید پڑھایا گیا۔ تین برس میں اس نے قرآن مجید ختم کر لیا۔ گو اس سے اسلامی رسم و رواج کے مطابق موسیقی کی تعلیم ہوتی تھی مگر فطرت نے اس کو خوش اسحانی کا حصہ بھی دیا تھا۔ اس کی آواز میں درد اور لوح اس بلا کا تھا کہ جہاں وہ قرآن شریف پڑھنے لگی اور سانس میں سنو لگے مگر نہ تھا کہ اس کو کوئی پڑھنا ہوا دیکھنے اور آیتیں شکر رونہ دے۔

قرآن شریف کے ختم ہونے کی تقریب خوب دھوم دھام اور شانہ و شوکت و احتشام سے عمل میں آئی۔ ہزاروں روپیہ محتاجین اور فقرا کو تقسیم ہوا اور تمام لشکر کی نہایت خوش اسلوبی سے تین دن تک دعوت رہی۔

لوگوں کو انعام و اکرامات اور خلعتیں ملیں۔ اور بہت کچھ محل اور دارالخلافہ میں خصوصاً خوشی سنائی گئی۔ قرآن مجید کے ختم ہونے کے بعد فارسی لٹریچر کی کتابیں شہ جو ہوئیں۔ اور اسکے ساتھ ہی شانہ و ادب و آداب کی تعلیم ہوتی رہی۔ رضیہ کو ذہن اور حافظہ و نوون روز ازل ہی سے عطا ہو چکے تھے۔ جس طالب علم میں یہ دونوں صفتیں ہوں اور پھر شوق بھی ہو تو وہ خلافت اسید اتنی جلد ہی علم حاصل کر سکتا ہے کہ لوگ دیکھ کر دنگ رہ جاتے

ہیں۔ رضیہ میں بھی یہی اوصاف تھے۔ اسنے تین برس کے عرصے میں فارسی لٹریچر میں خاصی دستگاہ پیدا کر لی۔ یوں تو فارسی اس کی ماں زبان تھی۔ مگر اب وہ باقاعدہ لکھ پڑھ سکتی تھی۔ گو اوس زمانے میں انہماک مطالب کے لیے عبارت آرائی اور انشا پردازی میں بہت کچھ خرچ ہوتا تھا مگر رضیہ مختصر اور سادہ نویسی میں تمام قلعے میں مشہور تھی۔ غرض تیرہ برس کی عمر تک رضیہ کسی قدر پابند ہی کے تعلیم پاتی رہی اور جب چودھویں برس میں قدم رکھا۔ تو تداہیر ملکی میں حصہ لینے کا زمانہ آگیا۔ اس عرصے میں وہ تیر اندازی چابک سواری فنون جنگ میں بھی خوب مشاق ہو گئی تھی۔ اور ایک دن اپنے حیرت انگیز کام سے اس نے اپنے باپ کی توجہ جبراً اپنی طرف مائل کر لی۔ حسب معمول التمش اپنے حرم سرا کی بیگیوں کو لیکر شکار میں گیا۔ اثنا بے شمار میں ایک شیر نے بڑی طرح التمش کو زخمی کر ڈالا ہوتا۔ مگر سردار پر دہ سے رضیہ جا بھونچی اور شیر کو تلوار سے دو ٹکڑے کر کے گرا دیا۔ حقیقت میں یہ ایک خطرناک دلیری تھی۔ مگر التمش یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اور آج سے اسکی نگاہ میں رضیہ کی اور بھی وقعت بڑھی۔ رکن الدین اسکا بڑا بھائی پچپن سے کامل وجود اور آرام طلب تھا۔ ہر چند التمش اپنے بیٹے کی توجہ بہ سلطنت کی طرف پھیرنا چاہتا تھا مگر وہ عیش کا بندہ دنیاوی دنی کو مٹانی خیال کر کے اپنی آئندہ قسمت کو آفت میں پھنسانے اور اپنی خاندانی عظمت کو مٹانے میں مصروف تھا۔

مگر رضیہ اپنے بھائی کی بالکل ضد تھی۔ گو وہ جنس اناث میں پیدا ہوئی تھی مگر اوس میں استقلال۔ بہادری۔ جرات مردوں سے زیادہ تھی۔ وہ

خوب سمجھتی تھی کہ ہماری خوش تدبیری نہ صرف مفتوحات اور مقبوضات کو
 ہمارے قبضے میں رکھے گی بلکہ ہمارے خاندان کی عظمت اور وقعت
 کا باعث بھی ہوگی۔ رضیہ ابھی سنہ بلوغ کو چھوٹی ہی تھی کہ اُسکی
 یکایک پرہیزگیاں ہونے لگا کہ اگر باپ کے بعد میں ہی تخت سلطنت
 پر بیٹھوں تو مناسب ہے۔ با اینہم اسکی نیک نیتی اور ایثار اور نہ فقط
 غضب کا کہ یہ اور بدنامی الزام اپنے ذمہ لینا چاہتی تھی کہ بھائیوں
 کے ہوتے وہ وارث تاج و تخت بن جائے۔ مگر پھر بھی خدا کی مخلوق
 کی حفاظت اور انتظام ملکی کے سنبھالنے کی ضرورت نے رضیہ کے
 اس خیال کو شکست دی اور اب اسے یہ یقین ہو گیا کہ اگر
 میں اپنے بھائیوں کا حق سلطنت غصب کر کے مکران بن جاؤنگی تو بھی
 مجھ پر کوئی الزام قائم نہیں ہو سکتا۔ کہ میری ذات سے امن عامہ کی
 توقع ہے اور ان لوگوں سے ملک میں فتنہ و فساد پیدا ہوگا۔ ایسی حالت
 میں میرا فرض ہے کہ سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیں۔ اور
 انصاف و عدل کے قوانین جاری کروں۔ مگر ابھی وہ وقت نہ آیا تھا کہ وہ
 اپنے خیالات کا اظہار ماں باپ کے آگے کر سکتی۔ اسلیے کہ ماں تو اسقدر
 مغرور اور جاہلانہ مزاجی عورت تھی کہ اس سے التماس بھی بات کرتے
 ہوئے ڈرتا تھا۔ اور باپ کے آگے مستین اور سنجیدہ بننا چاہتی تھی۔
 اس نظر سے ایسی گفتگو جس میں چھوڑ پھینکے بھی پایا جاتا ہو وہ
 کیونکر کر سکتی تھی۔ سب سے پہلے حکومت حاصل کرنیکی جدتیراؤ سکے دل میں آئی
 وہ یہ تھی۔ کہ امراء و دربار کی ایک حد تک تالیف قلوب کی جائے۔ اس عہدہ
 خیال نے خود اسکی رہنمائی سلطنت کے اندرونی معاملات میں کی۔

ایک روز التمش ایک راجپوت کے درشت اور ناملاکھم جواب سے ناراض
 ہوا۔ اور یہاں تک عتاب کو طول ہوا کہ دربار بھی بند ہو گیا۔ راجپوت
 نے بہتیری تدبیریں کیں کہ کس طرح غضبِ سلطانی منہ و جوہر
 مگر بے سود۔ آخر یہ سمجھ کر رضیہ اپنے باپ کے مزاج میں بھی بہت خیل
 ہے اس نے اپنی بی بی کو محلِ سلطانی میں بھیجا۔ اور رضیہ کی خدمت
 میں لہجہ کی کہ حضور کو شش کر کے میرا قصور معاف کرادیں یہہ موقع
 رضیہ کو اچھا لگتا تھا۔ اس نے راجپوت کی بی بی کی بہت خاطرہ کی
 اسکا نذرانہ بخندہ پیشانی قبول کر لیا۔ اور رخصت کے وقت ایک قیمتی
 خلعت سے سرفراز فرمایا۔ اور اطمینان دلایا کہ کامِ حسبِ مراد ہوگا مگر آئندہ
 احتیاط کے لیے سخت تاکید کر دی۔ وہ خوشی خوشی اپنے گھر واپس
 آئی اور ساری کیفیت اپنے میاں سے بیان کر دی۔ غرض اوسی دن
 او صحر او صحر کی باتوں کے بعد رضیہ نے اپنے باپ کے سامنے یہہ معاملہ
 پیش کیا اور التمش کو مجبوراً اس وقت چوہدرار راجپوت کے گھر ملائی گئی
 لیے بھجونا پڑا اور اس طرح ایک پیچہ لکھی یوں آٹا فائنا میں سلجھ گئی۔ رضیہ
 کی دانائی۔ فراست۔ معاملہ فہمی۔ ذہانت اور طلاقت کے آگے ان اوسے معاملہ
 کی عقدہ کشائی کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ اس کا حکمرانہ دماغ خود
 بخود جہانداری کی کل قابلِ تحسین صفتیں پیدا کرتا جاتا تھا۔ یہہ مردانہ
 نگاہ و بار میں آتی اور آزادانہ طور پر ہر معاملات پر بحث کرتی۔
 رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت آگئی تھی کہ بعض اوقات باپ کے تخت کے
 قریب اور امرار کے ساتھ دست بستہ کھڑی ہو کر مشورے دینے لگی۔
 پھر ایک معمولی بات تھی کہ رضیہ باپ کے پہلو پہ پہلو ہزار اور شکار میں گھومے

پر سوار ہوتی تھی اور کسی قسم کا حجاب نہ تھا وہ دلیری سے آنکھیں
 دوچار کر کے بات چیت کیا کرتی تھی۔ اور قدرتی طور پر کچھ اوسکار عجب جو
 اوسنے خلیق بنکر پلک اور پلک اتہار ٹھینر پر پٹیا یا ایسا تھا کہ انتظام
 اوسکے سپرد کر دیا۔ عجب ہے کہ دربار عام میں جو شوکت اور عجب
 رضیہ کے چہرے سے برتا تھا وہ التمش کو بھی نصیب نہ تھا
 الفتن صاحب بہادر اپنی تاریخ ہند میں لکھتے ہیں۔ دو سلطان رضیہ کل شاہان
 صفات سے متصف تھی اور اگر اوسکے طریق و عادات کو جانچ کرتے
 ہیں تو اوس میں سوا اس کے اور کوئی عیب نہیں پائے کہ وہ
 عورت تھی، فرشتہ کی خاص عبارت یہ ہے دو سلطان رضیہ
 بجمیع صفات کہ بادشاہان عاقل کامل راے را باید محسوس و درخیز بود
 صاحب نظران کار آگاہ بجز آنکہ در صورت نسوان مخلوق بود عیبی درو
 نے یافتند، جہان تک تاریخ شہادت دیتی ہے رضیہ لاکھ دو لاکھ
 مردوں میں بیکتا تھی۔ اور نہ صرف التمش بلکہ پلک بھی رضیہ کو اپنا
 سلطان اور آئینہ سکران سمجھتے تھے۔ پہلا کام جو رضیہ نے جوان
 ہو کر کیا وہ ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر تھی۔ جو کچھ بہت بڑی ہوشیار
 اور نقشہ نویس تھی خود ایک مسجد کا نقشہ بنا کر باپ کی خدمت میں پیش
 کیا۔ التمش نے کم فرصتی کا بہانہ کیا رضیہ نے اوسکی تمسیر کا انتظام اپنے
 ذمے لینا پسند کیا۔ التمش نے تجویز منظور کر لی اور اب مرست کا کام شروع
 ہو گیا۔ مسجد کا صرف ایک ہی مینار بنے پایا تھا کہ التمش بہ نفس نفیس
 خود ایک مہم میں گیا اور رضیہ کو عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینی پڑی
 اسلئے وہ کام کچھ بڑھم سا پڑ گیا۔ ایک مینار جو تیار ہوا تھا اب تک قطب جہا

کی لاٹ کے نام سے مشہور ہے۔ یہہ میں نار دہلی سے سات کوس کے فاصلے پر جنوب کی جانب واقع ہے۔ اس نام تمام حالت میں بھی یہہ لاٹ عجائب روزگار سے۔ اس لاٹ کے تین درجے سنگ سُرخ کے اور چھ درجہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اور ہر ایک درجے پر آیات قرآنی کندہ ہیں۔ یہہ لاٹ اپنے ارتقاء میں ستر گز ہے۔ اور آخری پچیس کا دور پچاس گز ہے اندر سے مجوف ہے اور اس کی کل سیڑھیاں ۴۷۳ ہیں۔ اور بھی چھوٹے چھوٹے مینارے بنائے گئے جنہیں سے ایک آدھ اب بھی موجود ہے اور باقی زمانہ کی تعمیرات کے شکار ہو گئے۔ یہہ مسجد ضرورتی مگر خاندانوں کے عظیم الشان انقلابات نے ایسے پسندین کام کو تختیں پر بچھونچنے نڈیا۔ اور وہ یوں تمام ہو کر رہ گیا۔

اب سب سے زیادہ دلچسپ اور ناظر سوانح کو اپنی طرف کھینچنے والا نظارہ ہماری سلطنت کی وہ خداداد حکمرانہ شہنشاہی حیرت کی انتظامیہ قوت کا ہے جو اپنی نوعیت اور کیفیت میں جیسا بے نظیر ہے ویسا ہی اسلامی دنیا کے لیے زیادہ اختیار کا باعث ہے۔

یہہ پہلی ہی بار ہے کہ ایک اسلامی خاتون ایسی حالت میں کہ عفو ان شباب ہو اور اپنے سے زیادہ سستی بھائیوں کی موجودگی میں اپنے باپ کی غیر حاضری میں ایسی سلطنت کی باگ باج میں لے جو ابھی نئی بنی ہوئی میں قائم ہوئی ہو اور جہیں مخالفانہ عناصر بہت شد و مد سے ملے ہوئے ہوں۔ شخصی حکومت اور وہ بھی مشرقی آب و ہوا میں وزیر کی مستضاد و طباطبائی کو ایک پیاسے میں قائم رکھنا اور بہادر راجپوتوں کو اعتدال کی حد تک قائم

رکھنا ایسی سچی کے جسکی عمر بھی بہت کم ہو اور جسکے بھائی بھی اپنا حق سلطنت غصب ہوئے پیراوسکی طرف سے دلی کدورت رنجھے ہیں کتنا مخوف اور مشکل معاملہ ہے۔

باپ کے چلے جانے کے بعد ہماری سلطنت تاج شاہی سر پر رکھ تخت پر جلوہ افروز ہوئی۔ اور رسم سلطنت کے بموجب کل وزرا دست بستہ حاضر خدمت ہوئے۔ جمال الدین بدایونی نے اپنی تاریخ خاندان غلاماں میں اوس دن کی عجیب کیفیت لکھی ہے۔ گو زیادہ مطول ہونے سے ہم بعینہ درج نہیں کر سکتے مگر پھر بھی کچھ پر یہ ناظرین کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے: "مجلس تک و احتشام سے شہنشاہی لباس میں نوجوان رضیہ دربار میں نمودار ہوئی وہ دیکھنی سے علاقہ رکھتا تھا۔ چہرے پر نقاب تھی۔ سوائے بھولے پن اور اوسن ماسٹ کے جو فطرتی طور پر عورتوں کی صورت میں ہوتی ہی اور کوئی ثبوت اوس کی عورت ہونے کا نہ تھا۔ قاعدے کے موافق کل وزرا دست بستہ حاضر خدمت تھے اور تمام فوجی افسر بھی نمبر وار اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اپنی نئی سلطنت کی خدمت میں آداب بجالانیکو حاضر ہوئے تھے۔ بھائیوں میں سے ایک بھی نہ تھا۔ رضیہ گوا بھی لڑکی ہی تھی۔ مگر قدرتی طور پر اوس کا عجب اہل دربار پر اس قدر تھا کہ کوئی اوسکے چہرے کو آنکھ بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ رضیہ نے پہلا سوال جو وزیر اعظم سے کیا وہ فوج اور محکمہ مال کے بارے میں تھا۔ رضیہ نے کہا کہ والد ماجد ایک خوف ناک مہم رشتہ ریف لگئے ہیں میں چاہتی ہوں کہ فوج اور رسد کا سامان کیا جائے۔ تاکہ ضرورت کی وقت یہاں سے اور بھی ہر قسم کی مدد و تسانی پہنچ سکے۔ وزیر نے نہایت خوش اسلوبی سے جواب دیا اور کہا کہ فوج اس قدر کافی ہے کہ اور نئی فوج بھرتی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہاں سامانِ رسد کی فراہمی ایک ضروری امر ہے۔ یہ بہ شکر سلطانہ نے فوراً
 محکمہ کسٹمریٹ کے افسر کے نام حکم بھیج دیا۔ کہ تیس ہزار فوج کی باربرداری اور
 رسد کا سامان ہر وقت تیار رکھے۔ خزانہ شاہی کی بابت بہت سی باتیں ہیں۔
 بعد ازاں ڈاک کے انتظام کے لیے وزیر کی طرف اشارہ ہوا اور ارشاد ہوا کہ
 میں یہہ چاہتی ہوں کہ ہر روز جنگ کی مفصل کیفیت سنتی رہوں۔ یہہ باب سب
 سے زیادہ مشکل بلکہ دشوار تر تھی۔ نہ ابھی باغیوں سے راستے پاک ہوئے
 تھے۔ نہ سڑکوں کا کافی انتظام ہوا تھا۔ التمش کی فوج بھی لڑاتی بھڑتی اور باغیوں
 سپاہیوں کی ہوشیاری بہ مشکل اپنی منزل مقصود پر پہنچتی تھی۔ وزیر سلطانہ کا یہ ارشاد
 سن کر کسی قدر خاموش ہوا خود بھی سلطانہ نے سنجیدگی سے اس ہم اوپر
 درپیش مسئلے کے سہلانے میں عقل لڑائی اور چند دیگر امور پر بحث کر کے دوبار
 درخواست کر دیا۔ اور حکم دیا کہ کل ہم ایک ایسا جنرل فانی نقشہ چاہتے ہیں جس
 سے یہ اندازہ ہو اور ہم جانچ کر سکیں کہ کون کون سے پہاڑ۔ دریا۔ تالے
 اور مزاحم ریاستیں بیچ میں پڑتی ہیں جو ہماری فوجی ڈاک کی فراہم ہو سکتی ہیں
 موجودہ زمانے کے لحاظ سے یہ سوال گوجندہاں وقت کے قابل نہ سمجھا جائے
 مگر اس پر اسے زمانے اور سلطانہ رضیہ کی عمر پر خیال کرنے کے بعد معلوم ہو گا
 کہ عورتوں کی جنس میں تو بہت کم ایسی مدبرہ اور روشن دماغ گدڑی ہیں۔
 دوسرے دن حسب الارشاد و زرائع نقشہ بنانا کر لائے۔ مگر جو نقشہ رضیہ نے
 ساری رات میں تیار کیا تھا۔ سب سے مفید اور اعلیٰ درجے کا ثابت ہوا۔
 اور اسی کے مطابق ڈاک کا انتظام حسن طریقے سے انجام پایا
 پھر رضیہ نے بذات خود تمام دست کی جانچ کی اور اس کا انتظام اس
 مددگی سے کیا کہ جس وقت چاہو دفتر کا حساب کتاب

مصافحہ طور پر مل سکے تقریباً چھ مہینے تک رضیہ اپنے باپ کی قائم مقامی
 کرتی رہی۔ اس عرصے میں جس خوش اسلوبی سے اسنے انتظام سلطنت
 کو سنبھالے رکھا۔ وہ نہایت ہی بڑی تعریف کا مستحق ہے۔ چھ مہینے کے
 عرصے میں شاید رضیہ کو دو شب بھی آرام سے سونا ملا۔ وہ رات دن اسی
 چکر میں رہتی تھی کہ کسی طرح تمام وزرا اور بیک یہ سمجھ لے کہ رضیہ سلطنت کے
 قابل ہے۔ وہ اپنے بھائیوں کی کمزور فطرت کو بخوبی جانتی تھی۔ اور اسے
 یہ بھی علم تھا کہ او کی حاسدانہ طبائع ضرور ایسی حالت میں کہ اس سلطنت
 کی باگ میں اسے ہاتھ میں آئیگی کچھ نہ کچھ رنگ لائیگی۔ ایسی نازک صورت
 کے حدود کے قبل اسنے یہ قائم مقامی کا زمانہ اپنے لیے حتم سمجھا
 اور اس تک دو دوں ہوئی کہ تالیف قلوب کیجائے۔ اور اس طرح کارروائی
 کیجائے کہ لوگ مجھ سے راضی بھی ہو جائیں۔ اور انتظام سلطنت میں بھی
 کوئی رختہ نہ پڑے۔ ہفتے میں دو دن اس نظر سے عام دربار کیا کرتی تھی
 اور ہر شخص کو خواہ وہ کسی طبقے اور درجے کا ہو اجازت دیدی گئی تھی کہ اگر
 وہ کوئی استغاثہ پیش کرنا چاہے تو دست بدست سلطانہ کو
 دے سکتا ہے۔ عوام الناس نے اس حکم کو آنکھوں سے لگایا۔ اور وہ
 اپنی سلطانہ پر جاں نثار کرنے لگے۔ بعض دفعہ ایک بھی ہوا ہے کہ وہ کسی
 اہم مقدمہ کی تحقیقات کے لیے بنفس نفیس موقع واردات پر بھیجی
 اور فریقین کے اظہار قلمبند کر کے داد انصاف دی۔ چھ مہینے کی قائم
 مقامی کے زمانے میں اسنے اپنے سول اور ملٹری افسروں کو
 اپنے پرفرقتیہ کر لیا۔ گو اس کے بھائی اور او کی باری اس سے ناراض
 بھی رہے۔ مگر وہ انکو وہ ارکان سلطنت جو آرام طلب و ریشی تھو رضیہ سے خوش نہوئے۔

رضیہ سے خوش نہوئے۔ گو بظاہر وہ دربار میں وفادار خادموں کی صورت بنا کر سامنے کھڑے ہوتے تھے۔ مگر دل میں اپنی روشن دماغ سلطانی کی طرف سے کبیدگی ہی رکھتے تھے۔ ایک نئی بات جو سلطانہ رضیہ نے کی وہ ساقون کا سڑک پر سے اٹھوا دینا تھا۔ اوس نے اعلان جاری کیا کہ آئندہ سے کوئی ساق بن سنور کر سڑک پر نہ بیٹھا کرے۔ کیونکہ انکا یون عام شاہراہوں میں بیٹھنا نہ صرف عصمت بنا خواتین کی تحزیب عادات جمیلہ کا باعث ہوتا ہے بلکہ نوجوان بچے بھی بگڑتے ہیں۔ ان ساقون کے لئے محلوں میں جگہ مقرر کر دی کہ وہ وہاں بیٹھ کر حقہ وغیرہ بلایا کریں۔ اس طرح شاہراہ کی دکانیں بھی عام شاہراہوں سے اٹھادی گئیں اور جتنے خلاف شریع امور ہوتے تھے انکا اس نوبھوتی سے انسداد کیا کہ کام کا کام بن گیا اور کیوگران بھی نگہرا۔ بڑی بات جو راجپوتوں کی تالیف قلوب کے لئے کی وہ یہ تھی کہ اُنکے سناورا و ر پرست نگاہوں کے لئے اوقاف مقرر کر دئے اور اس مضبوطی سے اون کا عملدرآمد ہوا کہ آتش ہی اپنی بیٹی کی توجہ سے منحرف نہو سکا۔ یہ ترکیب راجپوتوں کی عظیم الشان اور غور و خوار گروہ کو اپنی سٹی میں لانیکی بہت اچھی تھی۔ مگر اس سے راسخ الاعتقاد ملا بنگو پولٹیکل مذاق کبھی ہلوی نہیں نہو سکتا ہے۔ برہم ہوئے اور ایسی حالت میں اوسکے عیش پرست بہائیوں کو آنکو بھڑکانے اور اون سے بچانیکا بہت اچھا موقع ملایا۔ سب کام سلطانہ نے تقریباً چوتھیں مین کر لئے اور ختم الاسکان اپنے ہر تجدید انتظام کی اطلاع اپنے باپ سے کرتی رہتی تھی۔ غرض اوسنے یہ ثابت کر کے دکھادیا کہ آتش کے بعد ایک مین ہی ہون چکے جمہیر قبائے سلطانی ٹیکل کھی بھر

موجودہ زمانے کی ترقی کے پہلو سے سلطانہ رضیہ کو نہ دیکھو بلکہ ابتدا سے
حالت پر جبکہ انسانی نسل سے اتنی ترقی نہ کی تھی ایک ایسی لڑکی کی فطرت
پر خیال کر جیسے نہ کسٹورڈ یونیورسٹی میں تعلیم پائی تھی نہ کیمبرج والا علوم کا
پاس چل کیا تھا نہ اوسکے خاندان میں متحد و حکمرانہ پیشین گذری تھیں۔
ایسی صورتیں ایسی آب و ہوا۔ ایسے زمانہ میں ایک ایسی روشن دماغ
سلطانہ کا پیدا ہونا اور صرف اپنی قابلیت اور دماغی وسعت سے اپنے بہائیوں
کو ہلانگ کر سلطانہ یا ملک تاج و تخت بن جانا کس قدر اسلام کی
بزرگی ظاہر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک نامور بات جو اس سے پائے
جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام میں عورتوں کا کس قدر احترام اور قدر کی جاتی
ہے اور گزشتہ اسلامی حکمرانوں کی کیسے انصاف پسند دماغ تھے کہ تمش
نے اپنے مستحق سلطنت بیٹوں کو صرف اس نظر سے خارج کر کے کہ ان کی عیش
پرستی سلطنت کو برباد کر دیگی اپنی بیٹی کو سلطانہ بنا دیا۔ التمش کا چونکہ
اول ہی سے یہ ارادہ تھا کہ رضیہ کو اپنے بعد تخت دون گا۔

اس نے اتنا ناچہ سات مہینے کے لئے کل اختیارات تفویض کر کے ہر
بات کا اندازہ کیا کہ یہ ہونہار شہزادی کس درجہ تک میرے دلی مدعا کے برکات
کی قابلیت رکھتی ہے جب وہ اپنی ہم میں کامیاب ہو کر دارالخلافت
میں واپس آیا اور اس نے انتظامی معاملات کی جانچ کی تو اس کی
آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور اسے یقین ہو گیا بلکہ اس نے اپنے دل
میں یہ سمجھ لیا کہ اگر بس کے ہاتھ میں سلطنت کی باگ دینے میں کوئی شخص
مانع ہوا تو اس سے تلوار سے سمجھاؤں گا۔

رضیہ کے بہائیوں نے اپنے باب التمش کے آگے شکایت کی اور متعصب

ملاؤن کا ایک فتوے جو بڑی محنت سے ترتیب دیا گیا تھا اوسکی خدمت میں
 پیش کیا۔ اور کہا رضیہ اپنی اس کارروائی سے کہ اس نے راجپوتوں کی عبادت
 کے لئے گاؤں وقف کر دئے ہیں۔ درجہ کھنڈ تک پہنچ گئی۔ ساتھ ہی
 اس کے اونہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم نے حضور کے خوف کے مارے کوئی
 کارروائی نہیں کی۔ مبادا اس میں خلل پڑ جائے۔ اور سخت خونریزی
 ہو۔ ورنہ ہمیں یہ حیثیت مسلمان اور حصہ دار سلطنت ہونے کے اختیار تھا
 کہ بزرگوار و رضیہ کو یہ کام نہ کرنے دیتے۔ التمش گودل میں اپنے بیٹوں
 کی تقریر سنکر اور علماء کی کف آکود باتیں گوش گزار کر کے سخت مکدر ہوا مگر
 بظاہر دوس نے نہایت بخیدگی سے سنا۔ اوس پر غور کیا اور یہ اطمینان
 بخش جواب دیا کہ کل رضیہ کی موجودگی میں میں اس معاملے کا اطمینان
 فیصلہ کروں گا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر فتویٰ دینے والے مولوی نعم اور
 تھانصل علماء کے رضیہ اور اس کے بھائیوں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ رضیہ
 شش و پنج میں تھی کہ دیکھئے کیا فیصلہ ہو نیوالا ہے۔ اسے اس بات کی
 مطلق پروا نہ تھی کہ سلطنت کا استحقاق جاتا رہے گا۔ بلکہ اسے یہ خیال تھا کہ
 مبادا اس جد و جہد سے اوقات دے ہوئے واپس نہ جائیں۔ التمش
 نے جن وزرا کو اس مقدمے کے فیصلے میں شریک کیا تھا اونکے سوا اور
 کسی کو کان کان خبر نہ تھی کہ آج شب کو محل میں کس بات کا سمجھوتہ یا فیصلہ
 ہو رہا ہے۔ جمال الدین بدایونی نے علماء کی طول طویل بھون کو نقل کیا
 ہے مگر ہم اونہیں غیر ضروری سمجھ کر قلم انداز کرتے ہیں۔ اور صرف وہ سوال
 و جواب لکھتے ہیں جو مفتون اور رضیہ میں ہوئے۔ اور جن پر التمش نے
 فیصلہ کیا۔ پہلا الزامی سوال مفتون کی طرف سے یہ تھا کہ تھے کفر میں امانت

دی رضیہ نے اس الزام کو حقارت سے سنا اور منہ بنا کر یہ جواب دیا کہ میں نے
کفر کو نہیں بلکہ اسلام کو قوت پہنچائی ہے۔ میں نے وہ تدبیر کی ہے جس
سے اسلام کے قدم ہندوستان میں مدتوں تک جھے رہیں۔ میں نے اپنا
مذہب ہی فرض سمجھا انہی پرستشگاہوں کے لئے اوقاف نہیں مقرر کئے
ہیں بلکہ ایک دنیوی حکمران کی حیثیت سے محض دنیا کا معاملہ سمجھ کر یہ تالیف
قلوب کی کارروائی کی ہے۔ یہ سنتے ہی مفتیوں کو سانپ سوگمہ گیا اور کچھ
بہائی بت کی طرح آنکھیں پتھر سے ہلکے ہوئے رہ گئے۔ التمش نے فخر و تحسین بلند
کیا۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ جو کچھ رضیہ کہتی ہے بالکل صحیح اور قابل عمل ہے۔ رضیہ
کے بہائی اور اُس کے سعادون مفتی اپنا سامنے لیکر واپس چلے آئے اور ایک
تازہ دشمنی رضیہ کی طرف سے اُن کے دلوں میں جگمگ پھول گئی۔ گویا ایک بڑی
زبردست مخالفت نے پارٹی کی بنیاد اس تاریخ سے سلطنت کی جگہ میں رضیہ کے
خلاف پڑ گئی۔ جس نے بعد ازاں نہ صرف رضیہ بلکہ سلطنت کو ظلم کا جوہر
دکھایا اور اپنی کوتاہ اندیشی سے یہاں تک کارگزار ہی کی کہ التمش کا خاندان
ہی صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔

اب ہم اپنی سلطنت کی زندگی کا نیا زمانہ شروع کرتے ہیں اور اسے ایک
مستقل حاکمانہ جلال میں تخت پر جلوہ افروز دیکھتے ہیں۔ جس میں کئی کروڑوں
کی جالوں پر وہ خود مختاری سے حکومت کریں گی اور تمام نظم و نسق صرف
اسی کی ولادت پر منحصر ہوگا۔ اس کے باپ التمش کے انتقال کے بعد جو
سفر ملتان میں ہوا شاہی خاندان میں ہلکے سے قصے برپا ہو گئے اور
آخر میں التمش کا بیٹا فیروز تخت نشین ہوا۔ مگر چونکہ یہ حد درجے کا عیاش
اور شریر النفس تھا اس لئے امور سلطنت کے انجام دہی میں اس سے غفلت

غفلت ظہور میں آئی۔ تمام کاروبار میں اہترسی پھیل گئی۔ اور طوائف الملوکی
 کی صورت ہر طرف نظر آنے لگی۔ اس نے اندھا دھند خزانہ عامہ کا روپیہ
 بھانڈوں اور فٹالوں کو نذر کرنا شروع کر دیا۔ اس سبب
 سے بغاوت نمودار ہو گئی۔ اور سات مہینے کے بعد فیروز اپنے باپ
 کے تخت سے اتار دیا گیا۔ اب تمام اراکین سلطنت میں یہ سوال پیش
 ہوا کہ کون تخت شاہی پر جلوہ افروز ہو۔ ہماری سلطانی کی دانشمندی
 کے سب قائل ہو گئے تھے۔ فی الفور سب کی آنکھیں سلطانہ رضیہ
 کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اور تہامی امراء اور وزرائے مملکت ۱۲۳۷ء میں
 اس کو تخت پر بٹھایا۔ اس زمانے میں ایک گروہ ایسا بھی تھا
 کہ جس نے عورت ذات کی مہربانہ واری قبول کرنے سے انکار کیا
 اور سلطانہ کے مقابلے میں علم بغاوت بلند کیا مگر سلطانہ نے حکمت علی
 سے دشمن کے لشکر میں نفاق ڈال دیا جس سبب سے ایک ایک جانی دشمن ہجرت
 جو نہایت سرکش تھے انھیں سلطانہ نے قتل کروا ڈالا۔ اور باقی شخصوں
 کی دلجوئی کر کے منصب عطا کیے اور اس طرح یہ بغاوت ٹھنڈی ہو گئی۔
 دو برس سے زیادہ سلطانہ رضیہ ہجرت کے زمانے میں خوب امن و امان رہا۔
 اور اس کے حسن انتظام سے رعایا میں آسودہ حالی کی صورت دکھائی دینے
 لگی۔ تجارت کو ترقی ہوئی۔ مالگزاری وقت پر وصول ہونے لگی۔ ناظم انپاکا
 اچھی طرح سہ انجام دیتے تھے۔ وہ بے نقاب سریر سلطنت پر جلوہ افروز
 ہوئی تھی۔ اور اصالتاً خود فریادیں سن کر کرتی تھی۔ وہ اکثر باقی پر سوار ہو کر شہر
 کا انتظام دیکھا کرتی تھی۔ اور اس کے حسن تشجیر اپنے اراکین سلطنت کو
 مطلع کیا کرتی تھی۔ سند نشینی سے قبل سلطانہ کو اپنی شادی کا مطلق خیال تھا

یہ اسود است سلطنت میں کچھ ایسی غلطیاں پچاں رہا کرتی تھی کہ اوس کو اپنی ذاتی خواہشات کے خیالات کی طرف ذرا بھی رجحان نہ تھا۔ اگرچہ چند اشخاص اس کے ساتھ عقد کے آرزو مند تھے مگر سلطانہ نے کسی کی طرف اس خاص بارے میں ذرا بھی التفات نہ کی۔ بعد جلاوسل لہنہ اوسکی طبیعت ایک ایسے شخص کے دل میں جگہ پائی کہ دنیوی لحاظ اور مرتبہ کی وجہ سے بالکل ناقابل سمجھا جاتا تھا۔ اور تھا بھی۔ جسکی وجہ سے ایک عظیم بلا میں گرفتار ہو کر جاں بحق ہوئی۔

راہجہ بصری :- یہ عورت تیج تابعین کے عہد میں تھی۔ اوفضاحت و باغت کے کمال سے اسنے قرآن مجید پر اس قدر تصرف حاصل کر لیا تھا کہ ہماری نظر میں اسکی ذکاوت اور تیز اوسکا وہ ملکہ جسکی بدولت وہ قرآن کی ہر آیت کو نہایت مناسب موقع پر استعمال کرتی تھی بہت ہی حیرت انگیز چیز تھی اور شاید اسنے اس کمال کے اعتبار سے اسلام کی تیرہ سو برس کی مدت میں وہ منفرد ثابت ہوگی۔ عبد اللہ بن مبارک جو امام اعظم ابوحنیفہ کو فی عیدہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ میں ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ منکر گیا۔ اور ارادہ کیا تھا کہ مدینہ طیبہ جا کے تربت حضرت رسالت پناہ صلعم کی زیارت سے بھی فضا یاب ہوں گا۔ میں اپنے اونٹ پر سوار تنہا جا رہا تھا۔ اور عرب کے ریگستان اور پہاڑوں کی گھاٹیاں قطع کرتا چلا جاتا تھا کہ راستہ میں ایک جگہ دو در پر کچھ سیاحی نظر آئی۔ قریب جا کے نور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ضعیفہ عورت بیٹھی ہوئی ہے نہ کوئی آگے سے نہ کوئی پیچھے۔ ایک سوئی چادر اور ایک سوئی نما سر پر پڑی ہوئی ہے۔ میں نے حیرت سے اوسکی طرف دیکھا اور کہا وہ اسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اوسنے جواب دیا: **سَلَامٌ عَلَیْکَ وَمِنْ تَرْتِیْمِ**

(یعنی سلام قول ہے پروردگار مہربان لی جانب سے) میں نے کہا خدا تم پر رحمت
 کرے یہاں کیا کر رہی ہو۔ جواب دیا۔ وہ وہی ہے يُضِلُّ اللَّهُ فُلًا هَادِيًا لَّهُ، (جسکو
 اللہ گمراہ کر دے اور اسکو راہ بتلانے والا کوئی نہیں)، اس جواب سے میں سمجھا کہ
 راستہ بھول گئی ہے دریافت کیا وہ اور جاتی کہاں ہو، بولی، سُبْحَانَ الَّذِي
أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَنَلْبَسَ ثِيَابًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وہ پاک ہے وہ ہم
 جو لیگیا ان پر بندے کو مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (میت المقدس) کی طرف)
 نہیں سمجھ گیا کہ حج سے فراغت کر کے اب بیت المقدس جاتی ہے۔ پوچھا کہ کب
 تم اس مقام پر پڑی ہو۔ وہ بولی، ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا، وہ تین راتیں پوری)
 میں نے کہا تمہارے پاس کچھ کھانا تو ہے نہیں آخر تم نے بسر کیوں کر کی۔ وہ کہنے لگی،
هُوَ كَيْفَ عِزِّي وَكَيْفَ قِيَمِي، (وہی مجھے کھلاتا ہے اور ملاتا ہے) میں نے پوچھا اور
 تم وضو کس چیز سے کرتی تھیں۔ بولی، وَعَلَّمَ بَحْدُ وَأَمَّا عَنِّي فَمِنْ حَيْثُ حَبِطَ
 اور نہ پاؤں نہ پانی تو تیرم کرو پاک مٹی سے) میں نے کہا میرے پاس کھانا ہی کھاؤ گی
 ہو۔ وہ نے أَتَقِي الصَّيَّامَ إِلَى اللَّيْلِ، (بھر تمام کرو تم روزے کو رات تک) میں نے
 کہا یہ رمضان کا تو مہینا نہیں ہے۔ جواب دیا۔ وہ وہی ہے نَطَوَّعُ خَيْرَ أَفَانٍ
اللَّهُ شَاكِرٌ عَلِيمٌ، (اور جو بطور نفل نیک کام کرے تو اللہ قبول کرے خواہ اور جاننے
 والا ہے) میں نے کہا۔ لیکن سفر میں تو نہیں روزہ نہ رکھنا صحابہ ہے۔ جواب دیا
وَأَن نَّصُومَ أَخِيرَ لَّكُمُ الزَّكَاةُ تَعْلَمُونَ۔ یاد اور اگر روزہ رکھو تم تو تمہارے
 حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو، آخر اسکی قرآن خوانی سے عاجز اس کے میں نے
 کہا۔ جس طرح میں تم سے باتیں کرتا ہوں اسی طرح آزادی سے تم مجھ سے باتیں
 کیوں نہیں کرتیں۔ اس کے جواب میں اس نے کہا۔ وَمَا تَلْقَظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا
لَدَائِرُ زَقْنٍ يُعِيدُ، (نہیں منہ سے نکالتا ہے کوئی بات مگر یہ کہ اس پر

ایک جاسوس مہیا ہے (میں نے پوچھا۔ تم کس قبیلے کی عورت ہو اور سنئے کہا۔ وَ
 لَا تَقِفْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ أَفْضَلُ أَكُلُ أُولَئِكَ كَانَ
 عَنْهُ مَسْئَلٌ ۖ (اور نہ واقف ہو تو اس چیز سے جکا تجھ کو علم نہیں ہے۔ تحقیق
 کان اور دل سب سے اسکے متعلق باز پرس ہوگی) میں نے کہا مجھ سے خطا
 ہوئی سہاوت کرو۔ وہ بولی۔ "لَا تَنْتَهِبْ عَلَيْكَ الْيَقِينَ يُغْفِرُ اللَّهُ لَهُ" (تمہیں تم پر
 سرزنش آج اللہ تمہارے گناہ سہاوت کرے۔) میں نے کہا میں تمہیں اپنی اونٹنی
 پر بٹھانے کے لئے چلوں چلوں گی۔ کہا۔ "وَمَا تَقْلُقُ مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمُ اللَّهُ" (اور جو نیکی کا
 کام تم کرو اللہ اسے جانتا ہے) میں نے اونٹنی بٹھائی اور کہا "اَوْ كَيْفَ لِي" قل
 لِلَّهِ مَنِينَ يَعْلَمُ مِنْ أَفْضَلُ ۖ (کہہ تو مومنوں سے کہ اپنی آنکھیں بند کر لیں
 میں نے آنکھیں اور سکی طرف سے پھیر لیں اور کہا لو سوار ہو۔ اس نے جیسے ہی
 سوار ہو نیچا قصد کیا اونٹنی بھڑکی اور اس کی چادر بھٹ گئی اپنی چادر کو بھٹتے
 دیکھ کر بولی "وَمَا أَصَابَكُمْ مِمَّنْ تُضَيِّبُونَ فَمَا كَسَبَتْ آيَاتُكُمْ" (اور تمکو جو صحبت
 چھوئے وہ خود تمہارے ہاتھوں سے ہے) میں نے کہا اچھا تم فراموش جاؤ میری
 اونٹنی کو باندھ دوں تب تم سوار ہونا۔ جواب دیا "فَفَقَهُمُنَّهَا مُسَلِّمَاتٌ"
 پس سمجھایا ہم نے سلیمان کو) میں نے اونٹنی کو باندھ کر کہا۔ اب سوار ہو۔ وہ
 سوار ہوئی۔ اور اونٹنی کی پیٹھ پر بٹھکر کہا۔ "وَسَبَّحَاتُ الذَّانِي سَبَّحَاتُكَ
 هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُعْزِيْنَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ" (رب پاک ہے وہ اللہ جسے
 اسکو ہمارا مطیع کیا اور ہم اسکی صلاحیت نہ رکھتے تھے اور ہم اپنے پروردگار
 کی طرف توجہ کرنے والے ہیں) میں نے اونٹنی کی مہار ہاتھ میں لی اور دوڑتا چلا
 چلا۔ یہ حالت دیکھ کر بولی۔ "وَأَقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاعْظِضْ مِنْ صَوْتِكَ
 (اور نرمی کر اپنی چال میں اور سست کر اپنی آواز کو) یہ سنکر میں آہستہ آہستہ

جانے لگا اور جلانے کی جگہ ضعیف آواز سے بطور ترنم کچھ اشعار پڑھنے لگا
 تو بولی "وفاقرؤا ما نیکسر من القرآن" اور پڑھو جو بقدر توفیق ہو قرآن سے
 میں نے کہا اللہ نے تم میں بہت سی نیکیاں پیدا کی ہیں۔ بولی۔ وَمَا یَنْکُرُ لَکَ
 اَوْ لَوْ اَلَا کُتَابٌ، اور نہیں سمجھتے ہیں مگر صاحبان عقل، تھوڑی دور حکم
 میں نے دریافت کیا، تمہارے شوہر بھی میں۔ کہنے لگی دُرِیَا اَیُّهَا الدِّیْنُ اَمْتَقُ
 لَا تَشْفَلُوْا عَنْ شَیْءٍ اَنْ یُّدَکَّ لَکُمْ شَقٌّ، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو
 نہ سوال کرو اون چیزوں سے کہ اگر ظاہر ہو جائیں تو تم کو بُری معلوم ہوں) یہ
 سنکر میں خاموش ہو گیا۔ اب ہم چلتے چلتے قافلے میں بھونچے اور اس ضعیف
 سے میں نے دریافت کیا کہ قافلے میں تمہارا کون ہے۔ کہا۔ دُوْا اَلْمَالُ وَالْبَنُوتُ
 نَزِیْلَةُ الْحَیْیِیْنَ قَالِ الدُّنْیَا،، (مال اور دولت جو دنیاوی زندگی کی نیت ہیں)
 میں سمجھا کہ اسکے بیٹے قافلے میں ہیں۔ میں نے کہا۔ اور اونکا پتہ کیا ہے۔ وہ
 بولی۔ وَکَلَامَاتٌ وَّ بِالْجَنَّةِ هُمْ یَفْتَنُونَ، اور علامتیں ہیں اور تاروں سے
 وہ راستہ پاتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ اسکے لڑکے قافلے کے رہبر ہیں۔
 میں اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے خیموں میں بچہ رہنے لگا۔ اور
 رہبروں کے حلقے میں بھونچ کر میں نے کہا تمہارا خیمہ کونسا ہے
 پہچانو۔ کہنے لگی۔ وَ اَسْتَحْذَرُ اللّٰهَ اِنْ اِهْمِمْ خَلِیْلًا۔ وَ کَلَّمَ اللّٰهَ مُوسٰی اَنْ یَّخْرِجَ
 حٰزِنَ الْکِتٰبِ یَقُوْی، اور لیا اللہ نے ابراہیم کو دوست اور بات کی اللہ نے موسیٰ
 سے بات کر کے کر۔ اسے بھیجے تو کتاب مضبوطی سے) میں سمجھ گیا کہ یہ
 اس کے بیٹوں کے نام ہیں۔ اور آواز دی۔ اے ابراہیم ای سوئی اسے
 نیچے، کہاں تین نو عمر لڑکے تھے جو اس قدر خوبصورت تھے کہ گویا چاند کے ٹکڑے
 ہیں۔ لڑکوں نے اپنی ماں کو اوتا۔ اور ہم سے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

یکایک اس عورت نے جلا کر کہا: فَالْبَشَىٰ أَهْلَكَ لَمْ يُؤْمِرْ بِهِنَّ هَذِهِ إِلَى الْمَلِكِ
فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا الَّذِي طَعَمًا فَلْيَأْكُلْ لَكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ۔ یہہ سننے ہی ان میں سے ایک
 باؤر دوڑا گیا اور جو کچھ ملا لاکے سیرے سانسے رکھ دیا۔ وہ عورت بولی۔ دو
لَکُمُ وَأَشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا آتَيْنَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، دکھاؤ اور پورکت
 کے ساتھ بعض اس کے جو گزشتہ خالی دنوں میں تم کر چکے ہو
 میں ضعیف کی باتیں سن سنکر اس قدر حیرت میں تھا کہ میں نے
 لڑکوں سے کہا۔ سنو۔ میں اپنے اوپر تمہارے کھانے کو حرام
 سمجھتا ہوں جب تک یہ نہ بیان کر دو کہ یہ کون خدا کی بندی ہے
 اور اس کی داستان کیا ہے۔ لڑکوں نے کہا ہیں بیان کر دینے
 میں کوئی عذر نہیں۔ یہ ہماری والدہ میں۔ چالیس برس ہوئے
 جب سے سوا قرآن کی آیات کے اور کوئی لفظ اون کی زبان سے نہیں نکلا۔
 اور اونھوں نے اس خوف سے اور باتیں کرنا چھوڑ دی ہیں کہ مبادا کوئی ایسا
 لفظ زبان سے نکلائے۔ جسکی قیامت کے دن جواب دی کرنا پڑے۔ ابن مبارک
 کہتے ہیں میں نے سنکر تعجب کیا اور کہا یہ خدا کی مہربانی ہے جس کے حال پر ہو جائی
 اس وقت سے ثابت ہوتا ہے کہ تعلیم نے اس عورت میں کس قدر لیاقت
 پیدا کر دی تھی۔ کہ اپنا ہر کام قرآن ہی سے نکال لیا کرتی تھی۔ اور پھر یہ بھی
 معلوم ہوتا ہے کہ تسلیم نے اسکے دل پر کس قدر پاک اثر پیدا کیا۔ اور اونہی
 کتنا اعلیٰ درجہ اتباع کا دکھایا۔ جو شہ کبھی مردوں میں بھی نہ نظر آیا ہوگا۔
 رملہ ثبت شہیدہ۔ شہیدہ بن ربیعہ کی لڑکی تھی۔ اس عورت کا شمار
 صحابیات سے کیا گیا ہے۔ جبوقت اسکا باپ جنگ بدر میں مارا گیا اور شوق
 رملہ نے یہ شعر کہے جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

اشعار	
یحیٰی الرحمن صائبۃ یوج تدین لعشر قتلوا ابابہا	و مکتہ او با طراف الجون اقتل ابیک جائک بالیقین
حرف الزاد	
<p>زبیدہ خاتون :- خلیفہ عباسی جعفر بن منصور کی لڑکی اور ہارون رشید کی بی بی تھی۔ یہ خاتون بڑی مخیرہ تھی۔ اسکے محل میں شوہر میں حافظ قرآن نوکر تھیں۔ اس نے اپنی عالی ہستی سے مکہ معظمہ میں ایک نہر کھدوائی تھی۔ اسکا شوہر ہارون رشید۔ امور مملکت میں اس سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ یہ خاتون اکثر علوم سے واقف تھی۔ نظم کی طرف بھی طبیعت مائل تھی۔ اس کے ایک لڑکے کا نام امین تھا۔ طاہر نے جس وقت امین کو قتل کروا دیا سو وقت امین کی ماں زبیدہ خاتون قصر خلافت میں تشریف فرما تھی۔ کہ ایک خواص نے اگر کہا۔ حضور بھی کیا کرتی ہیں امیر المومنین قتل کر دیے گئے۔ زبیدہ نے کہا پھر کیا کروں۔ اوسنو ترغیب دہی کہ کہ حضرت عائشہ جب طرہ حضرت عثمان کے خون کی دعویدار ہوئی تھیں۔ حضور بھی امیر المومنین کے خون کا عوض لیں۔ زبیدہ نے کہا۔ لا ۲ ملک بالانسا و طلب الدماء۔ اسکے بعد ماموں کو یہ منظوم خط لکھا۔</p>	
اشعار	
لو ارب علیہ الامین وفہم کتبت و عینی مستہل و عہا وقدہ مینی ذل و ضہا کابہ ۲ فی طاہر لا طہر اللہ طاہر	وللہک الامامون ام جعفر الیک ابن عہی من جفون و عہی وارق عینی یا بن عہی تفکر خما طہر فیما اتے بسطہا

<p>و انھیں اموالی و اخرب ادورے و ما مزی من ناقص الخلق اعورے صبروت لامر من قلدیر مقلدے</p>	<p>فاخرجني مكشوفة الوجه حاسا يعز علي هارون ما قد لقيته فان كان ما ابدى بامر امرته</p>
<p>اور اپنے لڑکے امین کے مریٹے میں کچھ فارسی اشعار لکھے جیسے دو شعر یہ ہیں۔</p>	
<p>اشعار</p>	
<p>بغداد پریشان و شوش بی تو تو در خاکی و من در آتش بی تو</p>	<p>ای جان جهان جهان ناخوش بی تو رفتی تو و من بیے تو باندہم منیر یاد</p>
<p>قریب القسایک۔ اسکے باپ کا نام عالمگیر تھا۔ جو اپنے وقت کا نہایت مدت بادشاہ ہو کر رہا ہے۔ شاہ نواز خاں صفوی کی دختر کی لڑکی تھی۔ مسئلہ ہجری میں وہم سوال کو پیدا ہوئی تھی۔ کلام مجید کی حافظہ تھی۔ علوم عربی اور فارسی سے بخوبی ماہر تھی۔ خطوط نستعلیق۔ نسخ۔ شکستہ وغیرہ وغیرہ لکھنے پر قادر تھی۔ سینکڑوں علماء۔ شعرا۔ اور خوش نویس نشی اسکی قدر دانی کے سایے میں خوش حال رہا کرتے تھے۔ نحو۔ صرف اور فقہ میں بھی کامل دستگاہ تھی۔ نظم سے نہایت دلچسپی تھی۔ اس نے اپنی ہر دماغی کمی وجہ سے شاعری نہیں کی۔ اور مسئلہ ہجری میں فوت ہوئی۔ اس کے کچھ اشعار ذیل میں درج ہیں۔ لیکن مخفی جو اسکا تخلص لوگ مشہور کرتے ہیں بالکل غلط ہے۔</p>	
<p>ابیات</p>	
<p>بت پرستی کے کندہ گر برہمن بنید مرا ہر کہ دیدن میل وارد در سخن بنید مرا</p>	<p>بلبل از گل بگذرد گرد چین بنید مرا در سخن پنہاں شدم مانند بود برگ گل</p>
<p>دلہا</p>	

از تاب و تہم ہر سہارا کہ خبر کرد بیرون ہمسرہ سبز و درونم پر خون		وز گرینہ من ابر و جوارا کہ خبر کرد از حالت من برگ خوارا کہ خبر کرد
	دلہا	
ورنہاں خونم بظاہر گرچہ برگ تانہ دم دختر شام و لیکن رو بفقیر آوردہ ام		حال من درمن نگر چون برگ مرغ اندر چننا زیب و زینت یس ہمہ نام من زینت است
	دلہا	
خیز کر شمع ریز کن ز گس نیم ست را بہر شہادت جہاں یک نگاہ از تو بس بود		از تہ جام جہدہ باقی می پرست را گر خم غضب چہ سبکی غمزد تیز دست را
تاب مدہ بطرہ ات بر دل سوگرہ فزن		بعث تازہ نمونہ قاعدہ شکست را
	دلہا	
ہنگر بہ تہیستی باز سر بہست		بر سفرہ حاتم نہ نشیند مگر
	دلہا	
گر فتم آئینہ از دست گنہ عاصیان شمشد		بہ محشر پس بود باغ خجالت رو سیاہا
	دلہا	
سید ہم آہ از سر شک بین باغ خویش		تازہ سیدارم ہووی گل دماغ خویش
	دلہا	
در عشقت را بیا نے دیگرست		ایں مدرس را از با نے دیگرست
تا بجے سر گرم کار ایں جہاں		ایں جہاں را ہم جہا نے دیگرست
از شراب عشق می سوز و جگر		نقل ایں سے از دکانے دیگرست
حرف السیمین		
سکینہ :- حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا حضرت امام حسین کی صاحبزادی کے		

نصائل کا منظر دیکھ کر حیرت مہوتی ہے۔ احوص ادب کا امام اور ملک عراق کا
فخر جب مدینے میں آیا۔ اور وہاں کے تمام کامیاب کااوسنے جائزہ لیا۔ جو لوگ
بڑے بڑے کامل لعینا خیال کیے جاتے تھے احوص کی نکتہ چینی سے عہدہ
بر آہو سکے۔ کوئی ایسا نہ تھا جو مدینے کے مرکز قابلیت کی ناموس کو محفوظ
کہہ سکتا۔ جب وہ حضرت سکینہ کی خدمت میں استاناہ بوسی کو حاضر ہوا تو
آپنے اوسکے تمام محبوبہ لڑکیوں میں سے چند جگہ ایسی متبقرانہ نکتہ چینی کی کہ
اوسکو دھڑی اناؤ کا فیدی ترک کرنا پڑا۔ ایسے ہی فزوق اور جریر عراق
کے مشہور شعرا جن سے زیادہ اوس زمانے میں کوئی روشن ستارہ نہ تھا
کے افق پر نہ تھا۔ مدینے میں آئے۔ اور حضرت سکینہ کی خدمت میں حاضر ہوئے
تو آپنے ہر ایک کے کلام میں جو کہ تمام شعرا کی موزوں طبائع کی محک پر جانچ
لیا گیا تھا چند مقامات پر تخطیہ کیا اور ان کو تسلیم کرنا پڑا۔ اس سے حضرت
سکینہ کے حافظے کی دست اور علم کی غایت کا پتا معلوم ہوتا ہے۔

سیدہ بیگم سید ناصر سادات جرجان کی لڑکی تھی۔ دطواط کی مہجور
تھی۔ یہ بہت چہرہ شو اور سکی تصنیف سے ہے۔

اشعار

انی دارم پہیلو بقرار از ہجر یار خود	چہ کروم پیش بے درواں زور و بقرار خود
بروہ دل چاہاں گویم کہ خوں گرد و دل غار خود	چو یاد آرم من گشتہ از یار و دیار خود
ازاں پوشتہ و عالم جنیں گشتہ سیکر و م	کہ می بینم چو زلف او پریشاں روزگار خود
گللی از باغ وصال و پیچیدم بر مار و خود	چو غنچہ گر چہ خوں ویدم دل امید و خود
ز بستقاند اردو گوش یکبار آن جھاپش	اگر در پیش او صد بار گویم حال و از خود
بکار خویش حیرانم کہ از عشق تباں ہرگز	سر و ساماں نمی بینم من سکیں بکار خود

ازیں ہونیکہ من انہم ز عشق اولیں مروتا
 بخواہم سوخت آفر سیدہ لوح مزار خود
 سیدہ النسا یکم۔ اس عورت کی سوانح عمری ہلکوبذریعہ خط و کتابت ملی ہیں
 جو خاص اسی نیک بخت عورت کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔
 ہمارے خط کے جواب میں جو کچھ اوسس نے لکھا ہے ہم بعینہ اوس کو
 دہج کرتے ہیں۔ ناظرین اوسکی علمی استعداد۔ محنت۔ نتیجہ علم۔ عفت خود معلوم
 کر لیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعالیندست فیضد جت جناب سید افتخار عالم صاحب آزاد و انصاف
 تسلیم آپکا مکرم نامہ بطلب سوانح عمری فیض آمو و رود لایا۔ مسترز و
 مفتخر فرمایا۔ قبل از تحریر سوانح عمری آپ کے اس احسان و کرم کا نہایت
 ادب کے ساتھ شکریہ ادا کرتی ہوں کہ بذریعہ آپ کے ارادے
 اور علوی ہستی کے ہم پر دہشتیان کو یہ افتخار حاصل ہوا کہ ہم
 گناہوں کا نام بھی صفحہ قرطاس پر زیب رقم فرمایا جائے۔

رباعی

اگر ہر موی من گردوز بائے	از نور انم بہ ہر یک دستاوی
نیارم گوہر شکر تو شمع تن	سر سوئے از احسان تو کشف تن

ہندوستان میں بہیدشاہان ماضیہ عورات کے علم و فضل و ہندو
 کمال کی تدبر کی جاتی تھی۔ بعد شمس ۱۳۳۳ ہجری کو جب محمد شاہ بادشاہ
 دہلی تخت نشین ہوا تو روز بروز ہندوستان جنت نشان پرادبار آیا اور
 بوجہ پریشاں خاطر ہی دے بے بضاعتی وقت فراغت تنزل ہوتا رہا۔ اور
 شرفائے گھروں سے دوست علم و ہنر معدوم و مفقود ہو گئی۔ خصوصاً

ستورات پر دانشیوں کے علم و ہنر بوجہ تدریسی ستور ہو گئے تھے بلکہ عورات بہ نظر حقارت دیکھی جاتی تھیں۔ اب بے رافقتیاں بے زمانہ وراز کے جناب فیض تاب منشی محبوب عالم اوٹیر پیہ اخبار کے اخبار گوہر بار میں جو ہم گناہوں کے مضامین طلب فرمائے گئے تو معلوم ہوا کہ زمانے نے کروٹ بدلی اور سخت خفتہ ستورات بیدار ہو گئے۔ اور بوستانِ خزاں دیدہ میں بہار آئی غنچہ خاطر نسواں جو کہ پشمرده تھے شگفتہ ہو گئے۔ خداوند کریم آپکی اس بہت مردانہ میں برکت دی اور کامیابی حاصل ہو۔ آمین اللہ آمین۔ ع۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

سایح عمری سید النساء خفئی

۱۳۴

ہجری

۱۳۴

سید النساء بیگم کا حسب و نسب

میرے باپ قاضی بدرالدین احمد صاحب خلف اکبر قاضی شرف الدین صاحب صدیقی قوم کے شیخ اور اکابرین قصبہ کوتاہ سے ہیں قاضی محمد امین میرے جدِ امجد تھے۔ جن کو شاہانِ مغلیہ کے عہدہ قضا عطا ہوا تھا۔ اور میرے زمانہ پیدائش تک جبٹر نواحِ خوانی میرے دادا صاحب کے پاس موجود تھا۔ میں سو چار اسی موضع جو نواحِ کوتاہ سے تھے مجھ میرے دادا صاحب یا اون کے نائب کے کوئی شخص نواحِ خوانی نہ کر سکتا تھا۔ میری والدہ صاحبہ معظمہ مکرمہ شیخ امان اللہ صاحب قصبہ پانی پنی کی دختر

نیک اختر ہیں۔ یہ صاحب نہایت درجہ حلیم الطبع اور سلیم المزاج
 درویش منش تھی۔ اور قاری عبد العزیز صاحب و بلوی کے دست
 بیج تھی۔ زمانہ بھاؤ گردی (یہ ایک لطیف شخص مشہور ہے۔ میں شیخ محمد رشید
 ان کے والد بزرگوار قسطنطنیہ آباد میں جا کر مقیم ہوئے۔ اور تین تہائی
 اپنی عمر کے وہیں طے کیے۔ بعد انتقال شیخ محمد روشن۔ شیخ
 امان اللہ صاحب میرے ماما جس زمانے میں مقام میرٹھ چھپاؤٹی
 پڑی۔ تشریف لا کر آباد ہوئے۔ اور مکانات۔ و کانات اور احاطہ
 تعمیر کرایا جو اب تک احاطہ شیخ امان اللہ مشہور و معروف ہے۔

سید النساء بیگم کی والدہ کی شادی ہونا

۱۲۰۰ھ ہجری میں بہشت نزدہ سالہ میری والدہ صاحبہ کی شادی
 قاضی بدر الدین احمد بن قاضی شرف الدین احمد صاحب سے
 بمقام میرٹھ ہوئی۔ اور وہ رخصت ہو کر قصبہ کوتانہ اپنی سسرال میں
 مع جہیز پھونچیں۔ میرے معزز ناطقین با تمکین پر واضح رہے
 کہ میرے دادا صاحب مرحوم قاضی شرف الدین احمد بساعت مریخ پیدا
 ہوئے تھے۔ جب روئے قعدی و ترشروئی اونکا خلقی امر تھا۔ کوئی اولاد نہ
 بھی اپنے باپ دادا کی امانت کرنا پسند نہیں کرتی۔ اور نہ کوئی فرد بشر
 اس بات کو گوارا کر سکتا ہے۔ چونکہ یہ سوانح عمری ہے
 اور حق گوئی کلہا حق ہے لہذا کوئی امر یا واقعہ پوشیدہ رکھنا عقلا کے
 نزدیک خلاف عقل ہے۔ ع راستی موجب رضای خداست۔ ان بزرگ
 کا ایسا برتاؤ خاص میری والدہ ہی کے ساتھ نہ تھا بلکہ اپنے تمام شہ
 داروں کے ساتھ بھی اسی طرح پیش آتے تھے۔ جو حال بہ سہو کی کا اب

بیان کیا جاتا ہے وہ مشتے نمونہ از ضرور ہے۔ جب قدر زیورات۔ پارچات
وظروفات وغیرہ اسباب جہیز میری والدہ کے ہمراہ آیا تھا میرے دادا نے
اپنے قبضے میں کر لیا۔ اور قسم قسم کی تکالیف دینی شروع کیں۔ کہ جبکہ بیان
سے قلم و زبان کا سینہ چاک ہے چونکہ میرے والد قاضی بدرالدین احمد
اپنے والدین کے تابع حکم تھے اس لیے میری والدہ کی کچھ اداوندہ کر سکے
کیونکہ بارہا اس نے والد نے یہ فرمایا تھا کہ اگر تم نے اپنی بی بی کی طرف داری کی
تو ٹھکراؤ کر دوں گا۔ قصہ اسی پریشانی اور خستہ حالی میں تین سال گزرتی

سید النسا بیگم کی سیدالش

میں قصبہ کوتاہ خلیج میرٹھ جو سضا فاکت دہلی سے کنارہ دریائی جہن
واقع ہے بتاریخ ۱۴ ماہ محرم الحرام ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۲۸۵ء بروز یکشنبہ بوقت
آٹھ بجے شب پیداموئی تو میری والدہ صاحبہ کے ساتھ سسرال
سے وہ سلوک ہوا کہ ناگفتہ بہ ہے۔ گویم مشکل و گنگویم مشکل۔
کیا کہوں کچھ کہا نہیں جا۔ چپ بھی لیکن رہا نہیں جاتا۔ بوجہ عدم تو بھی قاضی
شہب الدین صاحب زچہ خاستے میں تیل تک نہ تھا کہ چراغ
تک روشن ہوتا۔ سچا سچ چراغ و مرغ دل جلتا تھا۔

گھٹی کی عوض والدہ صاحبہ نے مجھے شہد چٹایا۔ جو بضرورت کسی دوا
کے رکھا ہوا تھا۔ سچا سچ اچھوانی میری والدہ نے اٹا خون جگر بیا۔

سید النسا بیگم کا اپنے نانا کے گھر سح اپنی والدہ کے ساتھ جانا
جب ان مصائب کو سہتے سہتے میری والدہ کا خون خوشہ
ہو گیا تو وہ عیسار شد یہ بیمار شد یرقان آئوؤ ہو کر صفا
فراش ہو گئیں۔

	دوہرہ	
تق تو کہ نار ہا اور ماشہ رہا نہ ماں	رکت رانی نار ہا اور گیونج مناس	
<p>جب میرے دادا صاحب نے جانا کہ میری والدہ شریب الکرک ہیں تو حکم دیا کہ فوراً اونکو یہاں سے اون کے باپ کے گھر روانہ کر دیا جائے چنانچہ ایک پہلی میں بہہ راہی ایک خادمہ کے سوار کر کر روانہ کر دیا۔</p> <p>اوسوقت میری عمر تین سال کی تھی جب قصبہ بڑا دہ کے متصل کرشنی ندی پر پھونچے۔ تو کشتی میں سوار ہو کر پار اترتے وقت گاڑی اولٹی اور میں ندی میں گر گئی۔ اوسوقت میری والدہ کے منہ سے بے ساختہ یا علی مدد نکلا۔</p>		
	اشعار	
غریقِ لجبہ غم کو نکال لیتا ہے	یہ نام گرتے ہوئے کو بچھا لیتا ہے	
	دیکھ	
اس کا اثر خفی وہی کہہ کے دیکھ لو	سنگل میں یا علی ملی کہہ کر دیکھ لو	
<p>ناظرین اوس وقت کی بھکاری اور مایوسی کی حالت جو میری والدہ پر ہوئی ہوگی خود تصور کر سکتے ہیں۔ کہ ایک پردہ نشین بی بی بجز گریو نہ ابری اور دعا بجناب باری کے اور کیا کر سکتی ہے۔ جب کسی ملاج وغیرہ نے میرے پکڑنے کے لیے بوجہ طغیانی ندی کے پانی میں جانا مستبول لکھا تو میری والدہ نے دست بدعا ہو کر یہ شعر پڑھا۔</p>		
دریں دریای بے پامان ریخ طالع افزا	دل انگیزیم بشہر لہجہ بیا و صر سہا	
<p>پڑھ کر جا بیتی تھیں کہ کشتی سے ندی میں اپنے آپ کو گرا دیں اور زندگی سے</p>		
<p>ہاتھ دھوئیں۔ وہ بات اللہ سے کئی شے قدامت</p>		

ناگہاں قریب کشتی پانی میں ایک تلامع عظیم پیدا ہوا اور معلوم ہوا کہ غیب سے
 کیسے میری والدہ کو پانی میں گرنے سے روک لیا اور مجھے کنارہ ندی پر
 بٹھا دیا۔ ناظرین میں صحیح و سالم برآمد ہوئی۔ ایک قطبہ آب تک میرے
 زیرِ حلق نہیں پھونچا۔ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد قوی کشتیاں۔
 القصد اسی روز بوقت شام مقام چھاؤنی میرٹھ اپنے نانا صاحب
 مرحوم و مخفوق کے مکان پر پہونچ گئے۔ میرے نانا صاحب اور ماسوں صاحبان
 نے وہ شفقت فرمائی کہ جسکی تحریر میں زبانِ تلم قاصر ہے۔ تین سال تک
 میرے نانا صاحب زندہ رہے اور میں مع اپنی والدہ کے اون کے سایہ
 عاطفت میں پرورش پاتی رہی۔ اور میری والدہ صاحبہ مجھے قرآن شریف
 پڑھاتی رہیں۔ جب ساتواں سال مجھے شروع ہوا تو نانا صاحب کا سایہ سر
 سے اٹھ گیا۔ اونھوں نے اس دارِ فنا سے عالم بقا کو حلت فرمائی۔ اس
 سانحہ جانسوز سے جو صدہ میری والدہ کو پہونچا وہ بیان سے باہر ہے۔
 سید النساء بیگم کا دہلی میں اپنی خالہ کے گھر حبانا
 میری حقیقی خالہ صاحبہ منشی کرم احمد صاحب قریشی اور سہیل
 تھیں۔ اپنے والد بزرگوار کے انتقال کی خبر وحشت اثر سنکر
 اسے بریلی سے جو لکھنؤ کے قریب ہے بہ تقریب عزا پر سہی میرٹھ
 تشریف لائیں۔ مجھ سے اور میری والدہ کے نہایت درج
 محبت رنجستی تھیں۔ بعد چیل نانا صاحب مرحوم و مخفوق
 اپنے ہمراہ مجھ کو دہلی لے آئیں۔ میری خالہ صاحبہ دہلی کے باشندہ
 تھیں۔ اس سبب سے میرا دہلی رہنے کا اتفاق ہوا۔
 بعد عرصہ ایک ماہ میری والدہ جو کسی ضرورت سے میرٹھ رہ گئی تھیں۔

وہ بھی دہلی تشریف لے آئیں۔ چند روز خالا صاحبہ کے یہاں رہ کر مناسب نہ سمجھا کہ بہن بہنوئی کے دست نگر ہو کر رہیں۔ اسی لیے علیحدہ مکان لیکر رہنے لگیں۔ چونکہ میری والدہ پڑھنا لکھنا سینا پرونا کشیدہ۔ بیل پتی۔ کاندانی وغیرہ کا کام بخوبی جانتی ہیں اسی ذریعے سے اپنی گذراوات اور میری پرورش کرتی رہیں۔ اور اسی سخت و شقت پر قناعت کی۔

شہر	قناعت ہو وہ دولت جس سے دل بتاتا ہے
توکل پیشہ کو نزدیک کیا رتبہ تو شکر کا	

سید النسایم کا نور مل اسکول دہلی میں داخل ہونا
سنہ ۱۲۹۲ ہجری میں مجھے میری والدہ نے داخل اسکول کیا۔

سنہ اس مدرسے کی فاطمہ سلطان بیگم صاحبہ بنت مرزا فرخ عرف مرزا فتح و دلی عہد ابن ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ دہلی کی تھیں۔ دس سال تک اوستانی صاحبہ ممدوحہ سے تعلیم پاتی رہی۔ اور بھی بہت سی لڑکیاں میری ہم عصر امیرزادوں اور نوابوں کی اسی مدرسے میں پڑھتی تھیں۔ اوستانی صاحبہ موصوفہ کو صد ہا اشعار فارسی اور اردو نوک زبان تھے۔ ہر بات میں ضرب المثل اشعار پڑھا کرتی تھیں جیکہ میرا میلان خاطر اوستانی صاحبہ نے بجانب نظم پایا۔ تو میرا اشعار مصنف مولوی بہدی علی خاں نوکی۔ لکھنوی۔ مجھے پڑھائی یہ کہ کتاب علم عروض میں مستند ہے۔ اُسی زمانے سے کبھی کبھی بوقت فرصت مدحیہ اشعار نظم کرتی اور اوستانی صاحبہ سے اصلاح لیتی تھی۔ اور غنی تخلص اس عاجزہ کا تہہ ارایا تھا۔

چنانچہ یہ نوال سنہ ۱۳۰۰ ہجری میں میری تصنیفات سے ہے جو درج

کی جاتی ہے۔

غزل

گرچہ ظاہر ہے مدینے میں قیام احمد
حد کرتی تھیں اوسے دیکھ کر ارجح رسول
تھا یہ اعجاز کہ کفار تھے لائے ایمان
تجانی کے لب و لہجے کا جو شائق خدا
حضرت روح امیں آئیے ایک خادم تھے
عش اسے سے بھی اعلیٰ ہے مقام احمد
لوح محفوظ پہ لکھا تھا جو نام احمد
سنگدل موم تھے سُن کے کلام احمد
شب معراج سنے اوسنے کلام احمد
لے کے جاتے تھے خدا پاس پیام احمد

جائے اسطرح مدینے میں تھی ہے یہ دعا
دل میں صلوات ہو اور لب پہ مونا نام احمد

سالانہ امتحان پر انعام کتب و پارچات و دیگر اشیاء کے نوشت و خواندہ برابر
مجھے ملتا رہا۔ اور اپنی ہم کتب لڑکیوں میں میرا فہر اول رہا۔ اور وظیفہ یاب
رہی۔ ۱۲۸۵ ہجری میں بوساطت سس بونڈ صاحبہ ہمتیہ مدرسہ زنانہ میرے
ہاتھ کی کاپیاں بہ حضور ملکہ منظر قیصر ہند و ام اقبال لکھی
گئیں۔ جسکی جلد و (عوض) میں بھی انعام پایا۔ یہ سب فیضان
صحبت بابرکت اوستانی صاحبہ محدوہ کا ہے کہ اس بچہ پر اس
کو تھوڑا سلیقہ نوشت و خواندہ کا ہو گیا ورنہ من آنم کہ من دانم

شعر

جال منبشیں درمن اثر کرد
وگر نہ من بہاں خاکم کہ ہستم

سید النساء سیم کی قصبہ پانی پت میں شادی

۱۲۸۵ء میں بذریعہ اوستانی فاطمہ سلطان بیگم صاحبہ میری والدہ منجلیہ
سحابہ مدرسہ زنانہ سقاہدہ کر پانی پت میں شادی لکھیں۔

اس مدرسے میں دخترانِ شرفا و نجار قوم انصار تسلیم پاتی تھیں۔
 قصبہ مذکور کی ستورات سے والدہ کا ربط و ضبط ہو گیا۔ خصوصاً
 عوراتِ قوم انصار والا تبار سے زیادہ انس ہوا بوجہ اس کے کہ شیخ
 امان اللہ صاحب میرے نانا مرحوم بھی اسی قصبے کے قدیم باشندے تھے
 انھیں ستورات مذکورۃ الصداق سے ایک بی بی سمر و جواد و حسیق نجیب
 الطرفین الموسوم بہ کنیزک حسین صاحبہ کو میری والدہ سے نہایت درجہ محبت
 تھی۔ ایک روز تجلیہ میں سماء موصوفہ نے اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے میری
 خواستگاری کی۔ چونکہ اس زمانے میں مجھے بتیم سے فراغت حاصل
 نہیں ہوئی تھی میری والدہ صاحبہ نے یہی غرض پیش کیا۔ اور وعدہ فرمایا
 کہ انشاء اللہ تعالیٰ بشرطِ خیریت بعد فراغتِ تعلیم آپ کی خواہش پوری
 کی جائیگی۔ ابھی میں مدرسہ نہ چھوڑا تھا کہ بی بی کنیزک حسین کا انتقال
 ہو گیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد میں تعلیم سے فراغت پائی۔ تب میری والدہ کو
 یہہ فکر لاحق ہوا کہ حسب دستور شریعت میری شادی کے بار
 سے سبکدوش ہوں۔ ناظرین یہہ بات بھی لائق گزارش ہے کہ ابتدائی
 زمانہ پیدائش سے اس وقت تک میرے والد قاضی بدرالدین احمد نے باوجود
 قضا کر جانے قاضی شرف احمد میرے دادا کے دستور قدیم میری اور
 میری والدہ کی دستگیری نہیں کی۔ کیونکہ یہ نقش بے اعتنائی و لاپرواہی
 کا قاضی صاحب کلان اسنے لوحِ دل پر منقوش کر گئے تھے۔ ”جبلِ گرد و
 جلی نہ گرد“ کے مصداق رہے۔ جب ستودہ کو من بی بی کنیزک حسین
 کی وفات کو بعد بہ تقریب سوم خواجہ جعفر حسین صاحب جو بعد طبابت سن
 جانب۔ کارِ انبیا میں مامور تھے پانی پت شریف لائے

تو اودھ کے گھر کی مستورات نے میری والدہ سے میری نسبت کا تذکرہ کیا اور وصیت مرحومہ و مغفورہ کو یاد دلایا تو اس رشتہ کو بطیب خاطر میری والدہ نے منظور کیا۔ پانی پت سے دہلی تشریف لیجا کر اور میری خالہ صاحبہ سے صلاح لیکر بقدر وسعت و امکان امتطام شادی کیا۔

اگر خاں سے بود گلہ ستہ گردو

بہر کار یکہ بہت بستہ گردو

وہم ہادی الثانی سنہ ہجری روز مشنبہ وقت ۹ بجے شب کے ساعت سعید حکیم خواجہ جعفر حسن صاحب موصوف سے میرا عقد نخل ہوا اور قاضی قاضی احمد حسین صاحب دہلوی نے نخل خوانی کی۔ اس تقریب میں اکثر شہ فار دہلی اور عزیز اقربا سکناے میرٹھ شریک تھے۔ میرے حقیقی خالو مٹھی علی احمد صاحب نے تمام کاروبار شادی کو انجام دیا۔ اور حسب دستور زمانہ جہیز دیکر رخصت کیا۔ میں اپنی سسرال یعنی پانی پت میں بھرتی تمام پہنچ گئی۔ حضرات ماضہ بین میں نہایت افسوس کے ساتھ اس امر کو ظاہر کرتی ہوں کہ اس موقع پر بھی میرے باپ اور چچا شریک نہ ہو سکے۔ باوجود اسکے کہ میری والدہ نیک چلن اور عصمت مآب صابرہ مشا کر اب تک ان کے عقد نخل میں بہت بجز اس بات کے کہ وہ نان و نفقہ کی طالب ہوئیں اور کوئی باعث طلال خاطر میرے والد کا نہ تھا۔ یہ بھی ایک مقام عبرت ہے۔ میرے شوہر حکیم خواجہ جعفر حسن صاحب رئیس پانی پت المتخلص بجعفر مصنف دیوان دروچہ افغان، مولف کو بھی چراغ حق کا ایک شمعہ اس خاتون نے بھیجا ہی امداد خواجہ ایوب انصاری سے ہیں۔ سلسلہ نسب اونکا بذریعہ اصحاب طاہرہ و ارحام پاکیزہ آہ علمائی عصر حاوی اسرافقہ وصول سخیل

فضلا ہے وہر واقعہ رموز منقول و معقول خواجہ عبدالعزیز پیر ہرات قدس سرہ
 پھونچا ہے۔ جد امجد ان کے خواجہ فضل علی خاں صاحب المتخلص
 بہ ضابطہ منصب دار بادشاہی تھے۔ اب تک اراضیات مسافیات
 آل متو قصبہ پانی پت میں انکے پاس موجود ہیں۔ اور اب عرصہ
 دس سال سے بچہ دہلیگری ریاست رائے پور ضلع انبالہ مقرب
 اسی باعث سے میں ریاست رائے پور میں سکونت پذیر ہوں۔ اگر لفظ
 اختصار نامہ والا میں مندرج نہوتا تو گلبہای واقعات سے صفحہ قرطاس
 رشک بوستانِ جنت بنا کر پیش کرتی۔ اکثر واقعات تحریر سے باقی
 چھوڑ دیے گئے۔ کہ ناظرین کو طوالت سے ملال خاطر نہ ہو۔ فقط۔

رقیبہ سید النساء بیگم بقلم خود۔ ۶ ماہ و ۲۷ ستمبر ۱۸۹۷ء
 منہمون ذیل بھی اسی خاتون کا ہے جو براہ راست ہکو پھونچا ہے۔

میں اپنی ہمعصر بہنوں کے روبرو ایک مضمون فوائد
 تعلیم نسواں پیش کرتی ہوں شہیم غور دکھیں اور گنج شایانیں
 حیوان مطلق اور حیوان مطلق گوشت پوست و استخوان و خون و رگ و
 پے میں یکساں ہیں۔

سوال۔ پھر انسان جو اشرف مخلوقات کہلاتا ہے کیا باعث ہے؟
 جواب۔ بوجہ علم کے۔ دو اول ماخلق اللہ علم، اور بعضی احادیث میں
 یوں آیا ہے "اول ماخلق اللہ العقل" اور بعضی کتب باسے
 متبرہ میں دو اول ماخلق اللہ القلم، تحریر ہے۔ پس معلوم ہوا
 شہادت انسانی علم اور عقل سے ہے جب علم اور عقل دونوں

مجتہم ہوئے تو قلم سے کار تحریر لیا گیا۔ علم کے معنی جاننے کے ہیں اور جاننا
 وہ شے ہے کہ جس سے نیک و بد، خیر و شر اچھے بُرے میں انسان تمیز
 کر سکے۔ اور اپنے خالق کو کہ جسے مشیتِ خاک سے ابو البشر حضرت
 آدم علیہ السلام کو بنا کر خلعتِ انسانیت پہنایا اور اشرف مخلوقات
 بنایا۔ تو اول انسان کا یہ فرض ہے کہ اپنے خالق کو پہچانے۔ اور
 شناختِ او کی بغیر علم با مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ ع۔ کہ بے علم
 نسا خدا را شناخت۔ دوم یہ کہ اسوۃ و نیوی میں بھی علم
 سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اور امداد ملتی ہے۔ مثلاً
 کھانا پکانا۔ سینا پر دنا۔ گھر کی آراستگی۔ مہان نوازی۔ اولاد کی
 تربیت۔ شوہر کی اطاعت ان سب باتوں کا مدار علم پر ہے۔ جیسا کہ
 فی زمانہ عورات یورپ بوجہ علم انتظام خانگی میں ستورات بند و سنا
 پر گوی سبقت لے گئی ہیں۔ خصوصاً ہماری ملکہ و کٹوریہ قصیرہ ہند دام
 اقبالہا جستہا۔ اہل دنیا کی بین زبانوں میں گفتگو کرتی ہیں۔ اور ہر ایک
 ملک کے آدمیوں کو ان ہی کی زبانوں میں نہایت فصاحت و بلاغت
 سے جواب باصواب دیتی ہیں۔ اور اتنے وسیع ملک
 یعنی انگلستان و ہندوستان وغیرہ وغیرہ کی عنان حکومت اپنے
 ہاتھ میں لیکر اپنی رعیت کو انصاف اور عدل سے استعدہ آرام
 اور چین دیا ہے کہ شاہان گذشتہ کے زمانے میں ایسی آزادی اور امن
 نصیب نہیں ہوا۔ یہ سب نتیجہ علم ہے۔ اور رعایا بہبودی کے لیے
 ہر ملک و ہر شہر و قصبہ جات و دیہات میں مدارس زمانہ قائم کیے ہیں کہ
 ہمارے ملک کی ستورات و دولت علم سے فیضیاب ہو کر اپنے

اسو رات وینی و دنیوی کو بخوبی سمجھنا اور ان جو اہر ات بے بہا سے مالامال ہو جائیں۔ کہ صرف کرنے سے ہمیشہ بڑھتے ہیں۔ لیکن ہزار افسوس کہ عوام الناس کے خیالات اس کے برعکس ہیں۔ یعنی مستورات کے پڑھانے لکھانے کو عیب جانتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص اس بارے میں ترغیب دے برامانے ہیں۔ بعض اشتیاق کا خیال ناقص و گمانِ باطل یہ ہے۔ کہ عورتیں پڑھنے لکھنے سے آوارہ اور نڈر ہو جاتی ہیں۔ اور اپنی عالی خاندانی کے جائزہ پاک پر دھبہ لگاتی ہیں۔ یہ بالکل اون کا خیال خام اور ایک قسم کا جنون ہے۔

شعر

بھلے کو یہ بڑا سمجھو بڑے کو یہ بھلا سمجھو
پڑیں تہجہ سمجھو برائگی یہ سمجھو تو کیا سمجھو
یہ امر ظاہر ہے اور ہر ذی عقل اس بات سے ماہر ہے کہ جو انسان صاحب علم ہو گانیک بد میں تیز کرے گا۔ اور احکامات خدا و رسول سے بھی ڈرے گا۔ اور جو بے علم ہو گا وہ اس شیطانی اسکے دل میں زیادہ راہ کریں گے۔ پس پڑھنے اور لکھنے سے عفت عصمت پر کوئی داغ نہیں لگتا۔ بقول سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ

تو پاک باش برادر مدار از کس پاک
زندہ جائزہ پاک گانراں پر سنگ
کتب اسے تو اینجہ ماضیہ و قصص و مآول مصنفہ تا مذہال سے پایا جاتا ہے
کہ نسبت خواندوں کے ناخواندہ لوگ خواہ وہ مذکر ہوں یا مؤنث مرتکب
افعال زشت کے ہوتے ہیں۔ مخالفانِ تعلیم انہوں کے روبرو ایک اور
دلیل علمی پیش کرتی ہوں۔ بروے حساب ایجادِ اود ذی علم کے ۸۵۰
ہیں اور اعداد بے علم کے ۵۲۰۰ ہیں نسبتِ بی علم کے ذی علم کا مرتبہ ۹۸:۱ ہے

زائد ہے۔ اور عالم و جابل کے اعداد و جو دیکھے گئے تو جابل سے عالم کے عدد
 ۱۰۲ زائد ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بہر حال خواندہ کا درجہ ناخواندن
 سے زیادہ ہے۔ حیف کہ ہماری قوم اس پر بھی اپنی لڑکیوں کو تسمیر سے
 محروم رکھتی ہے۔ دیکھو ہندوستان میں بیگم صاحبہ بھوپال کیسی ذی لیاقت
 اور صاحب علم میں جنگی تصنیفات سے ایک کتاب موسوم بہ ہندوستان
 لائق دید ہے۔ جس میں جملہ امور ات دینی و دنیوی۔ اخلاقی و معاشرتی
 بحوالہ حدیث و نص قرآنی نہایت وسیع و بسیط سند سے
 جسکے پڑھنے اور دیکھنے سے فوائد کثیر حاصل ہوتے ہیں۔ پس یہ بھی نتیجہ نظر
 ہے۔ کہ ہم نامی بیگم صاحبہ موصوفہ کا تمام ہندوستان میں اظہار شہرت
 و چشم انصاف دیکھو کہ ان کے علم سے تمام مستورات کو کس قدر فوائد حاصل
 ہوئے۔ اگرچہ انھوں نے استہیکم صاحبہ بیگم جو تیں تو مثل نگین نگشتی
 انجان نام اپنی ریاست میں متحد و درمہا۔ ہمارا بیگم صاحبہ بیگم
 علم و لیاقت میں مشہور و معروف ہیں۔ جو ہمارا جہ صاحب والی میو
 کے انتقال کے بعد ریاست کی کونسل انتظامیہ کی پریسڈنٹ مقرر ہوئی
 ہیں۔ اور ہماری گورنمنٹ نے بوجہ انکی علمی لیاقت کے انکی پریسڈنٹ منظر
 فرمائی ہے۔ یہ زمانہ حال کی چندشالیں پیش کی گئیں۔ اب زمانہ گذشتہ کی
 مستورات ذی علم کے حالات درج کرتی ہوں۔ جیکہ نواز الدین جہانگیر بادشاہ
 دہلی نے اپنے چھٹے سال جلوس یعنی سال ۱۱۰۰ء میں نور جہاں بیگم سے اپنی
 شادی کی تو بیگم صاحبہ مذکورہ الصدر نے بوجہ اپنی قابلیت اور
 لیاقت علمی کے جہانگیر ایسے نازک مزاج بادشاہ کو اپنا فریقہ اور
 سطح کر لیا۔ اور تمام امور ات سلطنت کا اختیار حاصل کر کے اس کو بصورتی

انجام دیا کہ یہ شمال صفر روزگار پر ماقیامت باقی رہیگی۔ اور بہت سی
 مشیاء اور قسم پارچہ روزگارات انصران کیے جو اب تک عورات
 ہندوستان کے استعمال میں آتی ہیں۔ جنگلی تفصیل محتاج بیان نہیں۔
 سلطانہ کتب تواریخ سے مفصل ظاہر ہے۔ اہل ہندو میں مہارانی لیلادوتی بھی
 ایک بڑی عالمہ فاضلہ ریاضی کی گذری ہیں۔ لیلادوتی جو علم ریاضی میں مستند
 کتاب ہے ان ہی کی تصنیف اور تالیف سے ہے۔ رانی صاحبہ مدوحہ نے
 اپنے ہی نام پر اس کتاب کو موسوم کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ مہارانی صاحبہ کے
 راج پٹ سکنات کا اس وقت صفر روزگار پر نہ ان تک باقی نہیں رہا۔ لیکن
 نام گرامی اونکا زمانہ حال تک بوجہ علمی لیاقت کے باقی ہے اور آئندہ رہے گا۔
 مہارانی گندھاری جو مہاراجہ دہرت۔ اشت کی مہارانی تھیں وہ بھی اسی
 عالمہ اور فاضلہ تھیں۔ کہ بیاس کی جیسے عالم اور رشی سے جنھوں نے
 اٹھارہ پُران اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں سابعہ کرتی تھیں۔
 اور مہاراجہ جیسے عالم ستیواون کے ولابل کو قبول فرماتے تھے یہ بھی تہہ علم پر
 ان تاریخی مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل ہندو میں کبھی تعلیم نسواں کا قاعدہ
 قدیم سے مرقع ہے اور عورات کے پرخصائے لکھانے کو کوئی عیب نہیں
 مانا گیا۔ عورات جو ناقص العقل کہلاتی ہیں یہ سب خرابی بوجہ بے علمی کو
 ہے۔ جو کہ لڑکیوں کو بے علم رکھا جاتا ہے اور مدت العصر
 اونکی کار و خدمت میں مشغول ٹھہر کر زرخیز کے گذرتی ہے جبکہ وہ
 علم سے بے بہرہ رہیں تو عقل کہاں سے لائیں۔ کیونکہ چراغ عقل علم پر وہ
 اونکوں میں روشن نہیں کیا گیا۔ پس اس صورت میں ناقص العقل کیا
 بلکہ بی عقل کہنا انکے لیے درست ہو سکتا ہے۔ اب یہ بات غور طلب ہے۔

(سوال) کیا خالق نے عورت کو بے عقل پیدا کیا ہے۔ ۹
 (جواب) ہرگز نہیں۔ لڑکا لڑکی خلقت میں یکساں ہیں۔ زمانہ رضاعت
 میں دونوں کے کھانے، پینے، سونے، جاگنے، ہنسنے، رونے میں ایک
 ہی حالت ہوتی ہے۔ جب ہوش سنبھالا تو لڑکے کو علم کی ابھی تعبیر ہی نہ تھی
 اور لڑکی کے ناک کان چھو ائے گئے۔ اور وہ کام محنت و مشقت کے بجائے
 گئے کہ جن میں عمر سبزی اور سکی راہنماں ہوئی۔ اور وہ ہونہار لڑکی لپٹی کی
 حالت میں رہی۔ جب اس کی شادی ہوئی اور وہ اپنی سسرال گئی تو وہاں
 کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اگر شوہر بے تعلیم یا فتنہ ملا تو بیوی بے تعلیم ہے۔
 جاہل اور صاحب علم کی موافقت جو نا ممکن بلکہ غیر ممکن ہے۔ بالخصوص اگر
 شوہر نے صبر و مشق کر کے کچھ اسکی جہالت پر خیال نیجا اور اپنی قوم اور
 برادری کی شرم سے یا خوف خدا سے اپنا محکوم سمجھ بھرا بھگتا تب
 سبھی اسکی وقت و منزلت اسکی نگاہ میں ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اگر عورت خواندہ
 اور شوہر اوسکا ناخواندہ ہے تو وہ عورت اپنی علمی لیاقت اور قابلیت سے
 شوہر کو اپنا سیلج بنالینگی۔ اور افعال مذموم کا مرتکب نہونے دیگی۔ اب
 مخالفین تسلیم نہواں بحیث انصاف دیکھیں اور عدالت کریں کہ لڑکیوں کے پڑھانے
 میں کس قدر فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اسے میری پیاری بہنو اسے صاحبزادی
 مگو لازم اور مناسب بلکہ انسب کہ علم کو حاصل کریں کہ شش کو کیونکہ یہ ذریعہ ہمدردی و ایثار کا ہے فقط

حرف ایشین

شجرۃ الدرہ۔ یہ خاتون خاتمان ایوبیہ کے ساتویں تاجدار الملک ابصلح
 کی سہریہ تھی۔ اسکی ابتدائی حالت کی نسبت کسی مورخ نے کچھ بھی نہیں لکھا
 ہے جس سے اسکی طفلی۔ خاندان۔ تسلیم وغیرہ کی حالت کا پتہ مل سکے

و اس نے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو تسلیم و تربیت کافی طور سے دی گئی تھی۔
 جسکی وجہ سے ملک صالح کے پاس اسکی قدر و منزلت تھی۔ اور معاملات ملکی
 میں بھی اسکی رائے لی جاتی تھی۔ حرم میں داخل ہونے کے چند سال بعد
 ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام خلیل رکھا گیا۔ اسی وجہ سے اسکی کنیت بھی خلیل
 بنے اور اب اسکا رقبہ اور راز اند ہو گیا۔ افسوس ہے کہ یہ لڑکا طفلی ہی میں
 ماں کی گود سے جدا کر دیا گیا۔ اور وہ تمام امیدیں جو اس بچہ پر رکھے
 گئے اس کی ماں کے دل میں تھیں حرف غدا کی طرح سٹ لگیں۔ مگر اس
 لڑکے کے مرنے سے اس وقت میں جو شجرۃ الدرد کی ملک صالح کی نگاہیں
 تھی ذرا ابھی فرق نہیں آیا۔ جسکا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ وہ اسکو
 نہ صرف معمولی اوقات ہی میں بلکہ کوشہ اوقات لڑائی کے وقت بھی اپنے ساتھ
 رکھا کرتا تھا۔ اگر اس موقع پر کسی قدر ملک صالح کا حال لکھا جائے تو بیجا
 نہ ہوگا۔

مورخین نے اسکی نیکی و انصافی - بیدار مغزی کی تعریف کی ہے جسوقت
 یہ تخت نشین ہوا تھا اسوقت ملک کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔ خزانہ
 میں روپیہ کا نام نہ تھا۔ بناوٹیں دن بدن بڑھ رہی تھیں۔ شاہی و عوامی اربوں
 لے الگ شور مچا رکھا تھا۔ ایسی حالت میں جس عہدگی سے اسنے سلطنت
 کی اسکا نتیجہ بہت ہی جلد ظاہر ہو گیا۔ نہ وہ بغاوتیں رہیں نہ وہ سرکشیاں۔ ملک
 کی آبادی اور بیہودی میں کوشش کی۔ روضے کا قلعہ بنایا گیا۔ مکہ معظمہ جو
 مصر کی جگہ سے خارج ہو گیا تھا پھر شاہیں کر لیا گیا۔ ایک بہت بڑا کالج
 قصرین میں قائم کیا گیا۔ جسکی پروفیسری کے لیے نامور علما کا انتخاب کیا گیا
 اور سب سے ایک غنائی بجزیرہ کے نام سے قائم کی۔ جسکو تیار کر نیکی وجہ یہ تھی کہ

۱۰۱
 الملک الناصر نے کسی زما نے میں الملک الصالح کو قید کر دیا تھا۔ اور ایسے وقت
 میں جبکہ اسکی خاص فوج نے بھی اسکی تائید نہ کی۔ اسکے ملوکوں نے کوشش کر کہ
 اسکو قید سے آزادوی دلائی تھی۔ اور اوس روز سے الملک الصالح کے دل میں
 اسکی وقت بڑھتی گئی۔ اور آخر جب یہ تخت نشین ہو گیا تو اوس نے اور نئے
 ہزار غلام خریدے۔ اور پھر اونھیں آزاد کیا گیا۔ اور انکی ایک نئی فوج بنائی گئی۔
 جسکا نام بحریہ رکھا گیا۔ اور رفتہ رفتہ اون ملوکوں نے اسقدر وقت الملک
 الصالح کے دل میں بسے اکی کہ اپنے سارے کام اُن ہی کو تفویض کر دیے
 تھے۔ واقعات کے لیے بحریہ کا خیال رکھنا ضرور ہے۔

اور ولی انتظامات سے کسیقدر فرصت ملی تھی کہ عیسائیوں نے اپنی عادی
 خام خیالی شروع کر دی۔ چنانچہ لوی ستاہ فرانس نے سلسلہ ہجری
 میں پچاس ہزار فوج کے ساتھ دمیاط کا رخ کر دیا۔ جو پہلے بھی ایک دفعہ اُن
 کے زیر تصرف رہ چکا تھا۔ غریب مسلمانوں نے جب دیکھا کہ اس فوج کے ساتھ
 مقابلہ ممکن نہیں۔ اور وہ تمام ظلم بھی اُن کے پیش نظر تھے جو عیسائی کسی
 شہر کے قتل کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں سے برستے تھے۔ تو
 اُنھوں نے بھی مناسبت سمجھا کہ بھاگ نکلیں۔ مسلمانوں کا ٹکڑا تھا کہ
 عیسائیوں نے اوس پر قبضہ کر لیا۔

الملک الصالح اوس وقت دمشق میں تھا۔ جوں میں اوسکو خبر معلوم ہوئی
 اوس نے فوراً مقابلے کی تیاری کر لی۔ اور ضروری ہندو بست کے بعد فوراً
 چل کھڑا ہوا۔ دمیاط کے قریب منصور نامی مقام تک پہنچ چکا تھا۔ بلکہ
 اپنا کیمپ بھی وہاں قائم کر چکا تھا۔ اور محاصرے کی تدبیر بھی شروع کر دی تھیں۔
 کہ قضا نے بہت جلدی اور اوس جگہ ۱۴ شعبان ۵۸۵ھ عیسوی میں بہ سالکی

عمر اور ۱۰ سال کی حکومت کے بعد مر گیا۔
 خیال کیجئے کہ اس وقت کیسی خطرناک حالت ہو رہی تھی۔ فوج کو اگر ذرا بھی
 معلوم ہو جائے کہ اس کا بادشاہ مر گیا تو ابھی اس کے دل بودے اور اس کی
 میتیں پست ہو جائیں۔ اور پھر کوئی ایسا بد بخت نہ ملے جو فوج کا ایسی سرسجی
 کی حالت میں نہ دہشت کر سکے۔ سائے میچوں کی بجائے ہزار فوج پڑی ہوئی تھی
 جو ایسی پریشانی کی دل سے خواہشمند تھی۔ ایسے خوفناک وقت میں جس عہد کی
 کے ساتھ شجرہ الدر نے کام کیا ہے۔ بے شبہ اس کی اعلیٰ ایت اور بد بختی
 کی ایک زبردست اور روشن دلیل ہے۔ اور جس کے شجرہ الدر کو بھی اون
 نامور بد بختوں میں تسلیم کرنا پڑتا ہے جنہوں نے ایسے نازک وقتوں میں اپنی فوج
 کو نہ صرف تباہی اور شکست ہی سے بچا لیا بلکہ کامل طور سے فتح و فتوحاتی
 ہے۔

الملک الصالح کے تین بیٹے تھے۔ مگر اس وقت ایک ہی راجا کا توزان شاہ
 ایسا تھا جو موت کے ہاتھوں سے بچا ہوا تھا اور جو اس وقت کیف میں تھا۔
 شجرہ الدر نے اپنی دوراندیشی سے اس امر کو نامناسب خیال کیا کہ فوج کو مار مار
 کی موت سے اطلاع دی جائے۔ جس سے نہ صرف اون ہی کی بربادی اور تباہی ہوگی
 بلکہ عیسائیوں کو قدم پورے طور سے جم جائیں گے۔ اور اون کے ساتھ مقابلہ
 کرنا مشکل ہوگا۔ جو عہد تدبیر اور سنجیدگی اور جس کی عہدگی میں کسی کو کام نہیں
 یہ تھی کہ توزان شاہ کو اس کی اطلاع دیدی جائے۔ اور یہاں لشکر پر یہ ظاہر کروایا جائے
 کہ بادشاہ مریض ہے اور باہر آ نہیں سکتا۔ یہ تدبیر اور سنجیدگی کہ ایک
 قاصد کو کیف میں بھیج دیا۔ اور یہاں لشکر پر یہ ظاہر کر دیا کہ بادشاہ باہر آ
 نہیں سکتا۔ اور اس کی مرضی ہے کہ تم لوگ اس کے بیٹے توزان شاہ کے ہاتھ پر

بیت کرو۔
 سب لوگوں نے ہزاران شاہ کے سپین رہنے کے لیے قسم کھائی۔ اور اس سلسلہ امر کو
 بدلی و جان منظور کیا۔ سب کام بعینہ اوسی طور سے کیے جاتے تھے جس طرح
 ملک صالحہ کی زندگی میں ہوتے تھے۔ ایک موضع (مقریزی) کے الفاظ یہ ہیں۔
 وہ سب امور علی حالہ جاری تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ اپنے اپنے کام میں مشغول
 تھے۔ سفر تک چلا جاتا تھا۔ سب کام شجرۃ الدار کی طرف سے ہوتے تھے۔
 اور لوگوں کو یہ گمان تھا کہ وہ بادشاہ کی جانب سے ہیں۔
 عیسائی بھی قدامتوں سے نہ تھے۔ اس موقع کو انھوں نے غنیمت سمجھا اور
 خود ہی پیش قدمی کر کے منصورہ میں آ رہے۔ اور ہر سے بھی اون کے علموں کا
 دیا جاتا تھا۔ یہاں ہی حالت تھی کہ تووان شاہ کی طرف سے دشمن پہونچ کر سخت
 ہو گیا۔ اور فوجی لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اونکا بادشاہ انتقال کر چکا۔ اور گیارہ
 رمضان المبارک کو منصورہ میں آ گیا اور عثمان حکومت اپنے قبضہ میں لے
 لی۔
 چند روز تک یوں ہی مقابلہ ہوتا رہا۔ آخر ایک روز عیسائیوں نے دفعہ
 مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان جوان اپنے جگہ سے پیچھے ہٹے بہت ہی جلد تتر
 ہو گئے۔ امیر محمد الدین جو ایک نامی جنرل تھا مارا لایا گیا۔ اور شاہ لوی
 شاہی جیسے کتب پہونچ چکا تھا۔ اور قریب تھا کہ مسلمانوں کے قدم اوپر
 جائیں۔ مگر جب اوشن قادر مطلق اور لایزال کی مرضی نہ تھی کہ مسلمانوں
 کھائیں۔ بلکہ اون مفروروں کا جوابی نقد اوپر پھونکے نہ مہاتے تھے غور توڑنا
 تو پھر کیسے مسلمان ہیاں رکھتے تھے۔ مگر خدا کی سیوا تھی کہ مسلمانوں نے
 ناظرین بخوبی واقف ہیں ایسا سخت مقابلہ کیا کہ عیسائیوں کے قدم اوپر

ایک عالم بیدار و اسرار سے کہنے اور باتوں کی کاسیابی ایک گھنٹے کے عرصے میں
 سخت ناکامیابی سے بدل گئی۔ بڑی طرح کا تہہ بہ حال تھا۔ بحری فوج کا حال
 اور اس سے بھی زیادہ تراب ہو گیا۔ اول تو خدا کی قدرت ایسا سخت طوفان چلا
 کہ جہاز شکستہ ہو گئے۔ باقی رہے انہیں سے ۳۰۰ جہاز گرفتار کر لیے گئے
 اس سخت غم سے عیسائیوں کی طاقت بالکل ضعیف ہو گئی۔ اور اس وقت
 کے مسیحی ہونے کے اگر بیت المقدس اور چند سو اہل شام اور نہیں
 دیکھے جائیں تو وہ دنیا کا چھوڑ دیں گے۔ لیکن یہ درخواست منظور کی گئی۔
 چونکہ عیسائیوں کی رہنمائی کا ہر مذہب دیکھ دیا تھا۔ اسلئے چند ہی روز میں
 انہیں مجبوراً دسیاٹ واپس بلایا گیا۔ عیسائیوں کا دسیاٹ کی طرف رخ
 کرنا تھا۔ کہ مسلمانوں نے بھی اونکا پیچھا کیا اور عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد
 کو موت کے سپرد کر دیا۔ اب عیسائیوں کی جماعت بہت ہی تھوڑی رہی آخر
 بہت سی وقتوں کے بعد لوی گرفتار ہوا۔ اور بڑی ذلت کے ساتھ منصورہ کو
 واپس لایا گیا۔ اب فوج نے قیام پے فائدہ سمجھا اور القاہرہ واپس ہوئی
 جو کچھ حال لوی کا ہوا وہ آئندہ مذکور ہو گا۔

اس لڑائی کے مملوکوں کی قوت اور زیادہ ترقی کر گئی۔ تو زان شاہ نے
 اب الملک اعظم اپنا لقب اختیار کیا تھا کہ عمر اور نا تجربہ کا رہتا تھا تخت پر بیٹھتی
 شجرۃ الدر سے جسکی بدولت اسکو شاہی نصیب ہوئی تھی۔ الملک الصالح
 کے مال و خزانہ کا مطالبہ اور ساتھ اس کے تخت سخت دھمکیاں دینی شروع
 کر دیں۔ گو شجرۃ الدر نے اس سے انکار کیا لیکن اس کے انکار پر تو زان شاہ
 نے ذرا محاذ نہ کیا۔ جب اسکی سمجھتی حد سے گزر گئی تو مجبور ہو کر شجرۃ الدر سے
 مملوکوں سے اسکی شکایت کی۔ مملوکوں کو یہ بات ناگوار گذری۔ تو زان شاہ نے

ایک اور بے عمدہ الی کی کہ اقطاعی ایک نامی مملوکی سے جو بہت بڑا امیر تھا اور
 اور جسکی رعیت مملوکوں میں بہت تھی اور جسکو شجرۃ الدرد نے قاصد بنا کر کیف کو
 بھیجا تھا امیر الامرا نے اسے کا وعدہ کیا تھا لیکن تو زان نے اپنا وعدہ پورا کیا
 جس سے اقطاعی اس کے مخالف ہو گیا۔ تو زان شاہ نے ان ہی باتوں پر
 کیا بلکہ مملوکوں کے رتبے گھٹا دیے۔ اور ان کی طرف سے بے رحمی کر لی۔ انجو
 مملوکوں کو بھی غصہ آیا اور وہی مہینے کی سلطنت کے بعد انھوں نے اسکا
 کام تمام کر دیا جب تو زان شاہ مارڈ والا گیا۔ اور ملک الصالح کا کوئی اور
 بیٹا بھی نہ رہا۔ جو تخت پر بیٹھایا جائے تو مملوکوں نے شجرۃ الدرد کو اپنا بادشاہ
 بنا لیا پسند کیا جسکی حق پر اور کارروائی سے وہ واقف ہو چکے تھے گو ایک
 قلیل ہی مدت میں اسکے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ چنانچہ سب نے ملکر شجرۃ الدرد
 سے اس امر کے مقبول کرنے کی درخواست کی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض
 کیا گیا۔ کہ امیر عز الدین ترکمانی مقدم العسکر مقرر کیا جائے۔

عز الدین کو الملک الصالح نے خرید لیا اور بچپن ہی سے اپنے زیر حفاظت
 اسکو تعلیم دلوائی تھی۔ اسوقت وہ چاشنی گیر کے عہد سے پر امور تھا جو صرف
 اسی شخص کو عطا ہوا تھا۔ جیسر بادشاہ کو بھی اعتبار ہوتا تھا اور خود عز الدین
 اس معاملے کی اطلاع وہی کے لیے شجرۃ الدرد کی خدمت میں حاضر ہوا۔
 جو اسوقت قلعۃ الجبل میں تھی۔ ایسے وقت میں جبکہ حکومت مقبول
 کرنے سے خارج جنگی پیدا ہوئی تھی شجرۃ الدرد نے انکار کرنا پسند کیا۔ بلکہ
 کہا جاسکتا ہے کہ بخوبی قبول کیا۔ اور صرف ششماہ ہجری میں مملوکوں نے
 بیعت کی اور مطیع رہنے کی قسم کھائی۔ اس تاریخ کو خاص القابہ زمین دبا
 ہوا۔ جس میں حسب مراتب انعامات تقسیم کیے گئے۔ اور امر کو خلعت

غنائت ہوئے۔ سکتے پر یہ عبارت کندہ کی گئی۔ المستعصمۃ الصالحۃ
 ملكة المسلمين والدلائل منصور الخلیل خلیفۃ امیر المؤمنین
 فرامین برہ الدہ خلیل کے دستخط کیے جاتے تھے۔ نیز خطیب خلیفہ عباسی
 کی دعا کے بعد یوں کہتا: "احفظ اللہم ہذا الجمۃ الصالحۃ ملكة
 المسلمين عصمتہ الدنیا والدین" الخلیل المعظم صاحبۃ
 السلطان الملك الصالح، عز الدین ایک بھی مقدم العکرب یا
 کیا۔

اپنے قبیل زمانہ حکومت میں جس بیاقت و وحدگی سے اس کی حکومت
 کی اسکے ثبوت میں بہو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکے زمانہ کا امن
 اور باہمی خانہ جنگیوں کا واقع نہ ہونا ہی ہماری دعوت کی ایک زیروست
 دلیل ہے۔

سب سے بڑا واقعہ جو اس کے قبیل زمانہ حکومت میں واقع ہوا وہ وہابیہ
 کا واپس لینا ہے۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ لوی گرفتار ہو کر القاہرہ
 لایا گیا۔ ابھی اسکی نسبت کسی قسم کا فیصلہ نہیں کیا گیا تھا کہ تو زان شاہ
 مار ڈالا گیا۔ شجرۃ الدر کو سب سے پہلے اسی اہم معاملے کا تصفیہ کرنا تھا۔
 شجرۃ الدر نے اپنی دانائی سے ذیل کی شہر الٹا کر کے صلح کر لی۔

(۱) وہ سیاط واپس دیا جائیگا۔

(۲) وہ مسلمان جو وہ سیاط میں گرفتار کر لیے گئے تھے۔ ہا کر دیے جائیں گے۔

(۳) آٹھ لاکھ دینار مسلمانوں کو اس غارت کے معاوضے میں جو وہ سیاط
 میں کی گئی تھی دیے جائیں گے۔

(۴) اور اس کے عوض میں لوی اور دوسرے مقتیدین کو رہا کرنا ہوگا

چنانچہ لوی سے دیگر پیرین کے آزاد کر دیا گیا۔ اور عینا بیرون سے رقم سہوہ
 ادا کر دی۔ اور وہ بیٹا چھوڑ دیا۔ لوی جب فرانسس گیا تو اس نے پھر لڑائی
 کی تیاری کی۔ بسلا نون کو اس پر سخت افسوس ہوا۔ ابن مطروح نے جو ایک
 نازور شاعر تھا ایک قصیدہ لکھا۔ اور وہ ایک قاصد کے ذریعے سے لوی
 کے پاس بھیج دیا گیا۔ قاصد نے جب لوی کے دربار و کھڑے ہو کر قصیدہ کو
 سنانا شروع کیا۔ تو لوی بھی مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا۔ اور لڑائی
 کا قصد ترک کر دیا قصیدہ مذکور کے چند شعر یہ ہیں۔

اشعرا

قل للفرانسس اخرا حبیبۃ | مقال صدق عن قتل الصید
 ای قاصد توجیب فرانسس لوی کے پاس جاسے تو ایک سچی بات ایک ماصم
 قائل کیطرف سے او سکھ گھدینا۔

وکل اصحابیات اور ولسہم | بحسن تدبیرک بطن القبر
 تو نے اپنے تمام ساتھیوں کو اپنی غرض تیری سے قبر کے بطن میں ادا کر دیا۔
 خسون القلابیری منہم | غیر قتل او اسیر جسد یح
 جسکی تعداد پچاس نہ رہی۔ جن میں سے اب بجز مجروح قیدی یا مقتول کے
 اور کوئی نہیں دیکھا جاتا۔

{ وقل لهم ان اضمروا عودہ | لاخذ قار او بفعل قبیر }
 { دار ابن لقمان علی حالہا | والقتد باقی والطواشی حبیر }

اگر اون کے دل میں بدل لینے یا اور کسی بڑے کام کی وجہ سے دوبارہ آجکا قصد ہو تو
 ای قاصد اوسے کہدو کہ ابن لقمان (یہ شخص لوی کا قید کرنا نہیں سفاقت تھا) کا گھر
 علی حالہ۔ اور قید صبح طواشی (سیا و سن کا نام جو جیس لوی قید کر گیا تھا) بھی باقی ہے

جس خوبی سے شجرۃ الدرد نے اسکا فیصلہ کیا نہ اوس سے اوسکی داناہی ظاہر ہو رہی ہے۔ اوسنے نہ صرف دیباط اور مفید مسلمانوں ہی کو واپس لایا بلکہ ان پریش قیمت جانوں کو بھی بے فائدہ و ضائع ہونے سے بچالیا۔ جو اوسکے مستم کرنے میں آئیں۔ اور یہی نہیں بلکہ اوس نقصان کا جو دیباط کے لوٹے جانے اور لڑائی کی وجہ سے ہوا تھا ایک حد تک معاف بھی ہو گیا۔ اگر عیسائی محسن شناس ہیں۔ اور اوس میں ذرا بھی انصاف کا مادہ موجود ہے تو وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نیک طراح عورت نے اوس ظلم کو دیکھ کر ہونے جو عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا کتنے درجہ کم کیا۔

چند روز کے بعد شجرۃ الدرد نے عز الدین ایکات سے نکاح کر لیا۔ اور ہم اس بات پر اوسکی نسبت کوئی الزام نہیں لگا سکتے۔ چونکہ عورت کا حاکم بننا ایک نئی بات تھی اور آنکھ کھول کر لوگوں نے کسی عورت کو فرمانروا نہیں دیکھا تھا اس لیے عموماً شجرۃ الدرد کی نسبت وولس نہ آسکے۔ کل اہل شام اس کے برخلاف تھے۔ اور انھوں نے ایو یہ غلند ان کے ایک شہر اوسے الملک الناصر سے جو طلب کا والی تھا۔ خلیفہ ہونے کی درخواست کی۔ اسی خبر سے القادر میں پریشانی پھیل چکی تھی۔ اس پر طرۃ یہ ہوا کہ مستعصم باللہ (آخر خلیفہ عباسیہ) نے بھی ملوگوں کو لکھ بھیجا۔ کہ وہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک عورت خلیفہ بنائی گئی ہے۔ کیا تمھارے پاس کوئی مرد اس قابل نہیں ہے کہ وہ الی ہو سکے اگر ہے تو بھر کیوں نہیں وہ والی بنایا جاتا۔ اگر نہیں ہے تو تمہاں سے بھیجا جاسکتا ہے، خلیفہ کا خط چھو نچا ہی تھا کہ اس نے میں خبر آئی کہ الملک الناصر نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ ایسے وقت میں شجرۃ الدرد نے حکمران رہنا بالکل مصلحت وقت کے خلاف سمجھا۔

جس کے باہمی مخالفت کو ترقی ہو۔ اور ہزاروں جانبیں ناحق ضائع ہوں۔
 لاکھوں اوس نے یہ سوچ کر اپنے آپ کو حکومت سے معزول کر دیا۔ اور ہزاروں
 ایک (اسے شوہر کی جیسا کہ اب سبہوں نے اپنا والی مقرر کرنا چاہا تھا۔
 اطاعت پسند کی۔ اور یوں تین مہینے کے قریب سلطنت بعد اس نامور
 عورت کی سلطنت کے جس سے امید ہوتی تھی کہ نئی نئی اصلاحیں ہوں گی۔ اور
 ملک ان خرابیوں سے جس میں وہ مبتلا تھا پاک ہو جائیگا۔ ختم ہو گئی۔ اور اس کے بعد
 ستر سے اوس نامور خاندان کی حکومت اٹھ گئی جس نے قریب ستر برس کر
 حکومت کی تھی۔ اور جنگی شوکت کا ڈنکا ایشیا اور یورپ میں بجا کرتا تھا۔
 اب ستر الدین بالاستقلال حاکم بن گیا۔ ہزاروں کے حالات سے بحث
 کرنی مقصود نہیں ہے۔ صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ اس کے بعد سات
 برس تک ستر الدین خلیفہ رہا۔ اور شجرۃ الدرداؤسکی بیٹی ہی شیرازی جیسی
 الملک الصالح کی تھی۔

اب ہمیں اول دردماک اور غم خیز واقعے کی تشبیح کر دینا چاہیے۔ جس سے
 ستر اور شجرۃ الدردا ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے جدا ہو گئے۔ اور جس سے شجرۃ الدردا
 کی لائف رنجت و جہد لگتا ہے۔ (گو اوس میں کیتھریجوری ہی کیوں ہو) سات
 برس گزر گئے اور ان دونوں میں کوئی نا اتفاقی پیدا نہ ہوئی۔

سترہ ہجری میں ستر نے کسی وجہ سے واپسی موصول کی مٹی سے شادی
 کرنی چاہی۔ شجرۃ الدردا کو (شاید اس وجہ سے کہ ستر نے اسکی حین حیات میں
 دوسری بی بی سے شادی کر لیا تھا) اقرار کیا تھا یا اس رشک و حسد سے جو
 ایسی حالتوں میں ہوتا ہے بہر حال کسی وجہ سے) یہ امر ناگوار گذرا۔ اور جب
 اوسکو کسی طور سے اس امر کی امید نہ ہو سکی کہ ستر اس راہ سے باز نہ سیکھتا تو اس

آخر کار الکی پر لک کر کے خود مسز کو ہی دیا جسے حضرت کو دینا چاہا جس سے
 پھر والی موصی کی بیٹی کے بھگڑے کا بھی بالکل فیصلہ ہو جائے۔ اور اس ضمن
 سے اس نے محسن جوہری نامی ملہ انٹی کے سادھن کی۔ اور اس نے چند
 آدمیوں کو ساتھ لیکر مسز کو حمام میں مار ڈالا۔ اس موصی خبر کا پھیلنا تھا کہ مسز
 کے ملو کوں نے چاہا کہ بانی قتل کو بھی وہی نرہ چکھا دیں جو اس نے مسز کو چکھایا
 تھا۔ مگر ملو کوں سے قبل مسز کی ایک اور سہیلی تھی جس سے مسز کا ایک
 لڑکا بھی پیدا ہوا تھا۔ اس نے اسکام کو پورا کرنا چاہا۔ اور اس لڑکے کو
 وہ اپنی لونڈیوں کے ساتھ شجرۃ الدز کے پاس لگی۔ اور دم کے دم میں اور اسکی
 بیوی وہی حالت کر دی۔ جو ابھی ابھی تھوڑی دیر پہلی چند ملا سوں نے مسز کی
 کی تھی۔ اور یوں ایک دم میں دو ایسے شخصوں کی جان لولی گئی۔ جن میں سے
 ایک انتہا درجے کا بہادر تھا۔ اور دوسری وہ عورت تھی جس نے سلطنت
 مصر کو نازک وقت میں آفتوں سے بچایا تھا۔ اور اپنی اسلئے درجے کی
 پیدا رفتاری سے سلطنت مصر کی بہبودی اور فلاح میں ایک بہت بڑا پارٹ
 لیا تھا۔ اور جسکی لائف اون لوگوں کے خیالات کی جو نوع اناث کو حیوان مطلق
 سے بھی کس قدر کم سمجھتے ہیں۔ اور نیز عیسائی مورخین کے اس دعویٰ کی کہ
 اسلام نے عورتوں کو محبوس کر کے اون کے قواعد و معانی اور جسمانی کا
 استیصال کر دیا ہے۔ ایکنا زبردست تردید کرنوالی ہے اور جسکی آنکھیں
 بند ہوتے ہی اس نامور سلطنت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ جو ایو بیہ کے نام سے
 دنیا میں مشہور ہے۔ اور اسی پر اس مختصر لائف کا بھی خاتمہ ہے۔
 شاہجہاں سلیم۔ نواب شاہجہاں سلیم صاحبہ دامت شہادت کے
 والد بزرگوار کا ام گرامی نواب جہانگیر خاں بہادر شہید جنگ تھا

والدہ مرحومہ کا نام مسکنہ رکھنا۔ بیگم صاحبہ کا مولدہ جو بالی ہو سکتا ہے جی میں
 پیدا ہوئی تھیں۔ ہمارے محرم شہزادہ جی میں جبکہ ۹ برس کی عمر تھی۔ گورنمنٹ
 عالیہ کے حکم سے اپنے باپ کی جگہ تخت سلطنت پر رونق الہیہ وز ہوئیں۔
 اپنی ماور بہ بالی کے ساتھ عافیت میں پرورش پائی اور تمام علوم و
 فنون فارسی کو نہایت خوشی اسلوبی سے حاصل کیا۔ یہاں تک کہ لکھنا
 پڑھنا خط و کتابت سلیقہ سیاست مدن اور ملک کے نظم و نسق
 کے طریقے تمام و کمال اکتساب کیے۔ نہم شوال ۱۲۸۵ ہجری میں
 جبکہ بائیس سال کی عمر تھی تمام ریاست کے کاروبار کو
 اپنی والدہ منظر کے سپرد کر دیا لیکن غرض شہزادہ جی میں تمام
 ارکان ریاست کی طرف سے زبیر اور ملک ہوئیں۔ لاہور میں گورنر
 کے زمانے میں گورنمنٹ عالیہ کی استر ضار اور اطلاع سے شہزادہ
 ہجری میں نواب صدیق حسن خاں صاحب کے ساتھ نکاح نکالی ہوا۔
 ایک عرصہ کے تقیہ سے اس نکاح کی تاریخ اس بجے سے ظاہر ہوتی
 ہے۔ روق اخروی تجبو نہکا۔ ۱۲۸۵ ہجری میں رمضان المبارک کے
 مہینے میں ہر زمانہ لاہور تھوڑے بروک گورنر ہندوستان گرنڈ کمشنر
 اسٹار اوف انڈیا کا خطاب دی میں گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے عنایت
 ہوا جس پر ملک منظر و کٹوریا کی مہر اور وزیر اعظم انگلستان کے دستخط تھے۔
 ۱۲۸۵ ہجری میں جبکہ شہزادہ پرش اوف دیلر نکلتے ہیں شہزادہ
 لائے تھے اور سوقت بیگم صاحبہ موجودہ ہی مع نواب صدیق حسن خاں
 صاحب بہادر کے کلکتہ تشریف لگے تھیں۔ شہزادہ پرش اوف دیلر
 نے ایک تھوڑے عرصہ اور بہت سے ولایتی تختے عنایت کے بعد الہ تبارک و تعالیٰ

شاہجہاں بیگم صاحبہ تحت سلطنت برہمنوہ افروز میں اور نہایت خوبی سے
 اپنی رعایت پرورش میں مصروف ہیں۔ اسوقت تکلیف بخش بھوپال کے
 مالی اور ملکی انتظام کو خوب جاننا ہے کہ کس خوبی اور عمدہ تدابیر سے لوہے
 شاہجہاں بیگم صاحبہ راستہ کتبہ سرانجام دے رہی ہیں۔ دین اسلام کی تعلیم
 میں جو جو کام ملکہ شاہجہاں نے کیے حقیقت میں وہ لائق تعریف ہیں۔ سینکڑوں
 قصیدے اسکی شان اور توصیف میں اہل فادرس اہل عرب اہل ہند
 نے لکھے ہیں۔ ملکہ شاہجہاں جو نیک تعلیم یافتہ اور صاحب فراست ہیں اسوجہ
 سے اہل ہنر کی قدر افزائی کرتی ہیں اور اپنے جود و کرم سے بہت مہربانی کرتی
 ہیں۔ جناب برہمنوہ کی طبع وقاد اور ذہن خدا والا ہے جو کچھ بکھول دے وہ بہت ہے۔

رباعیات

در یافت عطای کبریا بی مارا	و حضرت دوست جہہ سالی ملدا
چوں عاجزی از یاد شاہان قبول شد	مازم کہ شد بیاد شاہی مارا
دیگر	
ای شاہ جہاں در از شد عمر گناہ	شد نامہ اعمال تو چون قیر سیاہ
نوسید بشو کہ داد گشت حسیم	کہ گہنت شود بوزن پر کاہ
دیگر	
این عمر در از صرف عیسیاں بودہ	بچار تر از چشم گریاں بودہ
با این ہمد احوال بخشش خواہی	کز نیست عمل سیاہ لشیماں بودہ
دیگر	
گو بہر گناہ وقف فرصت باشم	در طاعت حق کینہ مت باشم
نوسید نیم کہ ناامیدی کفر ست	ہر لحظہ امید از رحمت باشم

سبائی	
<p>من مرد و خوشتر نیست مہار کز کز او کز تو برین پیش بود مشاہد جہانرا</p>	<p>اقتاد بگویم گذر آن سدا و دوا ترا اسے چرخ چہ کردی بسلیمان و سکندر</p>
عسلی	
<p>چشم بود در ہر نظر مجہ تماشا ہے وگر از پر تو ہر بخش دار و تجلا ہے وگر نام خدا آن دل را با دار و سر اما ہے وگر بہر نماز عاشقان باشد مصلی ہے وگر ای شکتی این لای ہو دارم مہدی وگر سج پر دم جای وگر دل سپرد جای وگر من نیز تم را ای وگر او نیز ندر ای وگر چرخ و تو ہو مرا و دل تماشا ہے وگر گل بر سر آن لاد و دار و تماشا ہے وگر بس مہرا ز و یا برین دارم نہ پروای وگر چرخا و دار و درخشاں دارم نہ سودای وگر</p>	<p>ہر دم ز حسن یا برین ریز و تجلا ہے وگر ہر دم ز خاک و ریش خورشید تابان برش خوبان دنیا کو ہمہ بخشد از ستر تہا ہے از پوریانی خواہد ان بوی ریائید بجا ہے بار مکن قول عدا و سنا کی ہوشیار ہے سج پر دم سو کی مردم دل بیکشد سو کی شمر جانم نہ تنگ آمد از و یا بر چہاں تنم بود ای عشق ہے پروا بیا تا دارم از ماسوا از شرم رنگ لال او دیگر بود احوال او ای سونن منجھار من غلو ہے آزار من مشاہد جہانم بیجاں ہم تا جود در ہندیاں</p>
حرف الضاد	
<p>ضمیمہ :- جزئیہ بن ثابت انصاری ذوالشہادتین کی لڑکی تھی۔ اور ام حلیۃ الانصار کی خواہر تھی۔ فن شاعری میں پورا ملک حاصل تھا۔ اسے باب مرحوم کے مرتبے میں جو اشعار اسنے کہے ہیں وہ بہت ناظرین کے ہائے ہیں۔</p>	

اشعار	
<p>عین جو دی علی خرمیبا لہم قتلوا ذالشفادستین غنقا قتلوا فی فلیثہ غیر غولہ نصروا احدا لموفق ذالعدا لعن اللہ معشر قتلوا</p>	<p>قتیل الاخراب یوما لفرات ادرك الله منهم بالتراب یسرھون الکراب للذعوات ود انوار الذحق الملمات ورما هم بالخری والافات</p>
حرف الطاء	
<p>طاہرہ بیگم الملقبہ بہ فخر النساء۔ یہ تعلیم یافتہ عورت لکھنؤ کی شریف زادہ میں سے زندہ موجود ہے۔ اسکی سوانح عمری ایک عجیب عبرت انگیز واقعہ ہے۔ زمانہ طفولیت میں جبکہ یہ دو تین برس کی تھی ایسے سخت مصائب میں مبتلا رہی کہ اس زمانے کے واقعات دیکھ کر بے اختیار دل بھر آنا پڑا اور آنسو غل ٹپٹے میں۔ منشی نو لکھنؤ نے اسکی زندگی کے واقعات کو جسکو طاہرہ نے خود اپنے قلم سے ضبط کیا ہے طبع کی ہے۔ فی الحقیقت اسکی سوانح جسکا نام افسانہ ناورد جہاں ہے متاثر الفاظ میں لکھی گئی ہے۔ ہم اپنے ایک شفیق دوست کی ارشاد کے بموجب اسکی سوانح عمری سے چند سطر میں اس جگہ سے نقل کرتے ہیں جس جگہ سے کہ اوٹش اپنی بیوی کو بخیر مخاطب کیا ہے وہ لکھتی ہے۔ وہ اسے میری پیاری مہوطن بیوی (عزیزہ طاہرہ) نیک زنان کا دلچسپ قصہ جو تمہارے سامنے ہدیے کے طور پر پیش کیا ہے اس سے تمہارا مطلب نہیں ہے کہ میں اسی اور ویسی تالیف کے قابل اور تعریف کے لائق ہوں یا تمہاری نصیحت اور اپنی فضیلت سن کر۔ یا پیرسغاں بکر سمجھا نیکو بیٹی</p>	

بلکہ میری خاص غرض یہ ہے کہ میری خواہندہ مالک سے جیسا مجھ سے فرماؤ اور کسیر نوازی فرمائی ہے وہ تیسرا یہ
 ظاہر ہو تا کہ یہ بھی ایک قسم کا شکر ہے میری نام نہ اعمال میں لکھا جاتی۔ اور خداوند عالم کے برائی میں میرا
 مرتبہ اور بڑھائی۔ یہ میری ساری عمر کی اپنی قیمتی کہانی ہے جو ان خسار و محبت کے ساتھ ساتھ کچھ بھلائی سے سرچھائی
 نہیں فرمائی رہی ہوں۔ مانو تو دیتا نہیں تیر۔ چاہو اسکا چربہ دل پر اوتارو۔ چاہو میری مندر پر بیٹک
 لگو کہ میری بھلائی کا یہ تو مجھے سوال لیا تھا میری دل شناسی کو نہ کہ کوئی بیہوشی یا پری۔ تجھیں ملاؤ جسے خالق کو اپنے
 تئیں نصیب میں ملائی۔ تمہاری کل خداحی کیلئے اپنا کلا بھنسانی ہوں۔ نہیں ٹنڈا کہنے کیلئے اپنا دل
 جلاتی ہوں جب کالیپا دو ہوتا۔ اب کالیپا دیکھو آ۔ گو میں ٹوٹی ہوئی لکھی پڑی تھی لیکن یہ تصنیف
 کے فضل اور تشریف کرا لائق ہے کہ ہوں یہ بوجہ مجھے نا اہل نہ کہتا۔ خدا اہل کار میری دوستی اور مرزا محمد
 عباس صہبن صاحب ہوش کے جنوں نے تمہاری درد سے میری دل کو دکھایا اور نہ کچھ لکھ لایا۔ انہیں کے تصدیق
 سے مجھ پر غرت آئی اور انہیں کی بددلتی نے یہ دولت پائی۔ انصاف اور قدر سے دیکھو اور پرکھو گی تو ان د
 رسا نو نکود و خزانے پاؤ گی۔ جگہ گرس پڑی خواہر (بہولی بسری باتیں) دلیں وہ جیسے مالامال ہو
 جاؤ گی۔ تمہاری محبت کی دھن میں شتم و پشتم نے یہ دونوں صحت کو لکھ ڈالے۔ لیکن دیباچہ پر ہونچا لنگ
 گئی۔ منزل کے قریب تھک گئی۔ جو لکھا تھا ترشہ یا۔ جوڑ گا کٹھ کر مت کیا۔ جوئی کا مضمون
 جوڑے کے سول خیر (دیباچے) کو جو دیتی ہوں بالکل کھینچیں اولٹ پٹ کر کئی فحش لکھا مگر سب نہ آیا
 اور چنانچہ کر سکی ہزار روز لگایا آخر کو چپ نری اوستا دی یہ دلی بات کہی۔ کہ لیجو کتاب تو تنگبی مگر
 سر نہیں۔ سراغ نہیں ہے نہ نہیں۔ درست کر دیجی۔ تصویر میں رنگ بھر دیجی۔ اونہوں نے طلب و مار
 قلم اوٹھا کر کچھ کاٹا کچھ بنایا کچھ لکھا کچھ لکھا۔ مبتدا کو خیر کیا۔ اوہ سر اور وہ کچھ کیا۔ آخر کی بھرتی نکلا
 فقر و غنیمت جان آئی۔ طول کو کم کیا۔ فضول کو قلم کیا۔ کانٹے پھینک دیے۔ بول چٹن لئی۔ جو کاٹا و
 جوڑ کے ہاتھ کی طرح کٹنے ہی کے قابل تھا تو بنایا وہ نور و ضیاء میں تصویر کا مل تھا۔ رنگ بھر کر روڑ کیا
 طبیعت سے باغ لگایا۔ خطاطی کی جگہ صواب اور چرغ کے مقام پر آفتاب۔ وہ زبانی بات
 چیت تھی۔ یہ مردانی بول چال ہے۔ وہ جادو تھا۔ یہ سحر حلال ہے۔ پہلے اوجھی ہوئی عبارت

ہوتی۔ اب سب بھی ہوئی فصاحت۔ میو بگاڑا۔ اونہوں نے بنایا۔ ساری تہی کو سہلایا۔ نہ وہ ہنس
 دیا ہے میں محنت فرماتے میرا بڑا کام بنائی۔ نہ میری محنت ٹھکانی لگتی نہ دلی کھلی تھی۔ نہ وہ اپنا
 عزیز وقت میرے کہنے سے دیتے نہ چار غیر وہیں مجھ کو تھی۔ نہ تم کو ہاتھ ملائی کی نوبت آتی نہ دینے کے
 قابل یہ چیز ہوتی نہ دی تھی۔ سارے منصوبے زیر سے کی طرح نچوڑ میں رہا۔ کسی کام نہ آتے۔ ایک
 دن ایسا ہوتا کہ میرے ساتھ اونکا بھی خاتمہ ہو جاتا۔ مجھ اپنے اور مجاہد جہان کج خدا سوا سید ہو کہ
 وہ اپنی فضل کرم سے اسکو مقبولیت اور تاثیر کے دوسرے دوسری خلعت عطا فرمایا لگا اور حق
 دہو نہ بنے والو کو نفع پہنچا لگا۔ اگر کوئی بات اچھی معلوم ہو وہاں خیر یا اور کرنا۔ کتنا بہت
 بڑی ہی بھولی بھولی ہوں تو معاف کر دینا۔ میو تم صاف خونگی دل لکھو اور جی نہ گھبرا ئیے خیال سے
 اس کتاب کے دو حصے کر دو پہلے کا نام تو تم تیں کر دو دوسرے کا لقب صحیفہ نادرہ ہے۔ پہلے حصے
 میں میری ابتدائی غراور کنوار پتی کی باتیں ہیں۔ جو اول سے آخر تک طرح طرح کی خوبیوں اور
 نیکوئی سے بھری ہوئی ہیں کسی حصے میں میں تمہیں مخاطب بنایا اور نہ خطاب کر کر سمجھایا۔ کہ بہن
 خردوار تم وہ کام کرنا اور میری بہن میں قربان یہ بات ضرور کرنا۔ ہاں راہیں۔ نیکی۔ جی۔
 ثواب۔ عذاب۔ خیر۔ شر۔ اونچ۔ نیچ۔ کی بھولی دکھلائی ہیں۔ نہ تو میرا منہ نصیحت کر سکے
 قابل تھا اور نہ کوئی نصیحت کا نام سے سنتا۔ جیسے کتاب کا نام دیکھ کر آتا وہ نصیحت سے گھر گھاتا
 سید دل کی کیا وہ خدا کی نیکی ہی ایسی ہی ہوتی نصیحت کے فرق کو گڑواکس بدنام نہ بتائیں ساری
 کتاب پڑھ جائیں۔ میرا مقصد اصلی جو تھا کہ سب پڑھیں اور ہمیں سنیں وہ فوت ہو جاتا۔ اسلئے میں نے
 باغ میں کر دو پھل کا دخت نہیں لگایا۔ فرق دار شو کوٹے کے قابل نہیں بنایا۔ دوسرے جس طرح حال کر
 وہ خود اس قابل بنی جو کوئی نصیحت کا نام لے اور فروری کو زمانہ میں اپنے سر اتنا بہاری کام لے
 دوسرے حصے میں پیہا جانے اور تجربہ حاصل کر چلنے کے بعد البتہ میں نصیحت کر سکتی تھی لیکن ہاں
 بھی مصلحت مینے وہ رویہ اختیار نہیں کیا فقط نام بد لیا بہادر نصیحت جس سے انتہا کا جھٹکا پا
 پایا جاتا ہے۔ اور دوسرا صحیفہ ہی جو اپنا بڑا پاؤں کہلاتا ہے۔ اس حصے میں پھول کہنے کے

روز سے پہلے پانچ دن اور پھر اولاد کو پروان چڑھانے تک کا رقی رقی ریزہ ریزہ حال لکھا ہے
اسکی بھی لڑکی سی حالت تھی۔ اور قفسے کی روپی میں نصیحت۔ سسرال جانیکا زمانہ۔ اوسہیں شکو کا پیش
آتا۔ طرطر ٹکٹو ٹکا سا سنا۔ ایک ایک کارو کتا تہا سنا کی کی بُرائی نہ لینا۔ دل پر آج نہ آئے
دینا۔ جی نہ جلانا۔ غصہ نہ کہنا۔ عقل سے کام نہ لانا۔ مصیبت کے پہاڑ ٹالنا۔ ایک غوی کو ساتھ لکھا ہے
جو سچ ہو نیکی علاوہ مختار اور باغیر ہی۔ خدا سیری اس تالیف کو تصنیف کا مرتبہ دی۔ اور تم سب کا
دستور العمل کر دی۔ آسیری منہ بولی بہنو لویہ نہا جوڑا پہنو۔ تہا کپڑے پڑاؤ اور سیل سی نہیں ہو گوی بلکہ
وان ویتے پڑنے سے کچھ نہیں بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اونہیں گیس لپکے اور تڑو۔ اور یہ پاک صاف
اچلی بوشاک بدلو۔ اب میں نہیں خدا کو سونپتی ہوں اور یہ دعا دیتی ہوں کہ انجام بخیر ہو۔ نہ
کسی سے دشمنی ہو نہ بیز۔ زندگی انی جی سو گزارو۔ دولت پر لات مارو۔ لکھنے لکھو۔ رحمت
سے سفر کرو۔ پہلو پہلو عیش اوٹھاؤ۔ عجبے میں جنت پاؤ۔ سر پر سخت گہڑی نہ آئے۔ افتاد منہ
نہ دکھائے۔ وہم سے میل جول نہ ہو۔ زبان پر بڑا بول نہ ہو۔ شان میں جھٹے نہ پڑیں۔ زبان
سے چول نہ چڑھیں۔ آبرو کے ساتھ بات رہے۔ پالا تہا رے ہاتھ رہے۔ شوہر کی اعلا
سے کام ہو۔ مرتے دم زبان پر خدا کا نام ہو۔ ایمان کی دولت ساتھ لیاؤ۔ اپنی جگہ
نیکی کو دیاؤ۔ اللہ بس باقی ہو بس۔ لوحِ صحت کی آخری بندگی لو اور سر سے میری کہانی

رباعی

لو کہتی ہو طاہرہ کہ سانی اپنی	و کہلاتی ہے آشفقہ بیانی ہی
وہ ہو کہ نہ ہوتے ملے یا نہ ملے	چہوڑے جاتی ہے یہ نشانی ہی

اسکے بعد اوسنے اپنی پوری سوانح عمری لکھی ہے۔ اگر ہم مختصر کر کے تاریخ
کے سامنے پیش کریں تو بھی چار چہ جزو سے کم میں نہیں آسکتی۔ اسوا سب سے
صرف یہاں پر اسکی ایک نظم مناجات جو نہایت پڑا ہے یہاں ناظرین کے اسکا
حال ختم کرتے ہیں۔ شائقینِ مہلج سے طلب کر کے پوری سوانح عمری دیکھ لیں۔

مناجات

ہمیں نیک توفیق دے اور ہم کو کریم
 بنا ہم غریبوں کا اسخام کار
 تری دی ہوئی عقل کو کام لیں
 کریں بولنا مصیبت پر خوش خشن لیں
 تری دی ہوئی آبرو کہو نہ دیں
 شجر غم کے ہنس ہنس کے کاٹا کریں
 بڑی سمجھیں حرص و ہوا ہوس
 نہ دل میں بدی ہو نہ کینہ نہ بیر
 تصور پر سے دل میں آئے نہ پائیں
 نہ ہو دہم و دوسو اس سے ہلکے کام
 طبیعت کا نقشہ بدلے نہ دیں
 نہ شیطان کو ہم دلہ دیں نہ ترس
 صفایوں رکھیں شیشہ دل کو ہم
 کہ درت سے آئے نہ اسپر غبار
 کریں کبر و نخوت نہ ہم بھول کر
 نہ چوری چھپے لینے کی ہوئی خو
 کوئی حرف شکوہ نہ باں پر نہ آئے
 سدا بد کہیں بد زبان کو ہم
 نہ باں کے لڑا آنے کی عادت نہ ہو
 جہاں کی بلاؤں پہ صابر رہیں

کہ ہے تو مسیح و بصیر و رحیم
 کہ ہے سب طرح کا بھو اختیار
 نہ سر پر طاقت سی الزام لیں
 کہ اپنی نگو شادی ہو دیکھیں اگر
 گنو اگر یہ ہوتی سی شکر و نہ دیں
 عسکری تلخامی کا چاٹا کریں
 جو لہجائی او سپر قناعت ہو بس
 یہ گھر صاف ہو ہو کر دکھائی سیر
 خیال اپنی وسعت دکھانے پائیں
 پھر سے سر نہ لیں مول سودا کا کام
 ذرا نفس کا زور جلنے نہ دیں
 نہ او لچھیں سے گھر کو بنائیں نفس
 کہ ساغر بہ ہو غیرت جام جم
 کہ بھر جائے یہ جام عجوبہ کار
 نہ مٹھیں کسی پنج میں بھولی کر
 نہ چھوٹے ٹپوٹے میوں ہم دوہر
 کوئی لفظ بیجا زبان پر نہ آئے
 سب بھلیں بڑا نمن تر اچھی کو ہم
 کبھی حد سے بڑھنے کی جرأت نہ ہو
 فلک کی جھلوتہ نہ شا کر رہیں

بلا سمجھیں اہل و لا کے لیے
 بڑی بات کرنے سے نفرت ہے
 نہ غصے میں ہو تلخ گوئی شمار
 تری یاد سے ہم نہ فافل ہیں
 کبھی روئیں ہم تو ترے ڈر سے روئیں
 جلانے اگر آتشِ برنج و نم
 کس طرح کا ہو جھلا یا اگر
 جو ہو مرگِ اولاد سے دلخیز
 نہ ہو لیں تجھے بال بچہ نہیں ہم
 نہ چوڑیں کبھی تیرا روزہ نماز
 نہیں فکرِ اولاد میں غم کو طول
 نہ پیسے کے ہونیکے پیٹ میں
 سوال و طلب اپنا شیوہ نہو
 سمجھیں تجھ کو خاصاً رزقِ جب
 نہ ترے تو ہکو ذلت کے دی
 کریں ترکِ باطل سے حق کی کام
 حیا آنکھ میں سرے کی جا رہے
 وہ روزِ جزا کا ہو کھٹکا لگا
 کسی سے بُرائی کی عادت نہو
 گنہ کوئی چھوٹا بھی نہ ہو
 نہ طوفاں جوڑیں نہ غیبت کریں

جفا جانیں اہل و فاکے لیے
 زباں میں ہمیشہ عداوت ہے
 رہے نرمی و اشتی پر مدار
 عبادت پہ ہر وقت مائل ہیں
 ہنسیں گے تو آپے سے باہر نہیں
 کریں یا دنا رہیں ہم کو ہم
 تو ہونے نہ عقل دل پر اثر
 تو سمجھیں جلاترے گہر میں چراغ
 ہوں مشہور کہنے کے سچ نہیں ہم
 رکھیں گرمی حشرِ سول گدا
 سجا میں تجھے اونکی ماتم میں بھول
 نہ بیکار کی فکر میں تن گہلا میں
 خداست سجا ہو ملے سیوہ نہو
 تو کیوں ہم کسی کی کہ طلب
 چنے دے مگر ساتھ عزت کی دی
 عطا کر تمیزِ حلال و حرام
 نظر میں گنہ کا نتیجہ رہے
 کریں آئے دن جس سے بہت
 ہر اک نیک خواہو بُری لت نہو
 بلا ہم نہوں گو بلا رو نہو
 نہ ہم مفتری ہوں نہ تہمت کریں

ہر اک طرح کے پیچھے آگے رہیں
 ملیں جس سے کہنے میں دل ہو ملیں
 بہو بیٹیوں میں وہ روشن ہونا
 کچھ اس طرح حق بات کہ جائیں
 ہمارے کہے کے اثر کم نہوں
 نہوں ہم ہمارے طریقے رہیں
 اطاعت کے انداز سکھلا جائیں
 کہیں اُن نہاں باپ کے جبر پر
 دل وجاہ سے حق اونکا جاننا کریں
 نہ شک لائیں احکام قرآن میں
 بدامی کے جب دوسرے گھر میں تہا
 کریں شوہر و نکاح نہ ہم حق نہایت
 نہ بے پوچھے اونکے قدم اک اونکا
 بچائے رہیں اونکی عزت کو ہم
 مذہب ہاتھ سے اپنی عزت کبھی
 نہ ناحرموں پر کریں اک نگاہ
 سدا نقد عصمت بچائے رہیں
 چلیں اونکی مرضی پسند و نہار
 کریں اونکو یوں اپنا مختار ہم
 ہونے لے ہماری وہ باتیں پسند
 بگڑ کر زبان کو گیر لے نہ دیں

بدی رونے سے دور بھاگے رہیں
 چنینیں غیر باتوں میں ہر گل کہیں
 کہ شرمائے گرد و نپہ ماہ تسم
 کہ مکر بھی دنیا میں رہ جائیں ہم
 یہ باتیں جہاں نہیں رہیں ہم نہوں
 نسب اس طرز کا کھو مو جائیں
 ہم اس طرح گھر کر کے دکھلا کے جائیں
 صلہ نیک لیں تجربہ سے اس صبر
 ترے بعد بس اونکو مانا کریں
 نہ فرق آئے ہم سب کے ایمان میں
 سلیقے سے تو گہر دلوں میں تہا
 اطاعت سے ہوا ونکی اپنا شرف
 نہ بے حکم ماں باپ کے گھر میں جائیں
 ٹٹائیں نہ اون سبکی دولت کو ہم
 ڈھٹائی سے بد لیں نہ ہم سے کبھی
 نہ ہم دیں و دنیا میں جوں سوا
 کلیجے سے یہ شے لگائے رہیں
 نہ نکلے زبان سے نہیں، زینہار
 کہ مالک وہ ہوں اور مختار ہم
 کہ منہ دیکھتی ہی رہیں ساس تند
 الجھ کر گرہ دل میں پڑنے نہ دیں

نہ تروا منی سی ہوشم اپنی غم
 جو اولاد ہو صالح و نیک ہو
 نہ ہوں چھپکے بھی جرم پر ہم دلیر
 بجالائیں آنکھوں نے ہم اونکے کام
 مروت لکھ کی نگہبان ہو
 کریں اون سے جب بات ہنس کر کیا
 وفادار پونجی دکھائیں چلن
 نہ بگڑیں نہ روئیں نہ غصہ نہ کہائیں
 رہیں شوخے مگر ڈونہ بھی تریزبان
 ادب سے جھکائے نہیں اپنے سر
 خوشی سے کریں گھر کر سب کام کا
 اگر دل کجہ اپنی نزاکت دکھائیں
 ہر اک واں کی ایذا ہو رحت میں
 چنے اون کی خوشی خوش ہو کر کہائیں
 ہر اک راز شوہر پر وین اپنی جاں
 عزیز اون سے کپڑا نہ گھنا کریں
 جواب دہ او سکودین ہنس کر حسب الطلب
 نہ فرمائشوں کی مو عادت ہمیں
 نہ سیرت نہ صورت پہ ہو ہمو ناز
 وہ ہو اپنا رکھ پت رکھ اپنا پت پہ دہنا
 کسی رنج میں سنا ہو اگر

نہ سوکھے لہو خوف سی و مبدم
 نہ دو چار دوس پانچ ہوں ایک ہو
 رہیں فقر و فاقے میں نیت کو سیر
 نظر اون کے رخ پر رہے صبح و شام
 حجاب اپنی آنکھوں کا دربان ہو
 بگڑنیے خوش ہوں کچھ سی ڈیریں
 کریں شکریہ اون کا ستر و علن
 کبھی آنکھ پھیریں نہ تیوری چٹھیاں
 گزری گاڑھی کا وصف ہو بزبان
 بڑی اون کی حرمت ہو پیش نظر
 نہ جھٹکین نہ ٹپکیں نہ ہوں بد مزاج
 تو ہم صبر کی سل کا پتہ لگائیں
 نظر آئے عسرت بھی عسرت ہمیں
 غذا کی طرح ہاتھ نہ دھو کر کہائیں
 نہ نام اون کا کہیں ہوں بد گمان
 نہ شوہر کا صدمہ گو ارا کریں
 رہے آنکھ نہ بچی کریں بات جب
 رہے ضد سی او بہت سی نفرت ہمیں
 بہت دیکھیں بجالیں شیب و فرا
 نہ بگڑی کبھی خواب میں بھی زبان
 تو شوہر کے آگے نہ ہوں ہم نڈر

حرف العین

عائشہؓ آپ کی والدہ کا نام ام رومان تھا اور آپ کے پدربزرگوار حضرت ابی بکر خلیفہ اول جناب رسول خداؐ تھے آپ کا نکاح حضرت محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس وجہ سے آپ کو ام المؤمنین کہتے ہیں۔ محمد رسول اللہ کی سب سے زیادہ پیاری اور دوسری بیوی تھیں۔ حضرت عائشہؓ سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں۔ اس لئے محدثات میں آپ کا شمار کیا گیا ہے حضرت عائشہؓ نے رسول خدا کی تعریف میں جو اشعار لکھے ہیں ان میں سے دو شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

قلو سمعوا فی سمراتھا خذوا	لما بدوا فی سوہ یوسف من نقد
لواحی نزلھا لورا ین بجیتہ	لا تزلن بالقطع القلوب علی اکیدہ

منونہ کے طور پر حضرت عائشہؓ کے کچھ حالات مختصراً اور لکھے جاتے ہیں۔ نہ سالہ عمر میں اونکو علافہ شریفہ کے سولہ ہزار شعر محفوظ تھے اکثر صحابہ جو علم کی حیثیت سے مرجع کل تھے آپ کی جدید معلومات سے مستفید ہوا کرتے تھے قطناً حصہ حدیث و قرآن کا آپ کی روایت سے مروی ہے یا جن احادیث کی آپ نے توجیہ کی ہے او میں ایسی روشنی بخیر اور سنجیدگی ہے کہ اوسکو دیکھ کر حکمت طبعیتیں حیران ہیں۔ ان کے علمی درجہ کی شہادت اس سے ہی ملتی ہے کہ اکثر خاندانی بیبیاں ان سے استفادہ کر کے علمی دنیا میں قدم رکھا کرتی تھیں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے خذوا العلم ہذا لا الحجب لاء اس شعر رنگ غاتوں سے علم حاصل کرو اس حدیث میں نبوت کی زبان سے اونکو انسانی طبقہ کا علمی پہنچا بتایا ہے۔ ان کے اوصاف اور اقوال کے متعلق

بمطو تقریر ہے۔ لیکن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مقابل میں چند حدیثیں بیان کرتا ہوں جس سے دونوں کی وسعت نظر اور غور و فکر میں موازنہ ہو سکتا ہے۔

عبداللہ بن عمر نے فتوے دیا کہ عورتیں غسل میں اپنے بال کھولا کریں حضرت عائشہ نے سنکر فرمایا عبداللہ ابن عمر سے تعجب ہے وہ عورتوں کے لئے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں اون کے سر منڈوانے کا حکم کیوں نہیں دیتے میں نے رسول خدا کے ساتھ بارہ ایک طرف سے غسل کیا ہے میں صرف تین بار سر پر پانی بہا لیا کرتی تھی۔

بعض امور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عمل میں لائے تو بعض صحابہؓ کو ہشتابہ ہوتا تھا کہ یہ امر عبادۃ آپ نے کیا ہے۔ مثلاً حج سے فارغ ہو کر مقام ابلح میں آپ نے قیام فرمایا تھا حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر کا خیال تھا کہ یہ قیام بطریق عبادت تھا اسی لئے وہ قیام کو حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر کا خیال تھا کہ یہ قیام بطریق عبادت تھا اس لئے وہ قیام کو حج میں سنت قرار دیتے ہیں لیکن حضرت عائشہ کی رائے جو طبیعت کے اسکو تسلیم نہیں کیا اونہوں نے فرمایا کہ یہ قیام محض اتفاقی تھا سنت نہیں حج عائشہ ہشت طلحہ :- ان کے شوہر کا نام مصعب بن زمیر تھا۔ اپنے زمانے کے لوگوں سے علم میں فائق تھیں۔ اس کے علمی فتوحات کا دائرہ اس زمانے کے ہر علمی فاتح سے زیادہ وسیع تھا۔ ان کی قابلیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہشام بن عبدالملک خلیفہ نے دمشق سے حج کا قصد کیا اس کے ہمراہ کالمین کی ایک جماعت تھی جنہوں نے علمی مرحلوں میں تگا پو کرتے گئے اپنے آپ کو خلافت کے پایہ کی بلند سی قریب کر لیا تھا۔ خلیفہ نے عائشہ

کی قابلیت شکر حضور ہی میں بلایا اور ہر شخص کی معلومات سے ہر شبہ میں
آن کی معلومات کا سوا نہ کیا۔ فنا ناسا زھا الا و انجمتہ جو ان کے مقابلے
میں آتا گیا اور سکو وہ خاموش کر بی گئیں۔

عصمتی :- یہ خاتون ایک مشہور و معروف خاندان کی لڑکی تھی۔ اس کے
جمہر اس کے کمال اس کی بلاغت اس کی عصمت اور عفت پر ناز کرتے تھے۔ یہ
خاتون تعلیم یافتہ تھی اور موزون طبع ہی۔ اس کا پھر شعر مشہور ہے۔

از پاشکندگان طلب کبھی شکل بہت | آن کوئی کہ دست و دھکب دل بہت

حرف الفاء

فاطمہ خاتم :- یہ خاتون جو دست پاشا امیر مجلس الوکلا دولتہ علیہ عثمانیہ الیہ
اللہ بالاقبال کی صاحبزادی ہیں اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ۔ صاحب عصمت
وعفت ہیں۔ حال میں اس خاتون نے بطور ناول کے ایک کتاب جس کا نام
زنان اسلام ہے لکھی ہے عربی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو گیا ہے جو بیروت
میں چھاپا گیا ہے اس ناول میں وہ بحث دہج ہے جو یورپ کے ایک شریفینہ
عورت نے جب کا نام سیکرم ف ہے فاطمہ خاتم سے کی تھی۔ یورپ کی بیوی
نے زنان اسلام اور اسلام پر جو الزامات لگائے ہیں ان کو اس مسلم بیوی
نے نہایت لیاقت سے جواب دیکر اوسکے پوچھ اور پھر الزامات کو رد کیا ہے
ہم اس مقام پر اس کی کتاب کی ابتدائی تحریر کو یہ ناظرین کرتے ہیں اگر
ہم پورے سوال و جواب لکھیں تو دس بارہ چھوڑ دیکو اور زیادہ کرنے ہونگے
اسلئے ہم اپنے اس اختصار پر اکتفا کرتے ہیں وہ لکھتی ہے کہ "انسان کا خاصہ
ہے کہ وہ ملکہ ایک جگہ رہنا پسند کرتا ہے اور میں ایک کو دوسرے کی مدد اور

امانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے گروہ گروہ بنکر ایک جگہ رہنا شروع ہوا جس سے مذہبیت یا شہریت کی بنیاد قائم ہو گئی۔ ہر شخص اور ہر گروہ کی مختلف امیدوں اور متبائن خواہشوں کی تکمیل کے مختلف طریقے اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ جس سے لین دین بول چال میں فرق پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ زبانوں قوموں اور مذہبوں میں تفریق پیدا ہو گئی۔ قدیم مذہب والوں نے اپنے زمانے میں تنہائی گوشہ نشینی میں زندگی بسر کرنا پسند کیا تاکہ ان کے سوا اور کوئی ان کے حال سے واقف نہ ہو۔ ایک ملک والوں کو دوسرے ملک والوں سے ربط پیدا کرنے کے ذریعہ مثل قافلون اور کشتیوں کی آمد و رفت کی جو ایک قوم کو دوسری قوم سے ملا دیتے ہیں اس وقت میں ہی لگ رہے ہیں لیکن بڑی اور بحری سفر کی تکلیفات کے سبب آمد و رفت کم ہونے سے دور دور ملک کے رہنے والے اپنے ہم جنسوں کے حالات سے پورے طور سے واقف نہیں ہو سکتے تھے۔ اگر یورپ میں کوئی واقعہ ہوتا تو اوسکی خبر ایشیا والوں کو ایک سال کو کم میں نہیں معلوم ہو سکتی تھی۔ اسی طرح یورپ والوں کو بھی دنیا کے واقعات کا علم مدت دراز کے بعد ہوتا تھا۔ جو وقت سے تجارتی جہاز جاری ہوئے آمد و رفت کی کثرت ہو گئی اور نقل و حرکت میں سرعت اور آسانی حاصل ہو گئی۔ ریل کے سبب سے سیاحت میں اور بھی زیادہ ترقی ہو گئی پھر تار بقی ایجاد ہوئی جس سے خبر ہونے میں سفر سے بھی زیادہ آسانی ہو گئی یہاں تک کہ جن حادثات کا علم دور دور کے رہنے والوں کو سالہا سال کے بعد ہوا کرتا تھا اب ایک لمحہ میں اوسکی خبر پہنچ سکتی ہے حال یہ ہے کہ اس وقت عالم بچے ایک نیا طرز بدلا ہے جو پہلے طریقے سے بالکل جدا ہے۔ یورپ والوں نے جو تمام اشیاء کی تحقیق اور تفتیش میں سرگرم ہیں اگرچہ ہم اسے حالات اور

عادات معلوم کرنے میں کوشش کی ہے لیکن محکو معتبر سیاح عورتوں سے
 جو قسطنطنیہ کی سیر کو آئین تہذیب بننے کا اتفاق ہوا۔ اونکی گفتگو سے معلوم ہوتا
 تھا کہ ہماری طرف سے یورپ والوں کے خیالات ایسے غلط و نام پرستی
 ہیں جنکو سنکر مجھے بھی اوسقدر تعجب ہوتا تھا جسقدر کہ اونکو یہ خیال گورتا
 تھا کہ یہ کسی دوسرے ملک اور دوسرے مذہب والوں کا ذکر کرتے ہیں۔ حج
 حالات میں ان سیاح عورتوں سے سنے وہ یورپ کی تحریرات میں (جو سفر ناموں
 کی شکل پر لکھے جاتے ہیں) دیکھ میں لیکن سفر نامے کوئی علمی کتاب میں
 ہیں جنہیں ہر چیز کی تحقیق اور تفتیش کی جاتی ہو بلکہ اونکی تحریر عموماً خیالی
 افسانوں کی سی ہوتی ہے جو (رومانے) کے قصے کے طرز پر لکھے جاتے
 ہیں سوال یہ ہے کہ یہ ادب نام سطح پیدا ہوئے کیا یورپ والوں نے اپنی کسی
 خاص غرض سے پیدا کر لئے ہرگز نہیں کیونکہ یورپ کے معتبر سیاح اپنی پوری
 کوشش اور سرمایہ عالم میں پیلے ہوئے اشیاء کے حقائق دریافت کرنے
 میں صرف کرتے ہیں اور اونکی اطلاع اور معلومات سے اونکے اہل وطن
 فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پس لازم ہے کہ اس قصور کو ہم اپنے ذمہ لیں۔ بقدر
 کمال ہی یہی ہے کہ آدمی اپنی ذات کے نقصانات اور عیوب کا خود اندازہ
 کرے جو شخص اپنے عیوب پر غور کرتا ہے اور دوسروں سے اس کا مقابلہ
 کرتا ہے وہ بیشک حق اور صواب پر ہوتا ہے اور اعلیٰ درجے اور بلند مرتبے
 پر پہنچتا ہے یہ ظاہر ہے کہ کہی جگہ کے لوگوں کے خیالات اور عادات کی قیمت
 شہر اور بازار میں پھرنے اور مشہور موقعوں کے دیکھنے سے حاصل نہیں ہوتی کسی
 مذہب کے حقیقی حالات دریافت کرنے کے لئے اس مذہب کے مردوں
 اور عورتوں سے ملنا اور مختلف قسم کی بات چیت کرنا اور ایک عرصہ تک

انکی صحبت میں رہنا ضرور ہے۔ چونکہ ہماری عورتیں پردہ نشین ہیں اسلئے
 مباحون کو اون سے ملنے اور انکے ساتھ ہمکلام ہونے کا موقع ملنا محال
 ہے۔ لیکن ان مباحون میں بعض عورتیں بھی ہوتی ہیں جنکی معلومات کسی
 طرح مردوں سے کم نہیں ہوتی۔ اونکے ذریعہ سے یہ آسانی عام سیلح مسلمان
 عورتوں کے اصلی حالات سے واقف ہو سکے ہیں۔ لیکن ان عالمہ اور سیلح
 عورتوں کو ان مستورات سے ملکر جنکی زبان سے یہ واقف ہون کچھ معلوم
 نہیں ہو سکتا۔ وہ اسوقت گوئگون کی طرح اشاروں ہی سے کام نکالنے
 پر اکتفا کرتے ہیں اسوقت بعض ترکی بیگمات فرانسیسی زبان بھی جانتی ہیں
 مگر انہیں اکثر ایسی ہیں جنہوں نے فرانسیسی دایہ کے ذریعہ سے فرانسیسی
 طرز پر پرورش پائی ہے صرف علوم ہی محال کرنے کے لئے نہیں بلکہ محض
 فینچ لیڈی بننے کے لئے۔ چونکہ وہ احکام شرعی سے ناواقف ہوتی ہیں اور
 مذہبی احکام کو پس پشت ڈال دیتی ہیں اور فرانسیسی طرز پر زندگی بسر کرتی ہیں
 ان سے ملنا اور باتیں کرنا ایسا ہے جیسا کہ ادغلی میں کسی فرانسیسی خاندان
 سے (قسنطنیہ کا ایک محلہ ہے جہاں فرانسیسی رہتے ہیں) ملنا اونکے ملنے سے
 کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ نہ کوئی بات ہٹیک طور پر معلوم ہو سکتی ہے۔ اور ان سے
 کوئی شخص اسلامی طرز معیشت کا حال (جسکو کہ اونہوں نے فضول سمجھ کر چھوڑ دیا
 ہے) دریافت کرے تو وہ اسلام کی خوبی اور پاکی بیان کرنے سے اپنے لاعلمی
 کے سبب خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور نہایت غصہ اور طیش میں آکر یہ وہ کا ذکر
 شروع کر دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جعفر ناگوار امور میں وہ احکام شریعت
 سے لئے گئے ہیں اور وہ ان چیزوں سے بحث کرتے ہیں جنکا اونکو مطابق معلوم نہیں
 اس سے غیر گوگون کو اس پاک مذہب پر جسکی شمع ہدایت سے ہکو نور ہدایت اور

جس کی پاک آیات سے ہمارے شرف ایمان نصیب ہوتا ہے۔ افسر پروازی اور
نگار چینی کا موقع ملتا ہے۔ اکثر یورپ کی سیلحہ خور تین جو ہمارے شہر قسطنطنیہ
میں سیاحت کے لئے آتی ہیں وہ ان رموز کے دریافت کرنے کے لئے اور
مسلمان خاندانوں سے ملنے کی نہایت شائق ہوتی ہیں جو پرانے طریقے اور
قدیمی اصول پر زندگی بسر کرتی ہیں بعض مسلمان خاندان عورتوں کی تعلیم
کو گناہ سمجھتے ہیں صرف فرانسیسی ہی تعلیم کو نہیں بلکہ ضرورت سے زیادہ ترکی
زبان کی تعلیم کو بھی برا جانتے ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ ازواج مطہرات اور انکی
مقدس صاحبزادیاں کہ قدر عالمہ نہیں۔ اور شروع اسلام میں کس قدر ستورات
علم ادب کی ماہر گذری ہیں۔ اور علم و فضل میں اون کا کیا درجہ تھا۔ باوجودیکہ
چہرے کا کھونا شرعاً حرام نہیں۔ بلکہ بالوں کا ڈھانکنا واجب ہے لیکن میں کچھتی
ہوں کہ وہ اوسکے خلاف منہ کو چھپاتی ہیں۔ اور بالوں کو ظاہر کرتی ہیں حال یہ
ہے کہ اعتدال ہم سے مفقود ہے ہم اپنی خواہشات سے اس قدر مغلوب ہو جاتے
ہیں کہ وہ ہر کج طرف چاہتی ہیں لیجاتی ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ کس طرف چل رہی
ہیں۔ حالانکہ کمی اور زیادتی دونوں مضر اور بُری ہیں۔ اور اعتدال یعنی اوسط درجہ
سب سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے خیرا لکھو ما اوسطھا سب ان
میں اعتدال اچھا ہے جو سیاح واقعی حالات دریافت کرنا چاہیں اونکو ایسے
خاندانوں سے ملنا چاہیئے جو فرانسیسی زبان جانتی ہوں۔ اور اسلامی طرز پر زندگی
بسر کرتی ہوں۔ اور مذہب کی پابند ہوں۔ مگر مسافروں کو اسکا دریافت کرنا مشکل
ہے اکثر سیاح بیوقوفی کے (عیسائیوں کا حملہ ہے) ہوٹلوں میں قیام کرتی
ہیں۔ اور وہاں کے باشندوں سے (چنکا علم اوس محلہ تک محدود ہے) حالات
دریافت کرتی ہیں اور انہیں میں سے مترجم اپنے ساتھ لیتے ہیں جو جلد ہی

جواب دیتے کی عرض سے بے معنی بجنا شروع کر دیتی ہیں۔ اور اس پھر زمین
زبان درازی کرتی ہیں جبکہ انکو مطلق علم نہیں۔ اس لئے ہمارے حالات
خیالی قصوں کے موطن بن جاتے ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ اہل یورپ ہمارے
احکام مذہبی پر جو حکمت اور عقل کے موافق ہیں اعتراض نہیں کرنے بلکہ وہ
مسلمان عورتوں کو نہایت مظلوم اور ستم رسیدہ سمجھ کر اونکی ہمدردی کے خیال
سے ان اور پر زور دیتے ہیں مجھے یورپ کی چند عورتوں سے ملنے کا اتفاق ہوا
جو قسطنطنیہ کی سیر کو آئی تھیں۔ ان سے یورپ والوں کے عجیب خیالات اور
بے اصل توہمات جو ان کے دلوں میں ہماری طرف سے بیٹھے ہوئے ہیں معلوم
ہوئے یہ حالات ایسے عجیب تھے کہ مجھے ضبط نہو سکا کہ انکو اپنے ہی تک محدود
رکھوں۔ بلکہ میرے دل نے مجھ کو مجبور کیا کہ جس طرح یہ گفتگو ہوئی اسی طرح
اوسکو اپنے ہمعصرون کے سامنے پیش کروں۔ اسکے بعد اوس عیسائی اور
سلم لیڈی جو مباحثہ جولاہے وہ قابل دید ہے۔

فاطمہؓ۔ رسول خداؐ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی کنیت ام محمد تھی کبھی کہی
سبارکہ۔ طاہرہ۔ زکویہ۔ رافقیہ۔ مرقیہ۔ اور بتول کے لقب سے بھی پکاری
جاتی تھیں۔ آپ کے سن ولادت واقعہ قبل کے ۵۳ برس قبل بیان کئے
جاتے ہیں۔ آپ کے شوہر حضرت علیؓ خلیفہ چہارم تھے اور آپ کی والدہ حضرت
خدیجہؓ جو رسول خداؐ کی پہلی بی بی ہیں تھیں۔ حضرت فاطمہؓ فصاحت و بلاغت
اور علم و عروض میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ بیوی تھیں۔ یہاں انکے دو شوہر
ہر یہ ناظرین کئے جاتے ہیں جو باعتبار اصول فصاحت و بلاغت آپ اپنے نظیر
صہبت علیا مصائب لو استہا
ماذا علی من تحریر احمد ا

حرف اتفاق

قرۃ العین :- اس نوجوان لڑکی کا اصلی نام زرین تاج تھا۔ یہ ایران کے نامور
 علماء کے گھر لائے بین پیدا ہوئی۔ اس کا باپ حاجی محمد صالح ایک مشہور فقیہ اور
 اس کا چچا ملا محمد تقی قزوین کا ایک نہایت معزز عالم مجتہد تھا۔ اور اس کا چچا بہائی
 ملا محمد تقی کا بیٹا ملا محمد ایک عالم آدمی تھا جس سے قرۃ العین کی بعد میں شادی
 ہوئی۔ چونکہ ایک تو اس لڑکی کو بچپن ہی سے غور و غوض کی عادت تھی اور
 پھر علم سے ایک طبعی مناسبت اور شوق ہی تھا۔ کچھ تو یہ اتفاقات ایسے واقع ہوئے
 اور کچھ اس کی محنت اور شوق، غرض اس نے اپنی تعلیم میں ایک نہایت حیرت انگیز
 ترقی کی جو دنیا میں عورتوں کو (خواہ وہ کسی ملک کی ہوں) بہت کم نصیب
 ہوتی ہے۔ عورتیں تو عورتیں ہمارے ملک میں مردوں میں ہی ہزاروں ہیں
 ایک آدھ ایسا نیکلے گا جو علمی واقفیت اور بلند خیالی میں اس نوجوان عورت
 کا ہم پلہ ہونے کا دعویٰ کرے۔

اس گھر میں صبح و شام علمی چرچوں کے سوا اور کوئی شغل نہ تھا ان باتوں کو وہ
 ہمیشہ بڑے عجز سے سنتی اور خود ہی اسے دیتی۔ اکثر جب گھر کے لوگ اور دوسرے
 عزیز ایک جگہ جمع ہوتے تو علمی مباحثے چڑھ جاتے۔ اس میں قرۃ العین بھی
 نہایت جوش کے ساتھ حصہ لیتی۔ اسکی فصاحت، اس کے دلائل ایسے نہ تھے جو
 دلوں پر اثر نہ کریں۔ اور ہر آپہرشن، جیا، اور عصمت غرض وہ اپنے ماں باپ
 اور چچائی آنکھوں کا تارا اور اپنے سارے خاندان کی سرتاج تھی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے
 کہ نہ صرف اس کے خاندان کو بلکہ سارے شہر قزوین کو اس قابل، یا جیا، اور عین
 لڑکی پر فخر و ناز تھا۔

لیکن بد قسمتی سے جیسا ایران کے بعض نام کے مؤرخ لکھتے ہیں (اگر فی الحقیقت یہ کوئی بد قسمتی ہے) اس نے باب سے خط و کتابت شروع کی اور وہ اسکی تعلیم پر ایسی فریفتہ ہوئی کہ اس نے نہ صرف اشتراک باللسان و تصدیق بالقلب پر اتفاق کیا بلکہ اس کی ترویج اور اشاعت کے لئے گھر سے باہر قدم نکالا۔ وہ کچھ مدت کر بلا میں رہی اور پردہ کے پیچھے سے لکچر دیتی۔ فقہ و حدیث و آیات قرآنی کی تفسیر اس خوبی اور فصاحت کے ساتھ کرتی تھی کہ ایک انبوہ کثیر اس کے سننے کو لئے جمع ہو جاتا تھا۔ علماء نے گویا شکایت کی کہ یہ نوجوان عورت بیان کفر والحاد پھیلانے کی کوشش کر رہی ہے اور اس نے شہر کے بہت سے نوجوانوں کو اپنی فصاحت اور حسن کے جادو سے درغلا کر بانی بنا لیا ہے۔ گورنر نے اسے گرفتار کرنا چاہا۔ لیکن قرۃ العین کو کسی طرح اسکی پہلے سے خبر مل گئی وہ فوراً کنیلا کو چھوڑ چھا یا بغیر پردہ راہ راہی کے سید ہی بنخدا و جانپوچی۔ بغداد میں پہلے وہ مفتی صاحب کے ہاں گئی اور مانگے سامنے اپنے مذہب اور خیالات کو نہایت فصاحت اور قابلیت کے ساتھ ظاہر کیا۔ لیکن اب بحث یہ پیش ہوئی کہ آیا وہ ان خیالات کی اشاعت اس ملک میں کر سکتی ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ بنخدا کے پادشاہ کے سامنے پیش ہوا جس نے گورنر سے اسکی نسبت ہتھکڑیاں لگا کر اسکا فیصلہ قرۃ العین کے خلاف ہوا اور اسے مجبوراً سلطنت عثمانیہ کو چھوڑنا پڑا۔ لیکن باوجود اس تکلیف اور مصیبت کے وہ مایوس نہیں ہوئی۔ بلکہ بغداد سے واپس ہوتے ہوئے اُس نے کرآن شاہ اور ہمدان تک سفر کیا اور اپنے بکچر نہایت جوش و خروش کے ساتھ جاری رکھے اور بہت سے لوگوں کو بانی بنا لیا جس میں سے شیخ صالح شیخ طاہر ملا ابراہیم محلاتی۔ اور شیخ سلطان عرب مشہور شخص ہیں۔ اس جگہ ایسے ہر کا ظاہر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ لکچر

یا وہ تعلیم جسکی اشاعت قرۃ العین اسوقت ملک ایران میں کر رہی تھی کس قسم
 کی تھی اور اس کا کیا مقصد تھا۔
 اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ یہ زمانہ باب کی تعلیم کا ابتدائی زمانہ
 تھا۔ اور باب کی وفات کے بعد جو انقلابات بابی مذہب میں پیدا ہوئے اور اسکا
 نشان گمان بھی نہ تھا۔ کیونکہ باب کی وفات کے بعد ایک شخص مرزا حسین علی
 نے پیغمبری کا دعوے کیا اور اپنا لقب بہاء الدین اختیار کیا اور کہا کہ میں وہی
 شخص ہوں جس کی بشارت باب نے اپنی کتاب میں دی ہے چنانچہ اکثر باب
 اسکے پیرو ہو گئے۔ اور اب بابیوں میں دو فرقتے ہیں ایک بہائی جو بہت بڑا
 فرقہ ہے اور بہاء الدین کا پیرو ہے۔ اور دوسرا اذلی جو مرزا نجفی صبح ازل کے
 پیرو ہیں اور باب کی تعلیم کے معتقد ہیں۔ لیکن میرا مقصد یہاں مختصر اُن خیالات
 کے بیان کرنے کا ہے جس کی اشاعت بین قرۃ العین سرگرم تھی مختصر یہ ہیں
 ”جو کہ مخلوق کے لئے خدا کی ذات کا پہچانا ناممکن ہے اس لئے مشیت اولیٰ“
 نے انسان کی ہدایت اور تعلیم کے لئے وقتاً فوقتاً انسان کی صورت میں حلول
 کیا۔ یہ اوقات پیغمبر کہلاتے ہیں زمانہ گزشتہ میں اونکی بیشمار تعداد ہو چکی ہے
 اور ایسی ہی آئندہ ہوتی رہی گی۔ جیسے وہ پچھلے زمانہ میں اور پیغمبروں کے
 ذریعہ سے بولتی تھی اب وہ باب کے ذریعہ سے بولتی ہے۔ اس کے بعد وہ
 ”من یظہر اللہ“ کے ذریعہ سے بولیگی۔ اور پھر اور لوگوں کے ذریعہ سے
 کیونکہ ان ظہور کی کوئی انتہا نہیں مشیت اولے آفتاب کے مانند ہے
 جو ہر روز نکلتا ہے اور غروب ہو جاتا ہے لیکن حقیقت میں سورج وہی ہے گو
 عام بول چال میں ہم اُسے ”آج کا سورج“ اور کل کا سورج“ کہتے ہیں۔ اسی طرح اگرچہ
 ہم عام بول چال میں حضرت آدم حضرت نوح حضرت موسیٰ حضرت واثق و الخ۔

حضرت عیسیٰ۔ اور حضرت محمد صلعم کی نسبت الگ الگ ذکر کرتے ہیں۔ مگر فی الحقیقت جو چیز کہ ان میں بولتی تھی وہ ایک ہی تھی یہی ہیں حضرت محمد کے ان الفاظ کو سنئے ”اما الیہنا فانا“ مشیت اولیٰ کے سب سے اخیر طور کو واقع ہو کر (۱۲۷۰) برس گذرے ہیں۔ اب اسے مرزا علی محمد دلفظ میں حلول کیا ہے اور اسکے ذریعہ سے بولتی ہے۔

ہر ایک ظہور کی لوگوں کو خبر دی گئی۔ مثلاً یہودیوں سے کہا گیا کہ مسیح آئیوا ہے لیکن جب وہ عیسیٰ کی صورت میں آیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ انکا خیال تھا کہ وہ اس طرح نہیں آئیگا بلکہ بڑے جلال اور شان و شوکت کے ساتھ آئیگا۔ مگر انکا خیال ناممکن اور خلاف فطرت تھا۔ اسی طرح عیسیٰ کے پیروں کو یہ بشارت دی گئی کہ مسیح پہر واپس آئیگا۔ مگر جب وہ محمد کی صورت میں آیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور اب تک اسکے آنے کی توقع رکھتے ہیں۔ اگرچہ اس ظہور کو واقع ہوئے ہزار سال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو یہ بشارت دی گئی کہ امام مہدی آنے والا ہے اور اس دن کیلئے دعا مانگتے رہو جب وہ ظاہر ہوگا۔ اور جب کبھی تم اسکا نام لو تو اسکے ساتھ یہ الفاظ زیادہ کرو جمل اللہ فراجلہ اب وہ آیا ہے آیات و بینات کے ساتھ۔ مگر اسکے ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اسکے آنے کا طریقہ انکے فصول خیالات اور توہمات کے مطابق نہیں۔

”اے مسلمانو! تم یہودیوں کو الزام دیتے ہو کیونکہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو مسیح موعودہ تسلیم نہیں کیا عیسائیوں کو مجرا بہلا کہتے ہو کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح محمد کو ناقطیہ قبول نہیں کیا۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ نے صاف صاف اہدیا ہے کہ میرے بعد ایک آئیوا ہے۔ تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ انکا یہ

خیال کس قدر لغو اور بے معنی تھا کہ پیغمبر موعود کے بعثت کے وقت ظاہر طور پر نہایت حیرت انگیز غیر معمولی عجیب اور خلاف فطرت واقعات دیکھنے میں آئیں گے۔ لیکن تم جانتے ہو کہ اسکا مطلب روحانی نشانات سے تھا نہ کہ جسمانی سے۔ اور یہاں تک تم ٹھیک ہو۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ تم یہودیوں اور عیسائیوں کو مکمل کھلا نہایت بیباکی کے ساتھ الزام دیتے ہو۔ پرتا نہیں سمجھتے کہ بعید ہی کام تم کو ذکر رہے ہو اور اس ظہور کے نہ ماننے پر تمہیں یہ اصرار ہے کہ ابی تک امام سے آنے کی نشانیاں ظاہر نہیں ہوئیں۔ یا تو تم یہ تسلیم کرو کہ عیسائی اور یحوی بھی اپنے اپنے خیال میں ٹھیک ہیں۔ یا ان فضول اور پوچھناغیراضات سے بالکل دست بردار ہو جاؤ۔

کئی تم نے اسلام سچ سمجھ کر اختیار کیا ہے یا بے سوچے سمجھے اپنے آبا و اجداد کی تقلید سے اگر محض تقلید ہے تو سچے ایماندار نہیں ہو اور حقیقت میں اُن کافروں اور مشرکوں کے مانند ہو جنہوں نے پیغمبروں کی دعوت اسلام کے جواب میں یہ کہا تھا۔ ہمارے باپ دادا کو اس مذہب میں پایا اور ہم آں کی تقلید کرتے ہیں۔ اگر تم نے سچ سمجھ کر اور غور کر کے اس مذہب کو اختیار کیا ہے تو تمہارے پاس کون سے ثبوت ہیں۔ تم نے پیغمبر کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور نہ تم نے انکے معجزے دیکھے تو بس تمہارے پاس پیغمبر کے لکھے ہوئے الفاظ کے سوا اور کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور یہی ایک ثبوت تھا جسکا پیغمبر نے ہمیشہ دعو کیا۔ اور جب مخالفین نے کوئی نشانی مانگی تو اسے بٹے زور کے ساتھ کہا اگر تم سچے ہو تو اس کے مانند ایک سورہ لکھو۔ مخالفین میں سے کوئی دم نہ ماسکا اور کچھ دیر بارہ صدیوں تک یہ دعوے لاجواب رہے۔ مگر ان دنوں میں ہاشمی قوم کا ایک نوجوان مرزا علی محمد شیرازی پیدا ہوا ہے اور اسے الہی مشن

بعض رسالت کا دعوے کیا ہے جسکے ثبوت میں اسے قرآن کے مانند ایک کتاب لکھی ہے۔ اگر قرآن محمد کے رسالت کی دلیل ہے تو بیان ہی اس کے مصنف کے دعوے کی صداقت کے لئے کافی ثبوت ہے۔ یہ اعراض کیا جاتا ہے کہ بیان کی آیتیں غیر صمیم ہی نہیں بلکہ اسمین قواعد کی غلطیاں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں یہ اعراض اس دلیل کے نہ سمجھنے کا باعث ہے حضرت محمد کے دعوے کی بنیاد تھی۔ اگر فصاحت کے اصطلاحی معنے لئے جائیں تو قرآن ایسا فصیح نہیں جیسے عربی کی بعض پرانی نظمیں جو زمانہ جاہلیت میں لکھی گئی ہیں بلکہ فصاحت جبکہ دعوے کیا گیا ہے اور جو خدا کا الہام ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ لوگوں کے دلوں پر ایسا حیرت انگیز اثر پیدا کرے کہ وہ اپنے ایمان کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیں یہ لکھا ہے کہ ”عجب خدا کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہو جاوہ ہو جاتی ہے“ پیغمبر کے الفاظ میں بھی یہی زور ہوتا ہے کہ چونکہ وہ مشیتِ اولیٰ کا ظہور ہے حضرت محمد نے کہا ”مکہ میں حج کرو اور ہر سال ہزار ہا آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں۔ اوہوں نے کہا ”رمضان میں روزہ رکھو“ اور لاکھوں آدمی ہر سال اس حکم کی اطاعت کرتے ہیں باوجودیکہ اس میں سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اب ہر ایک نیا حکم آیا ہے۔ اب پھر امت بر حکم کے الٰہی آواز کے جواب میں ہزار ہا دہلا بلا کہیں گے۔“

یہ ایک اجمالی نظر ہے بانی تعلیم پر جسکی اشاعت اس وقت قرۃ العین بڑے زور شور سے کر رہی تھی۔ اور اس سے بامیون کی مذہبی تعلیم کا کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے شروع شروع میں بانی قرۃ العین کی طرف سے بہت بدگمان تھے اور اسکی تمام کوششیں دوسری کو بری نگاہ سے دیکھتے تھے یہاں تک کہ ان میں سے چند نے باب سے یہ لکھ کر دریافت کیا کہ آیا ایک عورت کے لئے یہ

مناسب ہے کہ وہ کھلم کھلا سب کے سامنے تقریریں کرے۔ باب نے اس کے جواب میں نہ صرف اس کے تمام کوششوں کو پسند کیا اور نہایت جوش کے ساتھ تشریف کی بلکہ اسے جناب ظاہرہ کا لقب عطا فرمایا جس نام سے وہ اب تک بایون میں یاد کیجاتی ہے اُس وقت سے وہ فرقہ بانی میں نہایت محرز اور ممتاز سمجھی جانے لگی۔ اور اسکی وہی عزت ہوتی ہے جیسی مسلمانوں میں حضرت فاطمہؑ کی۔

ہمدان سے آنے کے بعد اس نے ایک ایسا بڑا قصہ کیا جسے سنکر حیرت ہوتی ہے اور اس دلاور عورت کی ہمت اور جرات کا کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے اُس نے اُس بات کا عزم بالجزم کر لیا کہ میں حمید شاہ ایران کو بانی بنالوگیا اور اس ارادہ سے اس نے طران کا سفر اختیار کیا۔ لیکن اتفاق سے اس کے باب حاجی محمد صالح کو کسی طرح اسکی خبر لگ گئی وہ بہت گہرا پایا کہ نہ معلوم کہ یہ لڑکی ہمارے سر پر کیا بلا لائے گی۔ اور فوراً اپنے چند نوکر اس کے پیچھے روانہ کئے جو بڑی مشکل سے اسے قزوین واپس لائے۔

قرۃ العین کی شادی غالباً اسوقت ملا محمد تقی کے بیٹے ملا محمد سے ہو چکی تھی مگر افسوس کہ یہ شادی سرسبز نہ ہوئی اور ہوتی کیونکر جبکہ ملا محمد کو بایون اور شیخون کی نفرت اپنے باپ کے ترکہ میں ملی تھی اور آخر کار قرۃ العین نے اس کے ساتھ اپنے سے انکار کر دیا۔

خدا کی شان ہے کہ جو فرقہ یا خاندان کسی خاص خیال کا سخت مخالف ہوتا ہے تو اسی فرقہ یا خاندان میں سے کوئی نہ کوئی ایسا شخص نکل آتا ہے جو اپنے لوگوں کے مخالف اُس خیال کا پورا پورا موبد بن جاتا ہے۔ وہ کون تھا جس نے اہل عرب اور قوم قریش کے کفر و الحاد کو مٹا دیا اور ان کے تین سو ساٹھ

بتوں کے سر اڑا دیے اور دنیا کو تاریکی سے نکال کر توحید کا کلمہ سکھایا وہ اسی قوم اور ملک کا پیغمبر عربی۔ قریشی تھا سینک پال کون تھا۔ ایک پکا یہودی اور یہیوں کا جانی دشمن لیکن اسی نے یہودیوں کا مخالف بن کر عیسائیت کو اونکے پنجے سے چڑایا اور ایک علیحدہ چرچ قائم کر دیا۔

دیانند شرسٹی کون تھا۔ ایک برہمن لیکن اُسے ہندوستان کے برہمنوں کی مخالفت میں ایک پرزور قوت قائم کر دی۔ اسی طرح محمد تقی کے خاندان میں جو باب کے خیالات کا سخت مخالف تھا یہ لڑکی پیدا ہوئی۔ حاجی ملا محمد تقی قزوین کا مجتہد شروع ہی سے شیخ احمد احسانی اور اُسکے تلمذین سے سخت نفرت کرتا اور انہیں کافر کہتا تھا چنانچہ اُسے قزوین میں اسی مشہور شیخ سے کئی بار مباہلے کئے اور لوگوں کو اوسکی طرف سے اسقدر بدگمان کر دیا کہ آخر اوس بیچاے کو شہر چوڑنا پڑا۔ لیکن جب باب کی تعلیم ایران میں پہیلی شروع ہوئی جسکے دعوے اسقدر بڑے اور بصیرت انگیز آتے تو اُس شخص کی نفرت اور حقارت اور بھی بڑھ گئی۔ مگر بڑا غضب تو یہ ہوا کہ خود اسکی بہو اور بیٹی سنے باب کی تعلیم کو سچے دل سے قبول ہی نہیں کیا بلکہ اس مذہب کی اشاعت کے لئے کلمہ کلاچہرہ سے نقاب اتار کر بڑے دھڑلے سے وعظ کنے شروع کی اور اُس مذہب کی رکن اعظم سمجھی جانے لگی۔ یہ دیکھ کر ملا محمد تقی آپ سے باہر ہو گیا اور اوسکے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور حالیکہ باب کی تعلیم کی مخالفت میں وعظ کنے شروع کئے اور عام طور پر شیخ احمد احسانی باب پر لعنت بھیجنے لگا۔ آخر اس بدزبانی کا یہ نتیجہ ملا کہ قزوین ہی کی ایک مسجد میں ہر زاصلح اور دو تین اور بابیوں نے خجڑے اوسکا کام تمام کر دیا یہ واقعہ ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں واقع ہوا۔ اس جرم میں کئی بابی گرفتار کئے گئے اور انہیں

سخت سخت تکلیفیں دی گئیں اُن میں سے مرزا صالح شیرازی نے اپنے جرم کا اقبال کیا کہ صرف میں نے بغیر کسی کی مدد کے مجتہد قزوین کو قتل کیا ہے اور تمام حالات قتل کے تفصیل کے ساتھ بیان کئے اور اُس خون بہرے خنجر کا نشان بتایا جس سے یہ خوفناک جرم وقوع میں آیا تھا۔ چنانچہ مرزا صالح اور چچا اور شہبازی طہران بھیجے گئے۔ مگر صلح باوجودیکہ وہ بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ مازندران بہاگ گیا اور باقی بابی شیخ صالح عرب اور ابراہیم محلاتی بُری طرح قتل کئے گئے اور یہ پہلے بابی تھے جو ایران میں قتل ہوئے۔ قرۃ العین کے خاندان ملا محمد نے اپنے باپ کے قتل کا الزام قرۃ العین پر لگایا اور اسے گورنر قزوین کے سامنے پیش کیا لیکن بعد تحقیقات کے یہ الزام بالکل غلط اور بے اصل ثابت ہوا اور وہ رہ کر دی گئی۔ اب تک بعض متعصب ایرانی مورخ قرۃ العین پر ملا محمد تقی کے قتل کا الزام لگاتے ہیں۔ اگرچہ اسکے پاس کوئی ثبوت اسکا نہیں ہے۔

اگرچہ قرۃ العین اپنے چچا کے قتل کے الزام سے بالکل بری ہو گئی لیکن اب اسکا قزوین رہنا بالکل ناممکن ہو گیا اور اس لئے وہ اپنے وطن مالوفہ کو خیر باد کہہ کر طہران سے ہوتی ہوئی خراسان گئی اور وہاں سے بدشت پہنچی جہاں وہ بابیوں کی ایک مشہور مجلس میں موجود تھی اور اپنی خوش تقریر اور فصاحت سے تمام اہل مجلس کو محظوظ کیا۔ بدشت سے وہ مازندران بہاگ کر گئی جہاں کچھ دنوں کے بعد بابی مذہب کے پرچوش لیڈر ملا حسین اور محمد علی بالفروشی بھی اُس سے ملے یہاں اکثر لوگ انکے پاس آئے اور انکے مذہب کی نسبت گفتگو کرتے۔ قرۃ العین نے عام طور پر ایک نہایت عمدہ تقریر کی اور مارے جوش کے اسکا نقاب زمین پر گر پڑا۔ لوگوں پر اس کے خدا داد حسن۔ فصاحت اور چیرت انگیز ہمت کا بڑا اثر پڑا۔ بہت سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اُسی کا کلمہ پڑھتے تھے۔

مکر بیان بھی وہ چین سے ذرہ سکی اور اسے مجبوراً ہاگنا پڑا بہتہ بین وہ
 بایون کے ایک گروہ سے ملی جو شخص طہر سی کو جا رہے تھے اونکے ساتھ وہ
 ایران جنگوں اور گانوں میں بہتی پھری اور اس سے چند روز پہلے کہ وہ ان
 بایون اور شاہی فوج میں لڑائی شروع ہوئی وہ ان سے جدا ہو کر نوپوچی
 جہان وہ جنگ مازندران کے ختم ہونے تک اطمینان سے رہی۔

لیکن کچھ عرصہ کے بعد نور کے باشندوں نے اسے گورنمنٹ کے حکام
 کے حوالہ کر دیا اور وہ ان سے وہ طہران بھیج دی گئی۔ تھوڑی مدت پہلے قرۃ العین
 نے طہران کا قصد کیا تھا لیکن وہ ایک غلطی شان قصد تھا یعنی محمد شاہ کو
 بانی بنانیکا اور اب وہ یہاں کشان کشان آئی اسوقت اپنی مرضی سے اور
 آزادانہ طور پر آنا چاہتی تھی اور اب وہ آئی اسی شاہ مغفور کے بیٹے شاہ ناصر
 قاجار کے سامنے مگر پابند بنیہر جنوقت وہ سامنے حاضر کی گئی تو شاہ نے اسکی
 طرف دیکھ کر کہا۔ ازہدیش خوشم می آید بگذا کہ باشندہ دُشمنہ اس کی صورت بھلی
 معلوم ہوتی ہے۔ اسے چوڑ دوں مگر احتیاطاً محمد خان کلانتر کو وال شہر کی حفاظت
 میں رکھی گئی کیونکہ بایون اور شاہی فوج سے ابھی ابھی لڑائیاں ہو چکی
 تھیں اس لئے اندیشہ تھا کہ یہ کوئی نیاف او پیدا نہ کرے غرض قرۃ العین ایک
 عرصہ تک محمد خان کلانتر کے ہاں رہی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بڑے تیوہار
 کے روز شہر کی اکثر عورتیں محمد خان کے گھر مدعو تھیں اور خوشی خوشی اپنے جشن
 میں مشغول تھیں کہ اتنے میں قرۃ العین نے ایک نہایت پر زور اور فصیح تقریر
 شروع کی۔ سب کی سب عورتیں جشن و شہن تو بھول گئیں اور ہمہ تن گوش
 ہو کر اسکی طرف متوجہ ہو گئیں۔ قرۃ العین آخری دم تک یعنی اگر ت ۱۲۵۴ء
 تک اسی گہرین رہی یہ قید اسکی بہت سخت نہ تھی اور کبھی کبھی بانی اس سے

مختلف جیلون اور بہانوں سے ملتے رہتے تھے۔ اسکی زندگی یہاں سحر کے خطہ میں نہ تھی۔ مگر اس عرصہ میں ایک نہایت افسوس ناک حادثہ واقع ہوا جس کا اثر نہ صرف قرۃ العین پر پڑا۔ بلکہ تمام فرقہ بانی پر ایک مصیبت اور بلا نازل ہوئی اور تمام ملک ایران میں ایک ہل چل پڑ گئی۔

اتوار کے روز ۱۵۔ اگست ۱۸۵۷ء کو صبح کے وقت شاہ ناصر الدین اپنے محل واقع نیا دران جو کہ البرز کے دامن میں ایک خوبصورت گاہنوں ہے حواریوں کے استنہ میں تین شخص شاہ کے پاس پہنچے۔ شاہ سمجھے کہ یہ عرضی دینا چاہتے ہیں اسلئے پاس آنے کی اجازت دی جب قریب پہنچ گئے تو ایک نے پستول نکال کر بادشاہ کی طرف چلا یا مگر نشانہ خطا ہوا اور دوسرے شخص فتح اللہ نے شاہ کو گھوٹے پر سے گسیٹ کر زمین پر دے مارا اور چاہتا تھا کہ گلا کاٹ ڈالے کہ ایک فرانس نے ہینچکر قاتل کا سر کاڑ دیا۔ اسی وقت ستوفی آیا اور اس نے بادشاہ کو بچانے کے لئے اپنے آپ کو شاہ پر ڈال دیا۔ شاہ سمجھے کہ کوئی قاتل ہے اور گہر کر کہا کہ تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو میں نے تمہارا کیا کیا ہے مگر جب اس نے کہا کہ میں ہوں ڈر مت تو شاہ سنبھل گئے۔ نسخہ التوائج میں اس واقعہ کو سیدہ اختلاف سے لکھا ہے کہ شاہ کے اوسان بالکل بجا اور درست رہے اور اپنے آپ کو نہایت استقلال اور جواہر دی سے بچایا۔ اس خوشی میں قاتل نے دو قصیدے لکھے میں پہلے قصیدے میں وہ لکھتا ہے۔

آخر شوال خسرو شد سوار رصید بے آسمانش در عمان و آفتابش در کلا
کز کین ناگاہ جستند و افگندند و تیرہائے آتشین زنی خسروالکتاب
دوسرے قصیدے میں وہ واقعہ کا ذکر اس طرح کرتا ہے۔

آخر شوال را ہر سال زین پس عید کن بے چاکران شاہ را دعوت بنماز ہر کران

ہے بگو شاہد بیازاد ہر دو خازن بخش ہے بگو ساقی ہرہ چنگیز بن سطرین
 عید قربان شہش کن نام دیچو گو سفند ہے دشمنان را سریر در راہ شاہ کاہن
 الغرض اس واقعہ نے بابیوں کی حالت کو بالکل مبتذل کر دیا۔ اور اس
 وقت سے بابی ہونا ایک جرم سمجھا جانے لگا۔ اور جن لوگوں پر بابی ہونے کا
 شبہ تھا سب گرفتار کئے گئے اس میں مرد و عورت بچے سب شامل تھے۔ اتنی
 عنایت یا رحمہی اپنے ضرور کی گئی کہ جو کوئی ان میں سے باب پر لعنت بھیجے گا
 یا اس کے مذہب سے انکار کر دے گا وہ بالکل آزاد کر دیا جائیگا حقیقت میں بڑی
 حیرت انگیز بات ہے کہ بیسیوں تو قتل ہوئے۔ میکڑوں گرفتار ہوئے طرح طرح
 کی تکلیفیں دی گئیں۔ قید کیا شکنجہ بند کیا۔ لوہے گرم کر کر ان کے جسموں پر
 لگائے مگر آفرین ہے اونچی ہمت پر اور نہ معلوم کہاں کا جوش ان کی رگ و پے
 میں سراپت کر گیا تھا کہ ایک بچے کے منہ سے ہی لعنت تو درکنار انکار کا لفظ تک
 بھی نہ نکلا۔ بلکہ اپنی جان دینے کو وہ موجب فخر و عزت سمجھتے تھے اور خوشی خوشی
 ان کے قدم بڑھاتے تھے ان قیدیوں میں آقا محمد علی تبریزی۔ آقا سید حسین
 نیروی۔ آقا سید حسن نیروی۔ آقا سید احمد تبریزی خود باب اور اسکے دو سرے
 ہمراہی بابیوں کے بڑے نامور لیڈر اور علماء موجود تھے جو تھوڑی دیر کے اور
 جہان میں یا اور کوئی وقت جاتا ہے کہ دنیا سے اور دنیا آئسے رخصت ہونے
 کو ہے۔ لیکن اس نامہ را کہ وہ میں ایک حسین عورت بھی ہے جو ان سب میں
 الگ دکھائی دے رہی ہے۔ اور مجھے یہ کہنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ وہ قرۃ العین
 ایک روز صبح کو محمود خان خوش خوش اپنے گھر آیا۔ اور قرۃ العین سے کہنے
 لگا کہ میں تمہارے لئے ایک خوشخبری لایا ہوں۔ آئسے پوچھا وہ کیا، کہا
 کہ تم نیاں بلائی جاؤ گی۔ اور وہ ان تم سے صرف ایک سوال پوچھا جائیگا اور

وہ یہ کہ قرۃ العین کیا تم باہنی ہو۔ بس اس سے زیادہ تم سے اور کچھ نہیں
 پوچھا جائیگا اور یہ سوال بھی ایک معمولی اور رسمی ہو گا۔ تم اس کے جواب میں
 صرف ایک "نہیں" کا لفظ کہہ دینا اور پھر تم ہمیشہ کیلئے آزاد ہو جاؤ گی اور اتنا کہ
 میں تمہارا ہرچ کیا ہے یہ تو سب جانتے ہیں کہ تم باہنی ہو پراسین سرسرا فائدہ
 ہی فائدہ ہے۔" قرۃ العین نے اس کا جواب دیا "تمہیں اب صل خیر معلوم
 نہیں کل جو ہونے والا ہے وہ میرے لئے اس سے زیادہ خوش اور بہتر ہے
 جو تم کہتے ہو۔ کل دوپہر کو تم جو میرے جلانے پر مقرر کئے جاؤ گے۔ اور مجھے
 خدا تعالیٰ اور اعلیٰ حضرت یا بہا کی عام طور پر شہادت دینے کی عزت حاصل
 ہو گی اور اب محمد خان تم دیکھو اور غور کرو جو میں کہتی ہوں۔ کل میری موت
 متعین میری صداقت کا ثبوت دی گئی۔ وہ آقا جسکی تم دل و جان سے خدمت کر رہی
 کر رہے تھے تمہارے اس جوش کی کچھ داد نہ دیگا۔ کچھ زیادہ مدت نہ گزریگی
 کہ تم اسی کے حکم سے نہایت سیرجی کے ساتھ قتل کئے جاؤ گے اس سے پہلے
 کہ وہ بڑی گٹھری پتھر آئے جو اٹل ہے میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ تم اپنے
 دلوں کو اور اس صداقت کے حاصل کرنے کی کوشش کرو جو ہمیشہ قائم رہے
 والی ہے۔"

صبح ہوئی اور کل کا دن آیا۔ اور اس کے ساتھ وہ گٹھری بھی آئی جو آتی ہے تو
 پھر ملتی نہیں قرۃ العین نے اپنے دوسرے ہمارے ہون کے سلطنت کے وزراء
 عقلاء عمدہ داران۔ علماء کی مجلس میں پیش کی گئی۔ اس میں بادشاہ اور
 اس کے مشیر بھی تشریف رکھتے تھے قرۃ العین سے وہی سوال نہایت مناسبت
 کے ساتھ کیا گیا جب کہ اس نے وہی جواب دیا جو اس سے توقع کیجاتی تھی اور اپنے
 باہنی ہونے کو نہایت عزت و فخر کے ساتھ بیان کیا۔ اس جواب سے سب کت

ہو گئے اور نہایت افسوس کے ساتھ اسکے قتل کا فتویٰ دیا گیا۔ اس میں کبھی
 قدر اختلاف ہے کہ وہ کیونکر قتل کی گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے جلادیا گیا۔
 لیکن اکثر کا اتفاق اس پر کہ اسکا گلا گھونٹ کر نگارستان یا باغ ایلٹانی کے
 اندر سے کنوے میں ڈال دیا اور اوپر سے پتھر بہر دئے۔ اسکی موت نہایت ہولناک
 تھی۔ مگر اس نے نہایت جواغردی اور استقلال سے اسے برداشت کیا۔ مرنے
 ایک روز بچو ہے اور اگر قرۃ العین طبعی موت سے نہیں مری بلکہ وقت سے
 پہلے ظالموں نے اسے قتل کر ڈالا تو کوئی تعجب کی بات نہیں دنیا میں ایسے ہزاروں
 اور لاکھوں خون ہوئے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس جواغرد عورت کا نام
 ہمیشہ عزت کے ساتھ لیا جائیگا۔ اور لوگ اسکی ہمت و استقلال اور قابلیت
 کی داد دینگے مگر اس کے قاتل ہمیشہ ذلیل رہیں گے اور دنیا میں نفرت اور
 حقارت کے ساتھ یاد کئے جائیں گے۔

افسوس ہے کہ قرۃ العین کا کلام بالکل تلف ہو گیا ہے اور چند نظموں اور
 خطوط کے سوا کسی اور چیز کا پتہ نہیں لگتا۔ لیکن زیادہ افسوس کی بات یہ ہے
 کہ یہ چند نظمیں اور خط بھی آسانی سے دستیاب نہیں ہو سکتے اور خصوصاً اس
 ملک میں مخالفوں نے اس کے کلام کے تلف کرنے اور بدلنے میں بہت کچھ کوشش
 کی ہے۔ مثلاً اسکے اشعار کو بعض اوقات دوسرے شاعران کی طرف کر دیا
 ہے اور اسکا تخلص نکال کر کسی دوسرے کا تخلص رکھ دیا ہے یا جہان کین
 باب کی طرف کچھ اشارہ تھا اُن اشعار کو بالکل نکال دیا ہے اور اپنی طرف سے
 کچھ اشعار زیادہ کر دئے ہیں تاکہ یہ معلوم ہی نہ ہو کہ یہ نظم کس کی ہے۔ اسلئے بڑی
 دقت اس میں یہ پیدا ہو گئی ہے کہ اگر کوئی نظم اس قسم کی مل بھی جائے تو
 یہ تحقیق کرنا کہ فی الحقیقت یہ قرۃ العین کی نظم ہے نہایت مشکل ہے۔ مجھے بہت

تحقیق اور پہچان میں کے بعد اسکی دو قسمیں ملی ہیں۔ میں نے اسکی نسبت
چند بانی علماء سے بھی خط و کتابت کی چنانچہ وہ بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔
میں اُن دو غزلوں کو بیان لکھتا ہوں۔ گو یہ غزلین شاعرانہ لحاظ سے
اعلیٰ درجہ کی ہوں لیکن آئیکے پڑھتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے
کہ ان کی مصنف ایک عورت ہے اور عورت ہی کون ایک تم رسیدہ فرقہ
کی صرف یہی ایک خیال اسکے لطف اور اثر کو دو بالا کر دیگا۔

من کلام طاہرۃ

جذباًک شوقاً بالجمت بسلاسل الخمر والبلال

ہمہ عاشقان شکستہ دل کہ دہند جان برو ولا

اگر آن صتم ز رہ ستم پے کشتن من بے گنہ

لقل استقام بسیفہ فلقلنا ساضیت ہما صفا

سحر آن نگار ستم گم قدم نہادہ بہ بستم

واذ سائت جمالہ طلع الصباح کاما

نہ چو زلف غالیہ بار او نہ چشم فتنہ شعار او

شدہ نافہ ہمہ خشن شدہ کافرے ہمہ خطا

تو کہ غافل از ہے و شاہ ہے پے مرد عابد و زاہد ہے

چہ کہم کہ کافر جاہد ہے ز خلوص نیت اصفیا

بہر از زلف سلف پے اسپ وزین سدرتے

ہمہ عمر منکر مطلقہ ز فقیہ فارغ ہے نوا

تو وہ ملک و جاہ سکدری من و رسم و راہ قلندر ی

اگر آن خوش است تو در خور می و گراین بدست مرا
بگذر ز منزل ما و من بجزین بملک قفا و طن
فاذا فعلت بمثل اذا فلقد بلغت بما تشاء

دیگر

لمحات و جہات اشرف و شعاع صلتك اعتلا
نہ چہ را و المستاب و لیکن زنی بزنی کہ بلے بلے
بجواب بلبل است تو ز و لا چہ کوس بلے زوند
ہمہ خیمہ زد بدرو لم سپہ عجم و حشم بلا۔
من و عشق آن مہ خوب رو کہ چوز و صدایے بلا بدرو
بشاطر و قہقہہ شد خسرو کہ انا الشہید و بکر بلا
چو شہید نالہ مرگ من پے ساز من شد و مرگ من
فمنشی الی مہر و لا و بکے علی محبہ لاجلا
چہ زند کہ آتش حیرتے ز نیم بقتلہ طور و ل
فہلکۃ و د کلکۃ مستدا کہ گاہ انتہا نہ لا
پے خوان دعوت عشق او ہمہ شب زخیل کر و بیان
رسد این صغیر مہینے کہ گروہ غمزدہ الصلا
تو چہ قلص ماہی حیرتی چہ دے ز بحر وجود و دم
بشیں چو ظاہرہ دم بدم بشو خروش جنگ لا

علاوہ اسکے قرۃ العین کی تصنیف سے ایک مثنوی بھی ہے۔ جو مثنوی
مولوی جلال الدین رومی کے وزن پر ہے۔ اور جسکے کئے سو شعر ہیں۔

ایکے شروع کے دو شعر یہ ہیں۔ اشعار

در عشق آسے ای طہر عما	در شعر انداز اور اقی شنا
آدمی را سوے جنت باز آ ر	در مقام سر وحدت باز آ ر

اس سوانح عمری کو بہنے معلم سنوان سے نقل کیا ہے جبکہ مولوی محمد حسین صاحب مالک رسالہ مذکور نے مولوی محمد عبدالحق صاحب بے آسے کی کتاب تاریخ بایان دین سے نقل کیا ہے اگرچہ اس لایق خاتون کے حالات میرے ہاتھ پہنچے تھے مگر وہ ایسے مختصر اور مجمل تھے کہ مولوی صاحب موصوف کے کامل مضمون کو دیکھ کر بس یہ جی چاہا کہ اپنے مضمون کو کاٹ ڈالوں اور او کی جگہ اس واضح اور صاف صاف مضمون کو اپنی کتاب میں درج کر دوں۔ بھوکا یہی ہوا اور نذر ناظرین کیا گیا۔

حرف الکاف

کو کب۔۔ اس خاتون کا اصلی نام ستارہ بانو تھا اور کو کب تخلص شیخ اشعار مصلح الدین سجدی شیرازی کی دختر نیک اختر تھی۔ اس کا یہ مطلع مشہور ہے۔

عشقنازان رو بسوے قبلہ آن کو کنید	ہر کجا مہربان برودیش نماید و کنید
کالمہ۔۔ عہد اکبر شاہ دین یہ خاتون موجود تھی۔ فیضی کے مرثیے میں جو اس نے رباعی لکھی ہے وہ یہ ہے۔	

فیضی مخور این غم کہ دلت تنگی کرد	باپائے امید عمر تو سسنگی کرد
می خواست کہ مراغ روح بنی بر دست	زین واسطہ از قضی شب آہنگی کرد
کینز فاطمہ۔۔ شاہ سلیمان کابلی کی والدہ کا نام ہے۔ یہ مطلع اس کا مشہور ہے۔	

سزد کہ فخر برد آسمان بدو را نم / کنیز فاطمہ و مادر سلیمان

حرف المیم

مہری :- یہ خاتون حکیم عبدالعزیز ہراتی کی بی بی تھی۔ شاہنچ میرزا جو گوہر شاہ حکیم کا صاحب تھا اس کے زمانہ میں یہ دونوں موجود تھے۔ مہری کی موزون طبیعت اور شیرینی کلام نے اس کو بہت مشہور کر دیا تھا۔ اس کی ایک غزل اور چند شعر یہاں لکھے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں :-

بج ہر خارے کہ آن از خاک من حاصل شو	زادہ ار سوک ساز دست و لایق شو
کردم برادج برج نہ خوشن طالع	ہاں اسے حکیم طالع سعد سن نگر
یار بچہ سر شرم ز چہ آب و چہ گل بہت	میل ہمہ سوسے و لبران چگل بہت
گر میل مرا بسوسے پیران بودے	از پیر ضعیف نا تو انہم چہ کل ست

غزل

حل ہر نکتہ کہ از پیر خرد مشکل بود	آز مودیم بیک جرعہ مے حاصل بود
گفتم از مدد سہ بہم سبب حرکت	در ہر کس کہ ز دم بے خرد و لایق بود
خواہم سوز دل خویش بگویم با شمع	داشت خود او بزبان ایچہ مراد دل بود
در چین صبح دم اگر گریہ و زاری دلم	لالہ سوختہ خون در دل پاد رکل بود
ایچہ از بابل و ماروت روایت کردند	سحر چشم تو بدیدیم ہمہ راشا مل بود
دوستے بود تماشا سائے رخت مہری	حیف صد حیف کہ این دولت مستعمل بود

حسینی :- یہ خاتون سلطان شجر سلجوقی کے یہاں نہایت عزت و حرمت سے اپنی زندگی بسر کرتی تھی موزون طبیعت اور رعنائی قامت اس کی مشہور ہے

اسکے چند اشعار درج ذیل ہیں۔ اشعار

افگند و بخت و گفت این جہت مرا	قصاب چنانکہ عادت اوست مرا
دم سید ہدم تا بکشد پوست مرا	سہ باز بقدر سے ہندیر پا ہم
ز نوح آمد و لالہ را بہ منقار گرفت	افسوس کہ از طرف کلت خار گرفت
شجر فلب لب لعل تو ز نگار گرفت	سیماب ز نخلدان تو آورد سہاد
در ہا کہ بنوک غمزہ سفتہ ہمہ رفت	شبہا کہ بنا ز با تو خفتہ ہمہ رفت
لشکستن آن درست می دانستم	نہن عمد تو سخت سست می دانستم
آخر کردی نخت سے دانستم	ہر دشنے سے دوست کہ با من کردی
پد بیضا دگر دوست تو درست دگر	جام را بر کف دست تو نشست گدا

اس کی ایک نقل مشہور ہے۔ سلطان بنجی کے ساتھ ایک جلسے میں شب کے وقت بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ جہتی نے ہوا خوری کے لئے بنجی سے اجازت چاہی۔ جہتی اجازت لیکر باہر جا کر کیا دیکھتی ہے کہ برف پڑ رہی ہے۔ وہاں سے واپس جا کے شاہ کے جلسے میں شامل ہو گئے شاہ نے جہتی سے دریافت کیا کہ ہوا کیسی ہے۔ اس کے جواب میں اُس نے یہ رباعی پڑھی۔ رباعی

شاہ فلک اسپ سعادت زین گردا	وز جملہ خروان ترا تحسین کرد
بر گل نہند پائے زمین سیمین کرد	تا در حرکت سمند ز زمین نعلت

محمدی جان :- اس تکلیف خاتون کا اصلی نام عباسی بیگم ہے اس نے اپنی درو آمیز سوانح عمری اپنے خاص قلم سے لکھ کر ہمارے پاس بھیجی ہے اس کی صاحبزادی کا نام سید النساء بیگم ہے یہ وہی خاتون ہے جنہی خاطر سے ہم نے یہ کتاب لکھی ہے۔ ابتداء میں اس کی ایک نظم بھی ہے جو نہایت خوش اسلوبی سے لکھی گئی ہے۔ ناظرین اس کی درو آمیز سوانح عمری

ذیل کی نظم سے شروع ہے ملاحظہ فرمادین۔

نظم محمدی جان صاحبہ

کی عطا جس نے فہم اور ادراک
جاننے میں سب اوس کو جان نجان
کہ یہی ہے طریقتِ اسلام
کرتی ہے اسطرح سے اب تحریر
جو کہ خود افتخارِ عالم ہو
اور مرکب ہو لوز سے منمور
جس کی خوشبو سے آبِ ہونہ گلاب
اور یوم الحساب سے آزاد
آپ سیدِ بہن آلِ پاک رسول
آپ نے بیحدی ہے آنکی کلید
اُن پر احسان بے شمار کیا
تہین گرفتار پنج دہم بلا
جنگی اب تک خراب ہے سٹی
لکٹی جاے سوانحِ عمری
کہ یہ نوان بہن جبل میں مشہور
کہ زمانے میں جس سے ہو کچھ نام
قید میں جسطرح کوئی مجبور
انکی حالت سے مرد بے پڑا

ابتدا ہے بنام ایند پاک
سب جہان میں عیان ہو آنکی شان
بعد ابلاغ تحفہ ہائے سلام
عاجز و کمترین و بے توقیر
اُس کی تالیف کیوں نہ اکرم ہو
شاخِ طوبے کا ہو قلم پُر لوز
حوضِ کوثر کا اوس بہن ڈالون آب
حقِ تعالیٰ رکے ہمیشہ شاد
مع یہ آپکی نہیں ہے فضول
تھے مقفل زبون کے بختِ پلید
خفہ بختوں کو ہوشیار کیا
ان کی فریاد کون سنتا تھا
کیوں خبر ہوتی آنکی حالت کی
جب یہ تدبیر آپ نے سوچی
یہوں سے ہو گیا ہے یہ دستور
نہیں کر سکتیں کوئی ایسا کام
علم و دانش ہنر بہن سب مستور
لکھتے پڑھتے کو جانتے ہیں برا

<p>جیسے ادلے ہو کوئی خدنگار پڑھنا عورت کا جانتے ہیں عیب مدرسہ میں ہے تم نے پاس کیا نام لیتے ہیں تو کراہت سے سنتے ہیں اُنکے ہم زبانوں سے سنیکڑوں نام سہکودہرتے ہیں بخت عورت کا ہوا بیدار پہر تو گھلبا بیگی یہ سب قلم مرد جہاں ہوں گے شرمندہ لکھ سوارخ میں جالی بیچ و سرور</p>	<p>گرمیں رہتی ہیں یوں ذلیل خوار مرد ہیں یا کہ ہیں رجال الغیب اور نکالا ہے ہم میں عیب بڑا دیکھتے ہیں ہمیں حقارت سے لکھنے پڑھنے کے طعنہ کانوسے اپنی عادت سے کب گزرتے ہیں شکر کرتی ہوں میں ہزار ہزار جب چھپے گی سوارخ عیب جب یہ نور شید ہوگا تابندہ اب نہ دے طول نظم کو مستور</p>
<p>بابے دلاں بیاغ جہاں ہم چو برگ گل پہلوئے یکدگر ہمہ در خون نشہ ایم</p>	
<p>بندی خاکسار مصیبت آثار ادا بار نشان عباسی بیگم عرف محمد یگانہ ناظرین باتمکین کی خدمت بابرکت میں سودب دست بستہ عرض کرتی ہے کہ یہ کندہ ناتراش آلودہ فکر معاش اچھا لکھنا پڑھنا نہیں جانتی صرف کاروائی کریکتی ہے امداد عرض ہے کہ سیرگداستان دروآ میز مصیبت فیز جس صاحب وقار کی نظر اشرف سے گزرتا ہے میری بے استعدادی اور کم لیاقتی کا عیب پوشی فرمائیں۔ ۶</p>	
<p>برکر بیان کارڈ دستور نیست</p>	
<p>میری زبان مادری حسب محاذہ زمانہ سابق ہے لایق تخریر اور قابل تحریر نہیں سوارخ عمری کا لکھنا ایک امر اہم ہے چونکہ نواز شاہ صاحب نے فرمایا ہے</p>	

۱۰۔ میرے والد بطلب سوانح عمری اس عاجزہ کے آیا اور میری پیاری دختر
لخت جگر نور نظر سید النساء بگیم نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ سوانح عمری
اپنی لکھوں۔ چارنا چار قلم ماتہ میں لیا اور لکھنا شروع کیا۔ اب ذرا متوجہ ہو کر
میرے بچ و راحت کا حال لکھو دل سنیں۔

عباسی بگیم عرف محمد یحیٰ جان کا نسب

میرے دادا شیخ محمد روشن صاحب پانی پتی قوم قریش مخدوم شاہ
بہاؤ الدین بہاء الحق قدس سرہ کی اولاد سے ہیں۔ ان کے جد امجد شیخ احمد صاحب
بعد عالمگیر شاہ دہلی ملتان سے جہت حصول علم دہلی میں تشریف لائے بعد
حصول علم دین وغیرہ دستار فضیلت معہ فرمان معافی اراغی واقع قصبہ
پانی پت حضور بادشاہ سے لیکر قصبہ مذکور میں قیام پذیر ہوئے۔ جنگاوار
سبارک حملہ قریش میں اب تک موجود ہے اور ہر سال ماہ ربیع الثانی میں
عرس ہوتا ہے اور مشائخین کا اجتماع ہوتا ہے۔ میرے دادا صاحب
محمد روشن کی شادی سماءہ مقبول النساء جو خاندان پیر کا لے صاحب سے تھیں
دہلی میں ہوئی تھی۔ زمانہ بہاد گردی میں وہ اپنی بی بی کے فرخ آباد میں جا کر
سکونت پذیر ہوئے۔ اور اسی شہر میں ان کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا
ہوئیں۔ دو بیٹوں اور تین بیٹیوں کی شادی وہیں کر دی۔ مگر میرے
باپ خور و سال تھے یعنی ۲ سال کی عمر ہی ان کے والد محمد روشن نے انتقال
کیا بعد چھ سال اپنی والدہ کے پاس رہے میرے والد کے بہنوئی شیخ
محمد ششم تجارت پیشہ تھے ان کو اپنے ہمراہ کلکتہ میں لگئے ۱۲ سال تک ان کے
ہمراہ رہ کر کاروبار تجارت اور نوشت خواندہ میں ملکہ حاصل کیا جب فرخ آباد

میں واپس آئے تو اپنی والدہ کو زندہ نہ پایا یعنی انکا بھی انتقال ہو گیا تھا
میرے باپ فوج آباد میں اپنی بہن کے پاس رہنے لگے۔

عباسی گیم عرف محمد یحان کے نانا کا حال معہ وقفا

میرے نانا کا نام محمد نور علی تھا فردوقی خرقہ کے شیخ باشندہ گردونواح
شاہجہانپور کے تھے انکے باپ شیخ سخاوت علی کسی انگوٹزی فوج کے صوبہ دار
ہبادر تھے جس کے پلٹن کا نام ہنر سبھے یاد نہیں۔ جب بہرپور سلطانہ عین
نامک ڈیک پر لڑائی ہوئی صوبہ دار ہبادر کے گولی لگی اور جان بحق ہوئے
میرے نانا کی عمر ۲۲ سال کی تھی اور یہ اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے تھے کل
اثاث البیت معہ میں ہزار روپیہ نقد اور پانچ سو اشرفی اور چند انگشتری طلائی جہیز
جو اہل تہذیب ہاں نصب تھے سو چند کس لونڈی و غلام واسپ وغیرہ ترکہ پیری
سے انکو ملا۔ انکی والدہ کا انتقال انکے باپ کے سامنے ہو چکا تھا اور کوئی شہسوار
نہ تھا اثاث البیت اسپ سواری فروخت کر دیا لونڈیوں اور غلاموں کو کچھ
کچھ زر نقد دے کر آزاد کیا۔ لیکن دو غلام سمیان شادیخان وزیر خان نے
جو انکے ہم سن اور رفیق تھے انکی مفارقت گوارا انکی اسلئے انکو اپنے پاس لے لیا
اور بہرپور سے جانب کلکتہ روانہ ہوئے دیر لے ہو گئی میں کشتی پر سوار تھے
کہ طوفان آیا اور کشتی نے چکر کھایا ملا حوں نے ہر چند کوشش کی لیکن کشتی
غرق ہو گئی۔

ناظرین میرے نانا کو علم شناسنا درمی میں دستگاہ کامل تھی بجز و غرق ہونے
کشتی کے ادھون نے ہر دو غلاموں کو تہ آب سے باز و بیکر کر نکالا۔ اور سطح آب پر
چار زانو بیٹھ کر زانو سے راست پر ایک غلام اور زانو سے چپ پر دوسرے غلام

اہٹا کر شنداری کرنا شروع کی تھوڑی دیر پہنچے تھے کہ ناگمان سامنے سے ایک
 صاحب ڈنڈ میر نامی جو کسی فوج کے کرنل تھے ایک بجرے پر شکار کیلئے ہوئے
 آہے تھے۔ میرے نانا کو چار ڈانوس طع آب پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر حیران ہوئے
 اور انکے نکلوانے کی کوشش کی اور بجرے کو قریب لاکر انکو بجرے پر سوار
 کر لیا اور ہستفہ حال کیا۔ ہر دو غلامان نے کیفیت گزشتہ مع حالات غرق
 بیان کی صاحب ممدوح نے انکی خدمتہ حالی اور تباہی پر رحم کہا کہ ملا حون
 کو حکم دیا کہ غوطہ زنی کرن جو بال مغروقہ برآمد ہو سکے نکالین۔ یہ حکم سنئے ہی
 فوراً غواصوں نے غوطہ لگا کر تیر آب تلاش کیا تو کل اسباب مغروقہ سے ایک
 خریطہ پیرمی جس میں پانچواں شرفی مذکورہ بالا مسد انگشتری ہائے و قہر صوبہ دار
 صاحب بہادر دستیاب ہوا۔ وہ خریطہ پیرازر و جواہر صاحب بہادر کے پیشکش
 کیا صاحب موصوف نے دو انگشتری طلائی جس میں ہیرا و زمرد نصب تھے
 پسند کر کے قبول فرما دیں اور باقی انگشتری سمہ یا لفسدا شرفی میرے نانا صاحب
 کو واپس دیں اور شہرہ روپیہ ماہوار مقرر کر کے اپنی مصاحبت میں رکھا۔ اور
 چند روز کلکتہ میں مقیم رہے اور یہیں ایک شریف خاندان کی بی بی مسماۃ
 ضیاء النساء سے اپنی شادی کی۔ اس بی بی بنگالین سے انکی اولاد نہ ہوئی تیب
 گوانکو وطن جانے کی بی بی ضیاء النساء نے ترغیب دی اور کہا ہماری عجم
 انخطاط کو پہنچی مگر نخل مراد باور نہ ہوا۔ میری خواہش ہے کہ آپ کے وطن جاؤ
 اور تمہاری والدہ کی قبر کی زیارت کروں اور دعا مانگوں شاید خداوند کریم انکی
 روح کی برکت سے ہمارا واسن امید گوہر مراد سے پر کرے چونکہ ایک مدت
 سے میرے نانا صاحب اپنے وطن سے علیحدہ تھے وطن جانے پر راضی
 ہو گئے۔ سب باعی

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر بخار وطن از سبیل دریجان خوشتر بود
 کہ بمصر بادشاہی میکرد یعنی گفت گدا بودن کنعان خوشتر بہ الفکہ مصر
 نانا صاحب معہ اپنی بی بی بنگالن کے وطن میں پہنچے۔ وہاں محمد عبداللہ
 نانی انکے قریبی رشتہ دار بڑے معزز و ممتاز آدمی تھے وہ بھی فوت ہو چکے
 تھے۔ انکی ایک بیٹی سماء نصیباً نساء بعمر دہ سال اپنے مامون محمد یوسف کے زیر
 پرورش پاتی تھی۔ بی بی بنگالن نے جوہن دیکھا اس لڑکی کے حسن جمال
 خدا داد پر فریفتہ ہوئیں۔ اور انکے مامون محمد یوسف سے درخواست کی۔ کہ
 اس لڑکی کی شادی میرے شوہر سے کر دو میں دیرینہ سال اور لا ولد ہوں
 شاید خداوند کریم اپنا کرم کرے اور کوئی اولاد اس لڑکی کے بطن سے
 پیدا ہو جائے۔ اور ہمارے مال و اسباب کا وارث ہو۔ غرض کہ انکو اسودہ
 حال اور اپنا ہمعوم دیکھ کر باوجود اس لڑکی کی کم سنی کی شادی کر دی اس
 یہی خاتون اس عاجزہ کی نانی ہیں۔ اس شادی کو نہوڑا عرصہ گزرا تھا کہ
 کرنل صاحب مذکور کی تبدیلی دہلی کی ہوئی یہاں پہنچ کر صاحب موصوف
 نے میرے نانا صاحب کو پیر یاد کیا اور انکے وطن سے دہلی میں بلایا تو
 بیبیان اور ہر دو غلام انکے ہمراہ آئے۔ صاحب ممدوح نے انکے آنے
 سے پیشتر ایک احاطہ دہلی میں متصل باغ ملک معظّم جس عکبہ اب مورسے
 ہے معہ چند مکانات بچتہ تعمیر کرایا تھا جو میرے نانا صاحب کو عطا فرمایا۔ اور اس
 مکان میں بارام تمام رہنے لگے اور بہت سی جائداد خرید کی تو بڑے
 عرصہ کے بعد ان کی ایک دختر نیک اختر پیدا ہوئی جبکا نام جو اہر بیگم
 رکھا گیا۔ بعد اسکے بی بی بنگالن نے وفات پائی اور ڈنڈ میر صاحب
 پیش لیکر ولایت کو تشریف لے گئے اس زمانے میں دہلی سے میرٹھ

سک میرے نانا صاحب کی ڈاک گاڑی چلتی تھی اور تجارت بھی کرتے تھے جوت
 انتظام ڈاک میرے جانے کا اکثر انکو اتفاق ہوتا تھا۔ انہیں دنوں میں کمپ
 میرٹھ کی بنا ہوئی جبکاستہ مجھے یاد نہیں۔ صاحب جٹریٹ کمپ کے ایک
 قطعہ زمین واسطے آبادی انکو عطا فرمایا۔ جسکے تین حصہ کر کے نانا صاحب نے
 حسب ذیل تقسیم کئے۔ ایک حافظ نصیر الدین صاحب رئیس بداون کو کہ میرے
 نانا صاحب کے دلی دوست تھے دیا اور دوسرا قطعہ پرہو لال بقال کو کہ
 انکے کار تجارت میں گماشتہ تھا اور ایک اپنے پاس رکھا یہ تینوں احاطے
 برابر برابر تقسیم ہوئے جو صدر بازار کمپ میرٹھ میں اب تک موجود ہیں۔ پورے
 میرے نانا صاحب نے اپنی بی بی نصیب النساء بیگم اور اپنی دختر جواہر بیگم
 کو ہمراہ ہر دو غلامان مذکورہ بالا صاحب سباب خانگی میرٹھ میں بلالیا اور
 احاطہ میں رکھا انکی دختر جواہر بیگم کی عمر قابل شادی کے ہو گئی تھی اسی
 درمیان میں میرے والد کے بہنوئی محمد اپنے قبائل اور میرے باپ کے
 سباب تجارت لیکر قریح آباد سے چھاؤنی میرٹھ میں تشریف لائے اور میرے
 نانا صاحب کے احاطہ میں مکان کرایہ لیکر رہے جب میرے والد شیخ
 امان اللہ کو لایق و فایق دیکھا بعد گفت و شنید اپنی دختر جواہر بیگم
 کی شادی انکے ساتھ کر دے اور کل کارخانہ تجارت ڈاک اپنی داماد کے
 سپرد کر دیا اور فرمایا۔

سپر دم یہ تو مایہ خویش ما + نو دانی سباب کم و بیش را
 میرے والدین کے حسب ذیل اولاد ہوئی۔
 محمد احسان اللہ صاحب متخلص بہ مخیر جو مقام رڑکی پلٹن سمرینا

کے میر منشی ہیں۔

منشی محمد ضیاء الدین صاحب مرحوم۔ (۳) مولوی فخر الدین صاحب مرحوم
(۴) بابو آفتاب الدین صاحب جو بارگ ماسٹری کے دفتر میرٹھ میں ملازم
منشی عبد العزیز صاحب مرحوم (۵) علاء الدین مرحوم۔ (۶) علی الدین
میرٹھ کلان شاہ بیگم جو کپ میرٹھ احاطہ مذکورہ بالا اپنے حصہ کی مکان میں
سہ اپنی اولاد بہتی ہیں۔ (۷) مہر جان بیگم مرحومہ۔ (۸) نور جان بیگم
مرحومہ (۹) عباسی بیگم عرف محمدی جان۔ (۱۰) بنی بیگم مرحومہ (۱۱) لاڈلی بیگم مرحومہ۔

عباسی بیگم عرف محمدی جان کی پیدائش

ناظرین یہ خاکسار اپنی والدین کی گیارہویں اولاد ہے۔ میں بتایا کہ ۱۳۲۰
رجب المرجب ۱۳۲۰ ہجری روز یکشنبہ ۱۰ بجے صبح کے پیدا ہوئی آغاز
مہبت میری یہ ہے کہ جب میں پیدا ہو چکی تو میرے والد شیخ امان اللہ
صاحب بیمار شدہ بد قریب المرگ ہوئے چار روز تک انکی حالت ردی رہی
اور تمام گہرام سہارا ہوا جو شخص انکی بیماری کی خبر سنکر آتا تھا میرے
پیدا ہونے کا حال معلوم کرتا نہایت کراہت اور بے قدری سے مجھ پر نظر ڈالتا
تھا اور کہتا تھا کہ یہ لڑکی نہایت نحوس ہے کہ اسے پیدا ہوتے ہی گھر کے
مالک کا ایسا حال ہوا اس چار یوم کے عرصہ میں مجھے کتنی شہد و شیر وغیرہ
کچھ نہیں ملا صرف غسل و لاوت دیکر اور ایک پارچہ سفید مین لپیٹ کر چار پائی
پر ڈال دیا گیا۔ خالق مطلق کے حکم سے اور حافظ حقیقی کی عنایت سے میں
زندہ و سلامت رہی پانچویں روز جب میرے والد کو ہوش آیا اور مرض

میں افاقہ ہوا تو اول میرے پیدا ہونے کا حال دریافت فرمایا۔ باستماع
 میری حالت کے نہایت افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ یہ لڑکی نہایت خوش
 نصیب اور مبارک پیدا ہوئی ہے کہ میں بچہ اجل سے بچ گیا۔ پھر حکم دیا
 کہ میرے سامنے ٹھالاؤ جب میری پہوئی اوٹا کر لائیں تو والد مرحوم
 نے مجھے اپنی آنکھوں میں لیا اور میری پیشانی سر پر بوسے دئے اور نہانہ
 در بدر خوشی و غم جمی ظاہر کی اور سماء بخشی خاتم زوجہ محمد عمر خان کو بلا کر مجھے
 دیا اور کہا کہ تم اس لڑکی کی پرورش کرو جیسا کہ تمہیں میرے اور بیٹوں
 کی پرورش کی ہے اور میری والدہ سے فرمایا کہ تم کما حقہ اس کی نگہداشت
 رکھو۔ الغرض میں بر نصیب پرورش ہونے لگی۔ جب میری عمر ڈیڑھ سال
 کی ہوئی تو بہ تقریب شادی اپنے بیٹھے حاجی شیخ رحیم بخش صاحب کے
 میرٹھ سے فرخ آباد کو میرے والد صاحب معہ عیال و اطفال روانہ ہوئے۔
 ناظرین میرے فرخ آباد اس زمانہ میں بہلی کا راستہ دس یوم کا تھا۔
 جب ہا یوڑ پہنچے تو ایک سڑے خام شکستہ مین جبکا ہانک وغیرہ درست
 نہ تھا اترے۔ بعد خورد و نوش بوجہ ماندگی راہ سب لوگ غافل ہو کر سو گئے
 بوقت دو بجے شب کے ایک گرگ سڑے مین آیا اور مجھے میری والدہ
 کے پہلو سے اوٹا کر لے گیا۔ قصائے کار ایک ہیشیا نامی نامی جاگتا تھا۔
 پس اسے بہیڑ یا بہیڑ کے غل مچایا۔ اسکی آواز سنکر تمام مسافران سڑا
 جاگ اٹھے جب مجھے میری والدہ صاحبہ نے اپنے پہلو میں نہ پایا تو میرے
 والد کو پکارا کہ عباسی بگم کو بہیڑ یا لے گیا یہ سنکر میرے والد مرحوم اور بچلے
 بہالی منشی محمد ضیاء اللہ صاحب مرحوم اور چند مسافران سمہ ہیشیا روں
 کے اوس کے تقاب مین جانب صحراروانہ ہوئے۔ دوان دوان اُس کے

بیچے تین کوس تک میری تلاش میں چلے گئے۔ یہاں تک کہ صبح صادق نمود
 ہوئی اور آفتاب پر آب و تاب سے اپنا چہرہ لوزانی پر وہ مشرق سے باہر نکلا
 تو اسکی روشنی میں اوس بیٹھے کے پانوں کے نشان ملے اور وہ نشان
 ایک ہیشہ تک پہنچے۔ جب میرے رونے کی آواز مردان جوئندہ نے
 سنی تو معلوم کیا کہ ابی ہیشہ سے رونے کی آواز آتی ہے۔ جب میرے
 باپ نے بغور دیکھا تو مجھے اُس جگہ صبح و سلامت پایا باہر نکالا صرف میرے
 یاکین باز و پر خفیف سے چار زخم دندان گرگ لگے تھے۔ جبکہ نشان ابتک
 موجود ہے۔ میرے پیارے ناظرین بیٹھے نے لیجا کر مجھے اپنے بہترین
 رکھا اور کسی طرح کی گزند نہ پہنچائے اور خود مفرد ہو گیا۔ یہ بھی ایک نمونہ
 قدرت حافظ حقیقی ہے۔ ع

عدد شود سبب خیر گر خدا خواہد

جب میرے باپ مجھے اپنی آغوش جان میں اٹھا کر معہ ہمراہیان سرے
 میں واپس آئے تو میری والدہ کا حال گریہ و زاری و بیقراری سے نہایت
 روی تھا۔ مجھے دیکھ کر سجدہ شکر یہ ادا کیا اور حتی الوسع خیرات کی اور وہاں
 سے مع الخیر فرخ آباد میں پہونچ کر شریک شادی ہوئے۔ بعد الفزع شادی
 مذکور میری میں واپس آکر بدستور سابق رہنے لگے۔ ناظرین پر واضح ہو
 کہ قبل از اجراء ریل جو جو مصائبات اور تکلیفات مسافروں کو برداشت
 کرنی پڑتی تھیں وہ محتاج بیان نہیں ہماری گورنمنٹ نے اپنی رعایا کو اجراء
 ریل سے وہ آرام دیا کہ جیسا شکر یہ ادا نہیں ہو سکتا۔

شعر

ہوا وہ ریل کے اجراء سے خلق کو آرام | سفر میں نام نہ باقی رہا صوبت کا

میرے عمر زمانے قدر ۱۵۵۷ء میں ہشت سالہ تھی جب میری والدہ کا انتقال
ہوا صرف دو بیٹے ایک پڑی بیٹی کی شادی انکے سامنے ہوئی تھی باقی
ہم سب بہن بھائی ناگد خدا اور صغر سن باپ کے زیر سایہ پرورش پاتے
رہے انکی شفقت کا حال خراج از تحریر ہے۔

میرے مامون صاحب حاجی نجف علی مرحوم جو میرے بھائی مولوی
مخدوم الدین صاحب کے بہن تھے۔ اپنے حصہ کا احاطہ مذکورہ میری والدہ
کے ہاتھ فروخت کر کے ۱۵۵۷ء میں میری نانی صاحبہ و غلام مذکور و زیر خانہ
بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے تھے بعد وفات میری والدہ کے ۱۵۵۸ء
میں کعبہ شریف سے واپس آئے محکومانہ صاحبہ سے کمال درجہ اشن تھا۔
انکو اپنے دختر کے فوت ہونے کا رنج و ملال اور مجھے انکے واپس آنے
کی خوشی حاصل ہوئی چونکہ میں خوگر کہانی سننے کی تھی بنرض کہانی اپنی
نانی کے پاس سونے لگی والدہ کا رنج وفات جاتا رہا۔ یہ میری خوشنودی
خاطر کی واسطے بطور کہانی میرے نانا صاحب کا تذکرہ بیان کرتیں اور میں
بشوق تمام دل لگا کر سنتی تھی جو اس وقت درج سوانح عمری کیا گیا۔

عباسی بگیم عرف محمد جان کی تعلیم

میری تعلیم کا یہ حال ہے کہ اس زمانہ میں مدارس زمانہ جاری نہ تھے شرفاء
کی لڑکیاں صرف قرآن شریف اور سائل دینی پڑھتی تھیں میرے والد
نے اسی کی تعلیم دی اور گلستان سعدی و ہند نامہ سعدی وغیرہ اور چوٹی
چوٹی کتابیں فارسی اور اردو میں اپنے چھوٹے بھائی عبدالعزیز مرحوم
کے ساتھ پڑھتی رہی اور مجھے اپنے بیٹے محمد محمود مرحوم و بھائی محمد اسماعیل

کو لکھتے ہوئے دیکھ کر لکھنے کا شوق ہوا اور بغیر اصلاح اوستاد کے پوشیدہ
 لکھتی رہی اس وجہ سے کہ یہ قدر لکھنا پڑھا لکھا جواب بکار آمد ہے۔ چونکہ
 میرے بڑے بہائی صاحب ہاشمی محمد احسان الدین متخلص بہ مخیر مشاعرہ مدین
 اپنی تصنیفات سے غریبات مدحیہ پڑھتے تھے اور ان کے مسودات کو مدین
 اور یہ تینوں لڑکے مذکور بالا جو میرے بھولی اور نیم کتب تھے دیکھا کرتی
 تھی اسی وجہ سے اس عاجزہ کو بھی شوق نظم ہو گیا تھا۔ اور کبھی کبھی تک بند
 کر لیتی تھی چنانچہ یہ غزل نعتیہ اس ہیچان کی تصنیف اسی زمانہ کی ہے۔

غزل نعت

مطلع

کہ خالق ہے خود قدردان محمدؐ	رسولوں سے بزرگ و شان محمدؐ
زبانِ خدا ہے زبانِ محمدؐ	کلامِ خدا ہے بیانِ محمدؐ
وظیفہ یہ ہو عاشقانِ محمدؐ	محمدؐ محمدؐ زبان پر ہو ہر دم
پسند آئی خالق کو آنِ محمدؐ	خدا عاشق انکا یہ عاشقِ خدا
ہے روح الامین ایساں محمدؐ	ملا یک جو کاتے ہیں ہر آستانہ
خدا جبکہ ہو مہربانِ محمدؐ	شفاعتِ کامت کو ہو کیا تر د
چلو دیکھ لین آستانِ محمدؐ	ہے مستور کیا زندگی کا بہرہ

جبکہ میرے والد نے مجھے بجانب کلام نظم مائل پایا تو مستور متخلص فرمایا
 اور اسی عرصہ میں پانچہ جات کی قطع برید اور دوخت و دیگر کاموں میں
 ہی عمارتِ حاصل کی

عباسی بکیم عرف محمد یحیٰ کی شادی بلکہ بربادی

میرے خسر قاضی شرف الدین احمد بایں شدہ قصبہ کوتانہ ضلع میرٹھ جو کنناٹ
دریا کے جن پہ واقع ہے تھے انکی کچھ خلق اور غل جبر تقدی کا حال بخبرنگا
قصبہ مذکور پر آفتاب کی طرح روشن تھا۔ اسوجہ سے ان کی قوم اور بادی
نے قصبہ مذکور میں ان کے بیٹے قاضی بدرالدین احمد کو بیٹھ نہ دی۔ چونکہ
مجھ بد نصیب کو ان کے دام بلا میں گرفتار ہونا تیار صورت ہوئی کہ قاضی صاحب
مذکورہ تلاش نسبت اپنے بیٹے کے منتر میرٹھ میں آئے شہر میرٹھ مکپ سے
ایک میل کے فاصلہ پہلے وہاں ٹیہرے رفته رفته میرے باپ سے ملاقات ہوئی
اور میرے باپ کا احاطہ جسکا ذکر پہلے کر چکی ہوں اس کے مکانات دوکانات
اور میرے بہائیوں کا اسباب اور سامان اجلا دیکھ کر قاضی صاحب مخدوم
کے متہمین پانی بہر آیا۔ اور دام تدویر یوں بچایا۔ ایک مشاطہ سماء فیما نامی
کو بلا کر میرے باپ کے گھر بھیجا۔ تاکہ دریافت کرے کوئی لڑکی ناکد خدا ہے
یا نہیں۔ مشاطہ مذکور کسی جیل سے گھر میں آکر میری ناکد خدائی کا حال دریافت
کر گئی۔ جا کر کہا کہ ایک لڑکی بن یا ہی اونکے گھر میں ہے اب تو ان کی مراد دی
برآئی اور روزِ مہرہ باپ سے ربط اتحاد بڑھانے لگے۔ آخر الامر میری درخواست
کی میرے والد نے صرف انکا حسب نسب دریافت فرمایا اور چال چلن سے
بے خبر رہے۔ میرے والد پھیلی وضع کے سادے آدمی تھے انکی درخواست
قبول کر لی اور میری نسبت کر دی اسوقت میری عمر ۱۲ سال کی تھی بویا بگم

نسبت قاضی جی صاحب اپنے وطن کو واپس چلے گئے اور چار برس تک
 خیر نہ لی کہ ہم کسی شریف کی بیٹی کو نامزد کر آئے ہیں۔ اور اس چار سال کے عرصہ
 میں کسی تہوار کو حسب رسم زمانہ ان کے گھر سے کوئی شے نہیں آئی۔ العرض
 بعد در چار سال میرے باپ نے انکو طلب کیا اور پیدر پے خطوط بھیجے۔
 تو عدائے برد خواست۔ آخر اپنے ملازم حسین بخش نامی کو قصبہ مذکور میں
 بھیجا کہ انکو اپنے ہمراہ لائے۔ جبکہ یہ لوگ میرے آئے تو عورات نے مجھے
 مانجھے یعنی مائیوں بٹھایا اس عرصہ میں انکی بد مزاجی اور کج خلقی کا حال
 معلوم ہو گیا۔ میرے بڑے بہائی محمد احسان اللہ صاحب مرحوم نے ناخوش
 ہو کر مائیوں کے مکان سے مجھے باہر نکال لیا اور کہا ہم ایسے بد مزاجوں میں
 اپنی بہن کی شادی نہیں کرتے کہ تمام عمر یہ لڑکی سبلائے بلا رہے گی جب
 یہ خبر قاضی شرف الدین کو پہنچی تو اپنے ساتھ چند مرد آدمی لیکر میرے باپ
 کے پاس آئے اور منت کش ہوئے۔ چونکہ میری تقدیر برگشتہ تھی وہ پر
 رضا نہ ہو گئے۔ لیکن میرے بہائی ناراض رہے تب میرے باپ نے
 اپنے بیٹوں سے یوں کہا کہ یہ چار سال کی نسبت کی ہوئی ہے اور اس
 کی خبر سب لوگوں کو ہو چکی ہے غیرت نہیں چاہنی کہ میں اپنا دو سرا داماد
 بناؤں جو کچھ اس لڑکی کی تقدیر میں ہو گا بہکت لیگی

مصرعہ

آج کو رضا پہ چوڑو دوہر خدا جو ہو سو ہو

۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۵ جمادی الثانی یوم چہار شنبہ دس بجے شب کے میرا

عقد ہوا۔

ناظرین ایسا نکاح کسی محتاج کی بیٹی اور بیوہ عورت کا بھی نہ ہوتا ہو گا جیسا میرا ہوا۔

اب سنئے کہ قاضی جی خود سہ پہا نے کاجوڑا پہنکرا اور اپنے بیٹے کو خلعت دامادی پہنا کر ہلاروشنی مشعل وغیرہ دے کر مکان میں آ بیٹھے اور گرمین ہری خوشدامن جانی نیگم پیدانی صاحبہ سے اپنی احمد بیگم کے آ بیٹھیں۔ اُس وقت میرے سب بہائی بہن عزیز لگانے اور سب مہمان اس بے سروسامانی کی برات آنے پر ایسا روتے تھے کہ جیسے کسی عزیز کی میت پر روتے ہیں اور سب مجھے کہتے تھے کہ بڑی بد نصیب لڑکی ہے جو ایسے گھر (اسکی شادی ہوئی) القصد اسی حالت میں وہاں گزری صبح کو حسب معمول جہیز بچھا اور میرے شوہر کو نقد روپیے سلامی وغیرہ دیکر میرے باپ نے رخصت کیا۔ چند روز میرا ٹھہر رہے اور پہرے لوگ مجھے قصبہ کوتانہ میں لے گئے۔

شعر

عجب ردیت جاغم را اگر گویم زبان سوزد

و گردم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

ناظرین میرے غم کی کہانی بڑی ہے اور مجھے اختصار کرنا منظور ہے اس لئے تھوڑا سا حال عرض کرتی ہوں۔ میرے پہنچنے پر کوئی شخص یگانہ بیگانہ ہاشمہ قصبہ کوتانہ حسب رواج زمانہ مجھے دیکھنے نہ آیا خارجاً معلوم ہوا کہ بوجہ بد مزاجی و کج خلقی میرے خسر کے کوئی آدمی اسے نہیں ملتا۔ میں ایک مکان میں بطور قیدیوں کے رہنے لگی اب میرے خسر بڑا گوار نے مجھے ترغیب دینے شروع کی کہ اپنے حصہ کی جائداد اپنے باپ سے تقسیم

مگر اگر اپنے شوہر کے نام ہیہ کر دے میں نے اس امر سے صاف انکار کیا اور
کہا کہ خدا میرے باپ کو سلامت رکھے یہ نہ ہو گا یہ سنگدہان کی اسید قطع ہوئی
خوئے بد راہانہ بسیار قسم قسم کی تکالیف مجھے پہنچانی شروع کیں
اور میرے شوہر کو بھگانا شروع کیا جس کے بیان سے سینہ قلم کا چاک ہے
اگر وہ مصیبتیں پہاڑ پر پڑتیں تو پتھر گر بیڑہ ریزہ ہو جاتا خداوند کریم کسی کی
جانی پر یہ مصیبت نہ ڈالے تفصیل اس جبر و تعدی کی خارج از تحریر ہے اللہ
تعالیٰ روح کو نہ شرابائے اور جنت الفردوس میں عالی مقام عطا فرمائے علاوہ
زیور و اسباب کے کتابیں قلمدان کا غذا سامان نوشت خواند سب چھپ چکا
اسی لئے کہہ رہا ہے باپ کو اپنے حال سے بذریعہ خط اطلاع نہ لیکے چہ چھپنے ہی
مصیبت میں گزرے جب کوئی صورت رہائی کی نظر نہ آئی تو عین دن کے
رنگ اور جھاڑ کی تیلی سے خوف لکے پاخانہ میں جا کر اپنے حالات مصیبت
ایک پڑیا کے کاغذ پر تحریر ایک ہفتہ میں گئے اور خاک رو بہ کو ایک جگہ فقرہ
جو میرے پاؤں کے انگوٹے میں باقی رہ گیا تھا دیکر یہ خط بڑوت کے ڈاک خانہ
کی معرفت اپنے باپ کو بھیجا۔ مہلا حظ اس خط کے میرے باپ نے میرے
پہوٹے بہائی عبد العزیز مرحوم اور میرے بہائے محمد صدیقی کو مدہ سواری
بہلی اور ایک خط قاضی جی کی نام ہمراہ ان دونوں لڑکوں کے قصبہ مذکور
میں بایں جیلہ روانہ کیا۔

مضمون خط شیخ امان اللہ صاحب مرحوم

میں شہید بیمار ہوں بچنے کی اسید نہیں ہے۔ محمد بجان کی والدہ نے
بر وقت انتقال مجھے کچھ وصیت کی تھی اگر براہ لواز شش محمد بجان کو

اس وقت میں روانہ کر دو تو میں اس وصیت کے بارے سبک دوش ہو جاؤں
 اور تم سب سہ بدرالدین احمد کے مجھے لجاؤ۔ چونکہ یہ بات قاضی جی کے
 مطلب کی تھی میرے رد کرنے سے باز رہے اور ہم روانہ ہوئے دوسرے
 روز گریختے میرے پیچھے سب عزیز وں نے میرے تباہ حالت دیکھ کر رنج و افسوس
 کیا۔ میں ڈیڑھ سال تک آرام سے میرے مین اپنے باپ کے گھر رہی اس عرصہ
 میں قاضی صاحب سہ میرے شوہر قاضی بدرالدین احمد میرے مین آئے اور
 بڑی خاطر سے مجھے اپنے ہمراہ قصبہ کوتانہ میں لے گئے۔ حالانکہ اس وقت بھی میرے
 بڑے بھائی محمد احسان الدہ صاحب میرے کوتانہ جانے پر بالکل راضی نہ
 تھے مگر تنگ آمد سخت آئے۔ لاچار ہو گئے۔

علاوہ پارچہ جات کے مبلغ علا کی ریڑ گاڑی مجھے میرے بڑے بھائی نے
 دی اور کہا کہ اسکا تنوید بنا کر پوشیدہ اپنے گلے میں رکھ لی کہ بڑے وقت
 پر کام آئے گا۔

ناظرین پر وہی مین اور وہی میری مصیبت جب سید النساء بیگم میری فخر
 پیدا ہو چکی تھی تو میرے باپ شیخ امان الدہ مرحوم سہ میری بھیلی بھانج اور
 میرے پالنے والی بخشی خاتم سامان چھٹی لیکر کوتانہ میں آئے جوڑے پارچہ جات
 بلے قاضی صاحب و ہر سہ فرزندان و دختر و اہل خانہ قاضی مذکور اپنے
 ہمراہ لائے۔ اور سب اشیاء قاضی شرف الدین کے حوالہ کی اور چاہا کہ مجھے
 اپنے ہمراہ لیجا لیں لیکن میرا بیچنا میرے خسر نے منظور نہ کیا اور عذر کیا کہ دودہ
 چھٹ جائیگا تو ضرور ہیجینکے میرے والد بھان دور روز رکھ کر حسرت و افسوس
 ملتے ہوئے اور مجھے روتا چوڑ میرے کو واپس چلے گئے۔ القصبہ چھٹ النساء
 کی عمر تخمیناً ۳ سال کی ہو چکی اور میں بہانہ شہید یار ضہ یہ قان اسود قریب

ہو گئی۔ جیسا کہ سید النسا نے اپنی سوانح عمری میں لکھا ہے تب خود قاضی صاحب نے ایک بھلی مین بہہرا ہی ایک خادمہ کے سوار کر اگر روانہ میرے کیا۔ میں دوسرے دن میرے پونچھی رستہ کا حال درج سوانح عمری سید النسا سلیم ہو چکا، جو وان جا کر حالات مصائب گذشتہ اپنے والد بزرگوار سے بیان کئے اور میرے والد مرحوم ہر شب میرا قصہ درآئینہ سنتے تھے اور اپنی جہنم سے اب تک حسرت برساتے تھے میرے باپ نے قسم کھائی کہ اب میں تجھے کوتاہ نہ کہی نہ بیچون گا بعد انتقال میرے باپ کی میرے شوہر ایک عورت نیچ قوم کو اپنی گھر میں لائے اور اپنا عقد کر کے اپنی والدین کے پاس رکھا اس عورت نے قاضی جی کے قرار واقعی خبر لی پھر تو قاضی جی کو میرے قدر ہوئی اور مجھے طلب فرمایا میں نے جواب دیا کہ وہی مین ہوں اور وہی آپ مین آپ کے ظلم پہلے ہی کچھ کم نہ تھے طرہ اسپر یہ کہ سوکن ہی آئی آپ مجھے صاف فرما دیں۔

آزمودہ آرمودن جہل امت

ناظرین اسوقت سے اب تک ۲۵ سال گزرے کہ میں اپنے شوہر سے علیحدہ ہوں جب میرے باپ کا انتقال ہو چکا تو میرے برادران ششی احسان اللہ و ششی آفتاب الدین صاحبان نے غلہ روپیہ ماہوار میری تنخواہ مقرر کر دی اور ہر ایک قسم کی امداد کی اور سرپرستی کرتے رہے تو بڑے عرصہ میں اپنی ہمیشہ مہرجان سلیم کے ساتھ جوشی کرم اچھا و سیر کے ساتھ منسوب ہوئی تھیں دہلی آئی چند روز بعد علیحدہ مکان کرایہ لیکر رہی بڑے بہائی نے تنخواہ روک لی مگر اپنے بیٹے محمد محمود مرحوم کو جو دہلی مین ڈاکٹر فالن صاحب کا ششی تھا لکھا کہ تم اپنی جہولی پھونی کے خبر گیران رہنا اور سلوک سے پیش آنا۔ اس کے بعد ان کی امدد مالی مغفرت کرے صدمہ روپیہ ماہوار مقرر کر دیا باقی اور اپنی

دستکاری سے گزرا وقات کرتی رہی اور سید النساء بیگم کو نور محل اسکول انمانہ
دہلی میں داخل کر دیا۔ اور اپنی دختر کے ہمراہ چہہ میٹھے لٹک خود بھی لٹی اور
اوستانی فاطمہ سلطان بیگم صاحبہ سے تھوڑا حساب اور نقشہ وغیرہ کر کے واپس
واپس آیا بیگم۔

عباسی بیگم عرف محمدی جان کا مدرسہ ہو کر پانی پت جانا
ناظرین جب فاطمہ سلطان بیگم نے میری عادات اور نوشت خواند و دخت
وغیرہ کو دیکھا تو مجھے ترغیب دی کہ تم پانی پت جاؤ اور مدرسہ زمانہ میں
شرفاؤ اولیاء کو تعلیم دو۔ اس کام میں عزت دارین ہے مگر زانی بیگم جو
وہان کی معلمہ تھیں فوت ہو چکی ہیں مدرسہ خالی ہے میں نے اپنی ہمشیر
کلان سے مشورہ کیا۔ فرمایا تمہیں اختیار ہے کب تک بیگانی دست نگر ہوگی
میں شہداء میں معلمہ مقرر ہو کر پانی پت آئی محلہ انصار میں یہ مدرسہ قلع
تھا دختران انصار وغیرہ کو پڑھاتی لکھاتی رہی دو برس تک یہ مدرسہ جاری
رہا۔ حاسدان تعلیم نسوان نے سس ٹانگی صاحبہ سے جو اس مدرسہ کی مہتمم
تھیں شکایات گونا گون کرنی شروع کیں۔ اتفاقاً ایسا موقع ہوا کہ میرے
بہائے محمد رحیم کی وفات کا خط آیا میں نے درخواست عطا سے رخصت لکھ کر
ملفوظ کر کے ایک عورت کو دی کہ ڈاکخانہ لیٹر بکس میں ڈال دے اس عورت سے
وہ نفاذ کسی دشمن تعلیم نسوان نے لیلیا اور میں روانہ میرٹھ ہو گئی۔ اس
موقع کو غنیمت سمجھ کر ایک عرضی میری غیر حاضری کی سس ٹانگی صاحبہ کی خدمت
میں بھیج دی وہ عرضی پڑھ کر سس ٹانگی صاحبہ ضلع کرناں سے پانی پت پہنچیں
اور دیکھا کہ واقعی مسئلہ موجود نہیں ہے مدرسہ بند ہے میری عدم موجودگی

مین دشمنان تعلیم نسوان لئے اور زیادہ شکایتیں کیں میں صاحبہ سے منکر برجم
 ہوئیں اور مدرسہ بند کر دیا۔ اس محلہ کی عورات کو مجھ سے ایک طرح کا اشن
 ہو گیا اس لئے میرا دہلی جانا گوارا نہ کیا اور کئی شرفاء کی لڑکیوں کو برائے
 تعلیم میرے پیرو کر دیا بطور رنج انکو پڑھاتی رہی۔ اس عرصہ میں دوستانی فاطمہ
 سلطان بیگم کا خط بدین مضمون آیا ہمکو معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ زنانہ پانی پت
 میں ٹانگی لئے باغواے بعض اشخاص برخواست کر دیا اور تم بیکار ہو لہذا
 تحریر ہے کہ تم میرے پاس دہلی چلی آؤ۔ قصیدہ یہ تک ضلع خاص میں معلومہ
 کی ضرورت ہے۔ میں حرب تحریر اپنے دہلی چلی گئی اور سید النساء بیگم سے
 ملی کیونکہ میں برائے تعلیم اسکو دہلی اپنے ہمیشہ کے پاس چھوڑ آئی تھی سید النساء
 کے ہمراہ ہر مدرسہ گئی اور دوستانی صاحبہ مدد سے ملاقات کی اور حرب چھوڑ
 اپنے رہتنگ گئی اور مدرسہ پڑھانا شروع کیا بعد گزرنے چند ماہ کے بوجہ
 نا موافقت آب و ہوا بیمار ہو گئی۔ ہر چند معالجہ کیا مگر مرض میں کچھ تخفیف
 نہ ہوئی مجبوراً محکو وہ مدرسہ چھوڑنا پڑا۔ اور پردہان سے دہلی آئی۔ جب
 مستورات پانی پت کو رہتنگ سے میرے چلے آنے کی خبر ملی تو خطوط لطلب
 میرے روانہ دہلی کئے۔ اور حسب الطلب ان بیبیوں کے مین پانی پت
 آئی اور بدستور سابق رہنے لگی۔ جب کہ مین پہلے مرتبہ پانی پت معلومہ
 ہو کر آئی تھی تو ایک خاتون سماء بی بی کنیزک حسین کے چھوٹے لڑکے
 حکیم جعفر حسین سے میری دختر نیک اختر سید النساء بیگم کی نسبت قرار ہوا
 تھی اور سماء موصوفہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ مین بتقریب عراپہ سی ان کے
 گھر گئی۔ تو ہمیشہ حکیم جعفر حسین نے تخلیہ میں مجھ سے درخواست کی کہ اب تم
 اپنی لڑکی کی شادی بموجب اپنے اقرار کے جلدی کرو و چنانچہ مین نے

پانی پت سے دہلی اگر سامان شادی کیا۔ اور بساعت سعید عقد کر دیا اور
 حق الوسع دان دہیز دیکر اپنی پیاری بیٹی کو رخصت کیا اور مین دہلی میں
 رہی ۱۹۵۵ء میں پھر ایک مدرسہ خواجہ سجاد حسین صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر
 مدارس ضلع کرنال خلف خواجہ مولوی الطاف حسین صاحب حاکمی نے
 درخواست دیکر گورنمنٹ سے جاری کرایا اور مجھے مدرسہ مقرر کر کے پروف
 تقرری مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۵۵ء عطا فرمایا۔ ۱۸ جولائی ۱۹۵۵ء تک یہ مدرسہ
 جاری رہا اور امتحان سالانہ پر پیش گاہ جناب صاحب انسپکٹر بہادر مدرس
 حلقہ دہلی سے بصلہ حسن کارگزاری مبلغ ۱۰۰۰ انعام عطا ہوا اور پروانہ
 سند امور مورخہ ۳ فروری ۱۹۵۶ء مجھے ملا جو میرے پاس اب تک موجود ہے جب
 میری ترقی کی رپورٹ ہوئی تو صاحب کمشنر بہادر قسمت دہلی نے تجویز فرمایا
 کہ ضلع سے تنخواہ معلمہ پانی پت کو نہ ملے۔ بلکہ کمیٹی پانی پت سے ملا کرے
 جب یہ حکم کمیٹی پانی پت میں پہونچا تو دشمنان تعلیم سوان کو پھر موقع مبرائی
 کرنے کا ہاتھ آیا ممبران کمیٹی کو اپنا متفق کر لیا۔ اور رپورٹ کروادی کہ اس
 قصبہ میں شریف زادیان سولے قرآن مجید اور کچھ پڑھنا نہیں چاہتیں اس
 مدرسہ زنانہ سے فائدہ سرکار کا منظور نہیں کیا جاتا سراسر نقصان ہے
 اس رپورٹ پر یہ مدرسہ ۱۸ جولائی ۱۹۵۶ء کو تخفیف میں آگیا۔ اور مین
 بدستور سابقہ ایک پانی پت میں قیام پذیر ہوں اور اپنی بیٹی و داماد سے
 علاوہ ایک مکان میں رہتی ہوں۔ ہر چیز میری بیٹی اور داماد نے چاہا اور
 اصرار کیا کہ میں انکے شریک رہوں لیکن میری غیرت اس امر کی مستقنی نہ
 ہوئی۔

ناظرین یہ سب خوبیاں میرے شوہر کی بہن آپ تباہ ہوئے اور مجھے

بِرَبِّكَ يَا أَيُّهَا الْمَوْظِعِيُّ كُلُّ بَلَاءٍ لَكَ شِيَاءٌ وَالْعَدَايَا لِحُسْنِكَ
نَفَقَ

عباسی یکم عرف محمدی جان مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۰۷ء

عمر کا نشان و خطی
رسالہ محمدی جان

حرف النون

سہانی و یہ خاتون شاہ سلیمان کی والدہ ماجدہ کی مصاحبہ اور ہنشین
تھی۔ اسکا باپ شاہ سلیمان کے زلزلے میں بہت بڑا امیر تھا یہ نیک بخت خاتون
اپنے دلکش جمال اور بلندی فطرت کی وجہ سے شہر کا آفاق رکھتی تھی۔ اسے
درجہ کی تعلیم یافتہ تھی۔ ہر قبیلے کے لوگ اس کے ساتھ شادی کرنے کی
خواہش کرتے تھے۔ مگر نہ معلوم وہ ایسی درخواستوں کو کیوں نامنظر کیا
کرتی تھی۔ ایک مرتبہ ان درخواستوں سے بہت دق ہوئی اور یہ رباعی
تمامی شہر میں تصنیف کر کے چسپان کرادی کہ اگر اس رباعی کا کوئی شخص
جواب لکھے گا اسی کے ساتھ نکاح کر لوں گی۔

سرباعی

از مرد بہرہ نہ روئے زرجی طلبم
سن از دین مارشکر جی طلبم
و ز پرشہ مادہ شیر زرجی طلبم
لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس نیک بخت خاتون کا انتقال ہو گیا

اور متحدہ السد خان وزیر شاہجان بادشاہ نے مذکورہ رباعی کے جواب میں
ذیل کی رباعی تصنیف کی۔ مگر اس خاتون کے انتقال کے بعد۔

رباعی

علمی ست برہنہ رو کہ تحصیلِ نیست	تن خائے عکسیت و دل بالِ نیست
زہرِ ست جفا ہے علم و معنی شکرِ ست	ہر پشہ از وحشید و آن شیرِ زست

نور جہان و۔۔۔ اس مشہور و معروف سلیم کے باپ کا نام میرزا غیاث تھا میرزا
غیاث ایران کا رہنے والا تھا جس کا باپ محمد خان تکلو خراسان کے حاکم کا مدبر
وزیر تھا۔ نور جہان کی ماں یا میرزا غیاث کی بی بی میرزا علاء الدولہ کی لڑکی
تھی۔ نور جہان کے دادا خواجہ محمد شریف کا اوس وقت میں انتقال ہوا کہ جب
نور جہان اپنی ماں کے پیٹ میں موجود تھی۔ اس کے انتقال کے بعد ہی اس
خاندان پر تباہی سی آگئی۔ جہونٹے اور لغو الزامات محمد شریف کے اوپر کر کے
اوس کے پسماندوں کو دق کرنا چاہا اور سازشوں کے جالوں نے جو مرقہ وہ
پہلے ہوئے تھے خوب وسعت پا کر مخالفت کرنے لگے۔ آخر کار جب کا نتیجہ یہ
ہوا کہ میرزا غیاث نے مخالفوں کے سرگرد ہون سے استدعا کی کہ تم کینا
چاہتے ہو۔ بڑے بحث مباحثے کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین نے میرزا
کو لکھ بھیجا کہ اگر تمہیں اپنی جان بچانی منظور ہو تو اپنی حاملہ بی بی اور اپنے
بچوں کو لیکے جلد ہر تھرا موہ نہ ادٹے چلے جاؤ۔ یہ بیچارے ہندوستان
کی طرف روانہ ہوئے۔ قندار پہنچتے پہنچتے جو تکلیفیں ناقابل برداشت
ان لوگوں کو جیلانی پڑیں وہ قابل ذکر نہیں۔ اب اسی مقام پر نور جہان
کی ماں کو درد لگے۔ بیچارہ نور جہان کی ماں دو تین دن سے بہو کی بیاسی

تھی۔ آپ وہ مصیبت زدہ خاتون دروین لوستے لگی۔ اور اس کی بہت بڑی
 حالت ہو گئی خدا خدا کر کے چند گھنٹوں کے بعد نور جہان بیگم صاحبہ بی بی
 ہوئیں۔ اور ایک درخت کے نیچے چوڑی گئیں۔ اگرچہ مان باپ کو اسکا
 چوڑا بہت ناگوار تھا مگر کرتے کیا۔ اس خاص بار میں مختلف روایتیں
 ہیں۔ بعض سوخ کہتے ہیں کہ نور جہان کو اسکا باپ اٹھالایا۔ بعض یہ
 کہتے ہیں کہ ایک قافلہ جو دوسرے دن صبح کو وہاں سے گذر رہا تھا۔ اپنے ساتھ
 لے آیا۔ ہندوستان میں پہونچتے پہونچتے میرزا کی رسائی اکبری دربار
 تک اسکی قابلیت اور لیاقت کیوجہ سے بہت جلد ہو گئی۔ معتمد خان تونک
 جہانگیر کی میرزا کی نسبت اپنے قلم سے یوں لکھتا ہے کہ میرزا غیاث
 پڑھنے لکھنے اور معاملہ فہمی میں نہایت ہوشیار تھا قدامت کے اشعار کا تتبع
 بہت کیا کرتا تھا۔ خود بھی نہایت سخن سنج تھا۔ شکستہ خط نہایت آبدار سی لکھتا
 تھا۔ اپنے فرائض منصبی کے انجام دینے کے بعد جب اسکو کبھی فرصت ہوتی
 تو اپنا وقت اشعار کی موزونی میں صرف کیا کرتا تھا۔ بڑا محیر تھا لیکن اسکے
 ساتھ راشی بھی۔ اکبری زمانے میں چونکہ شعر شاعری کا بڑا چرچا تھا۔ میرزا
 کو شاہی دربار میں اسوجہ سے قصائد پڑھنے کا اکثر موقع ملتا رہتا تھا۔ وہ
 نہایت طلاقت لسانی سے اپنے قصیدوں کو پڑھا کرتا تھا۔ بڑی واہ واہ
 ہوا کرتی تھی۔ چند ہی روز میں اسنے بڑے بڑے عمدے چال کئے نور جہان
 کی مان بھی چونکہ اپنے شوہر سے لیاقت میں اور مہر میں کی طرح کم نہ تھی
 اکبر نے جب میرزا کی مان کی لیاقت کا حال سنا تو اسنے محل میں جانیکی
 اسکو اجازت دی تاکہ بیگمات کو تعلیم دے۔ جب نور جہان قلعہ کے اندر
 داخل ہوئی تو نور جہان کی عمر بہت تھوڑی تھی۔ سلیم بھی کبھی کبھی اپنی دلہ

کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ مگر یہ جو مشہور ہے کہ سلیم نے اور نور جہان
نے ایک ہی جگہ پرورش پائی بالکل غلط ہے۔

نور جہان اور سلیم کی نسبت جو بہت سی بے سرو پا نقلین مشہور ہیں اور
جنہیں عشق کے کرسے کہائے گئے ہیں بالکل بے بنیاد ہیں۔ ایک کا یہی
پتہ کسی معتبر تاریخ سے نہیں پایا جاتا۔ اسکی تعلیم کا ذکر اسطر سے بیان کیا گیا ہے
"اول ہی اول اسنے کلام مجید پڑھا۔ جیسا کہ شہزادیان پڑھا کرتی تھیں۔
حسن اور اسپر خوش آوازی نور جہان کو ہزار ہزار بناؤ دیتی تھی۔ اس کی
صرف موسیقی خیر تھی بلکہ اس میں درد اور لوح غضب کا طبیعت فطرۃً موزوں
پیدا ہوئی تھی۔ قلعہ میں شہر و سخن کے چرچے نے از خود اور بھی اس کی طبیعت
میں صلاحیت کا مادہ بڑھا دیا تھا اسے اور شہزادیوں کی طرح شہر گوئی کی
تعلیم دی گئی تھی۔ مگر طبیعت کی موزوںی جو فطرت نے اسے عطا کی تھی
ہر وقت اسے شہر گوئی کی طرف رہنمائی کرتی تھی۔ جب اسنے کلام مجید ختم
کر لیا تو فارسی کی مہموئی کتابیں پڑھائی گئیں اسکے بعد نقاشی اور مصوری کے
فن سکھائے گئے۔ گھوڑے پر چڑھنا اور تیر لگانا بھی شہزادیوں کے ساتھ
سکھایا گیا تھا۔ نور جہان کو مذہبی تعلیم بھی دی گئی تھی۔ لیکن اسی مذہب میں جو
اسکی والدین ایران سے لیکے نکلے تھے۔ اب نور جہان کی جوانی کا وقت
آیا تو اکبر کو اسکی شادی کی فکر ہوئی کیونکہ اسی کے قلعہ میں نور جہان نے
پرورش پائی تھی۔ نیمزاد غیاث نے اسکے دربار میں وہ رسوخ پیدا کر لیا تھا
اور اپنی لائق تدبیری کیوجہ سے ایسا کردیدہ بنا لیا تھا کہ میرزا کی ہر بہائی میں
وہ دل و جان سے کوشش کرتا رہتا تھا۔ شاہ اکبر ہی کو اسکی شادی
کی فکر ہوئی وہ چاہتا تھا کہ جیسے نور جہان قابل ہے ایسا ہی کوئی لائق

شریف شاہی خاندان کا شخص ملے تو اس سے نکاح کر دیا جائے۔ اتفاق
 سے علی قلی بیگ عجم سے ہندوستان میں آیا۔ اور اکبری دربار تک رسائی پیدا
 کر کے اعلیٰ عہدہ پر ممتاز ہوا۔ یہ شخص نہایت لایق اور شایستہ مزاج تھا۔ بادشاہ
 نے نور جہان کے باپ سے کہا کہ نور جہان کی شادی اگر علی قلی بیگ سے
 ہو جائے تو بہتر ہے۔ میرزا فوراً اسکا کچھ جواب نہ دے سکا لیکن میرزا غیاث نے
 مختلف جلسوں اور دعوتوں میں اسکا چال چلن اور رنگ ڈھنگ دیکھا اور
 چند مہینوں کے بعد اکبر سے اپنی رضامندی ظاہر کر دی اس امر کی اطلاع
 نور جہان کی ماں کو بھی دی گئی۔ اسے بھی اسکو بخوشی منظور کر لیا۔ اور دونو
 کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ اکبری وفات کے بعد شہزادہ سلیم
 نے علی قلی بیگ کو بنگالہ میں ایک جاگیر دیکر برہدان کا گورنر مقرر کر دیا۔
 جب شیراز میں (یہ خطاب علی قلی کو جاگیر یا سلیم نے دیا تھا) وہاں پہنچا تو
 کچھ عرصہ کے بعد وہ خود مختار ہو گیا۔ اور شیراز میں اور فتنہ و فساد برپا کرنے
 شروع کئے۔ وہاں کے لوگوں نے ان مظالم کی عرضیاں جاگیر کی خدمت
 میں روانہ کیں۔ جاگیر نے عرضیوں کو دیکھ کر قطب الدین خان کو بھیجا کہ وہ
 تحقیقات کرے اگر واقعی علی قلی ظلم کرتا ہو تو اسکو وہیں سزا دے۔ جو وقت
 قطب الدین یہ شاہی فرمان سیکھ وہاں پہنچا تو علی قلی کو اسکی خبر ملی۔ اسنے
 زہرا کو ذخیر اپنی آستین میں چھپایا۔ اور قطب الدین کی استقبالی کے
 لئے آگے بڑھا۔ قطب الدین نے جو وقت حکمنامہ کا ذکر کیا تو علی قلی نے
 یہ کہا کہ دس قدم اپنی فوج سے آگے بڑھ چلے اور وہاں بادشاہی حکم
 مجھے سنائے۔ قطب الدین نے اسکو منظور کر لیا۔ جب یہ دونوں آگے
 بڑھ گئے تو سیرحم علی قلی نے قطب الدین کے کلبے میں خیر ہونک دیا۔

کی بوڈی گارڈ کو جو وقت اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ شیر افغن پر حملہ آور ہو کر
 اور اسی کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ اس سترک میں قطب الدین اور شیر افغن
 دونوں کا قطعی فیصلہ ہو گیا۔ اور دونوں جان سے مارے گئے۔ اب
 نور جہان سلطنت میں قید ہو کر آگئی اور تقریباً چار برس تک وہ قید بگنا
 کی جیب پورے چار برس اور کو قید خانے میں گزرے اور ایک دن بھی
 جہانگیر اور سکودیکھنے نہ آیا تو ایک عرضی جہانگیر کو اس مضمون کی لکھی۔
 کہ مجھ کو وہ زمانہ یاد آتا ہے جبکہ میں اور بہت سی شہزادیاں کیلا کرتی تھیں
 تو اکثر آپ ہی تشریف لایا کرتے تھے۔ اور مجھ کو کبھی کبھی گنبد اوشانے کی غرت
 چل ہوا کرتی تھی۔ شیر افغن نے جو جو ٹکڑا سیان سرکار والا کے ساتھ کین
 وہ اس کے نیچے کو پہنچ گیا۔ مگر میں بے قصور کیون قید میں چار سال تک
 رکھی گئی۔ سینے بناوت میں شرکت نہیں کی۔ اس ہونے والے واقعہ میں
 صلاح کار نہ تھی لیکن یہ سب عرضیاں بادشاہ کی خدمت میں جو روانہ کی گئی
 تھیں وہ سب پیشی رومالوں پر کھڑی ہوئی تھیں نور جہان نے ایک
 نظم ہی ایک بڑے رومال پر چھین بادشاہ سے شادی کی خواہش کی تھی
 سچے موتیوں سے کاڑ کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجی۔ جبکی وجہ سے بادشاہ
 کا دل نرم ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ بیشک نور جہان بالکل بے قصور ہے اس کے
 بعد جہان گیر خود اسکی قید کی کوٹری میں گیا اور بہت دیر تک باتیں ہوتی
 رہیں۔ اور آخر کار نور جہان کی درخواست کو قبول کر لیا۔ دو چار روز کے
 بعد شاہی فرمان جاری ہوا کہ شادی کا سامان مہیا کیا جاوے۔ سامان
 مہیا ہونے کے بعد نکاح ہو گیا۔
 نور جہان کی حسن تدبیری اور حکمرانہ جوہروں نے اسے صرف شہنشاہیگا

ہی بین محدود نہ رکھا بلکہ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ حکومت میں ہی حصہ لینے لگی۔ آخر کار جہانگیر نے نور جہان کا نام اپنے نام کے ساتھ کندہ کر دیا تھا اوس سٹے کا شعر یہ ہے۔

شعر

بحکم شاہ جہانگیر یافت صدر یور | بنام نور جہان بادشاہ بکھر

اور فرامین کے طفرے میں یہ لکھا جاتا تھا۔

حکم علیہ العالیہ نو سا جہان بیگہ بادشاہ

رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ جہانگیر برائے نام بادشاہ رہ گیا۔ دیکھو جہانگیر کی خاص تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ فن سلطنت را بنور جہان

ارزانی داشتم و بجز یک سیر شراب و نیم سیر گوشت مرا بیج درنی باید۔

مستمر خان توڑک جہانگیری میں اس لائق خاتون کی نسبت لکھتا ہے یا

از خوبی و یکنامی بیکم چہ نویسم خیر او غالب بر شر بود بلکہ شر نبود۔ و ہر جا کہ کار

آفتادہ را عقدہ پیش می آمد۔ و بخدمت بیکم بستی گشت اگر از کارشش بر کشود

کا بیاب مراد ساخت و ہر کسے ہر گاہ او پناہ برد۔ از آسیب ظلم و ظم محفوظ

ماند۔ ہر جا دفترے تیم ایکس بقصد ثواب عروس کردہ در خور حالت او و ہر ظرف

فرمودند۔ و از سلسلہ علیہ او نفع بسیار بخلق المدرسیہ جہانگیر اپنے کشمیر

کے سفر میں بجا رہ گیا۔ نور جہان بھی اوسکے ساتھ تھی۔ تمام اطباء نے جہانگیر

کا علاج کیا مگر رو بصوت نہوا۔ جہانگیر کے پاس حکیم روح اللہ حکیم ابو القاسم

اور حکیم رکناسو جو دستے کسی نے اوسکے علاج سے جواب دیدیا۔ کسی نے

اوسکے مرض کو اچھی طرح تشخیص نہیں کیا۔ کسی نے پہلو تپی کی۔ نور جہان نے

ان سب حکیموں سے دق ہو کر جہانگیر کا علاج خود کرنا شروع کیا۔ اوسکے

اکثر تجربات اطبا سے ہی بڑھے ہوئے تھے۔ جہانگیر کا اوسنے اس عمل کی سے علاج کیا کہ آخر خود جہانگیر کو یہ فقرے لکھنے کی ضرورت ہوئی۔

نور جہاں بیگم کہ تدبیر و تجربہ ادا زین اطبا بہتر است مخصوص کہ از روئے تجربی و دسوزی باشد۔ در مقام کم کردن پیالہ و تدابیر اسے کہ مناسب وقت و ملائم حال باشد شد اگرچہ پیش ازین ہم علاجے کہ اطبا میکردند بصلاح و صواب و یاد بود لیکن درین وقت مدار بہ مہربانی او نہاد و شراب را بجزیج کم کرد و چیز ہائے نامناسب و غذا ہائے ناموافق محافظت نمود۔ امید کہ میکیم حقیقی از شفا خانہ غیب صوت کامل نصیب کناد۔

تو بڑے ہی عرصے کے بعد صرف نور جہاں کی تیمارداری سے جہانگیر اچھا ہو گیا۔ اور خوب جشن کی ٹھیری۔ اور خوب خوب انعام دے گئے۔ نور جہاں کا شیر کو گولی سے مارنا ہی اس کی ایک جو انفرادہ دلیری تھی۔ جہانگیر اور نور جہاں سترہ گئے ہوئے تھے اور اپنے خیمہ میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہی تھی کہ اسی اثناء میں ایک چوہدار نے آکے کہا کہ حضور ہمیں توڑی دور پر جنگل میں ایک شیر ہے۔ چونکہ جہانگیر اس بات کا عہد کر چکا تھا کہ میں شیر کا شکار نہیں کیلون گا۔ اسوجہ سے وہ تو باز رہا۔ مگر نور جہاں کو جو شیر کے شکار کی ہمیشہ مشتاق رہا کرتی تھی جہانگیر سے اپنے واسطے اجازت چاہی۔ جہانگیر نے اسکو اجازت دیدی۔ اب شیر کے شکار کا سامان ہونے لگا۔ دو لمبی تیار کئے گئے۔ ایک پر نور جہاں تھی اور دوسرے پر جہانگیر۔ جہانگیر کے ساتھ میرزا ستم بیٹا ہوا تھا جھاڑی پر پہنچتے ہی شیر نے بھٹی سے دھڑتا ہوا ہنگلا۔ میرزا ستم نے جہانگیر کے حکم سے شیر پر گولی چلائی۔ اسکا پہلا شیر خالی گیا۔ دوسرے میں بھی خالی ہوا۔ اور تیسرے شیر نے بھی خطا کی

رستم نہایت شرمندہ ہوا۔ اور فیر کر ناکندہ کر دیا۔ نور جہان نے مہات کو حکم دیا کہ میرا ماتمی آگے بڑھا۔ اوسکے ماتمی کا آگے بڑھنا تھا کہ شیر نور جہان کے ماتمی پر جھپٹا۔ شیر کا جھپٹنا تھا کہ نور جہان نے فیر کیے۔ اور شیر اولن کے ساتھ آٹھ قدم پر اوٹھا جا پڑا۔ گولی ایسی زبردست پڑی کہ شیر سے پیر اوٹھا نہیں گیا اور ٹرپ کرو پین جان دیدی۔

نور جہان کچھ عرصے تک بوجہ چند در چند شہزادہ خرم کے ماتون سے بہت پریشان رہی اس پریشانی سے اوسکو کچھ بجات ملی تھی کہ مہابت خان کے قصے نے جہانگیر اور نور جہان کو اور بھی زیادہ صدمہ پہونچایا۔ نور جہان کی ہوشیاری اور عقلمندی سے جہانگیر کو مہابت خان کے جھگڑے سے کچھ اطمینان ہوا تھا کہ وہ لاہور آیا۔ اور لاہور سے سیدہ کشمیر پہونچا۔

جہانگیر نے کشمیر سے واپسی کے وقت ہمیشہ کے لئے اس دار فانی کو چھوڑ دیا اور اسی کے ساتھ اپنی بی بی نور جہان کو بھی۔ یہ واقعہ اور وقت واپس آتا تھا۔ راستے میں بیمار ہو گیا۔ ۸ صفر ۱۰۲۸ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۵۹۲ء بمقام جہانگیر میں انتقال ہو گیا۔ اسکی

عمر اسکے مرنے کے وقت تک پوری ساٹھ برس کی تھی۔ اب شاہ جہان جہانگیر کی جگہ تخت سلطنت پر بیٹھا جب شاہ جہان مستقل طور سے ہندوستان پر حکمران ہو گیا۔ تو اوسنے نہایت عزت و آبرو سے نور جہان کی عزت قائم رکھی ۵۵ھ مطابق ۱۶۱۴ء نور جہان جہانگیر کی بی بی شہزادی کا بھی انتقال ہو گیا نور جہان کی علمی و فنی کا نمونہ ہونے کی وجہ سے ہی نذر ناظرین نہیں کیا۔ بہت سی غزلیں قصیدے اور حکایتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ لیکن ہم شہزادہ کا نام چند شعر ذیل میں لکھتے ہیں۔

اشعار		
نام تو بردم وز دم آتش بجان خویش	در آتشم چو شمع ز دست زبان خویش	
دیگر		
سک مَر وارید بر فرق سرش دانی کتہ	تشنگان شوق را جویت از آب جیت	
دیگر		
هنوز آن طفل خندیدن نداند	نگہ وز دین و دین نہ داند	
دیگر		
دقیقہ ہائے معانیش در سواد حروف	بجو در سیاہی شب روشنی پر دین است	
حرف الہاء		
<p>ہمدی :- یہ خاتون سادات جرجان کی اولاد میں سے ہے۔ اس کی طبیعت نہایت سلیم تھی۔ تعلیم یافتہ ہونے لے اور یہی درجہ کمال کو پہنچا دیا تھا۔ ہر کا ایک مطلع لکھ کر اوسکی پوری غزل ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے۔</p>		
مطلع		
<p>مراد دیت از دل بقرار از ہجر یار خود چہ گویم پیش بیدرفان زور و بقرار خود</p>		

غزل

من سوخته لاله رخا تم چه توان کرد صد تیر بلا و ستم و جور رسیده مجنون صفت از عشق تبان زار فرام جز نام تو ام هر نفس ذکر گزینیت	والد شدر سبز خطا تم چه توان کرد زان ناوک دلدوز بجایم چه توان کرد دیوانہ یلی صفتا تم چه توان کرد نامست شدہ چون ورد ز با تم چه توان کرد
--	--

ای ہمدی از جور رقیبان ستم کار
 بر عرش برین رفت فغا تم چه توان کرد

ذیل کی بیت بھی اسی ہمدی کی طرن منوب ہے۔

بیت

جامہ گلگوئی در آہست در کاشانہ ما
 خیراے ہمدی کہ افتاد آتشہ در خانہ ما

حرف الیاء

یا سمن یو:- یہ خاتون میرزا عسکری دامنغانی کی پیاری بیوی تھی میرزا کے انتقال کے بعد یہ خاتون خاندان تیموریہ کے کسی امیر کی بیوی بنی میرزا کا انتقال گلبرگین ہوا تھا۔ اس عورت کی باقی ماندہ عمر نہایت عزت و حرمت سے بسر ہوئی خط ثلث - نسخ - شفیقا - اور مستحلیق خوب لکھا کرتی تھی۔ شہر گوئی کا بھی چسکا تھا۔ کہتی ہے۔

اشعار

باہ و نالہ کرم صید خود خوشی نگارنرا	بزد رنجب کرم رام با خود کج گلارنرا
-------------------------------------	------------------------------------

دیک

بنو شدیم سحر که چون شراب بر ریائی را شدم نهدم بهجو اران بجو تخانه حیرت	اگر و کردم بجایم می لباس پارائی را شکم ساغر و پیانه زهد و ریائی را
---	---

اگر فتم دامن صحرای شدم هم پیشه محبون سبق آموز گشتم درس عشق بدینوائی را

بایان

۲۹۶

امتیاز عالم بسید

۲۹۶

روز مقبولیات

۲۹۶

۹۸۶۵

مستورات

DATE	NO.	DATE	NO.